رمضان کے فضائل اور مسائل کی مکمل کتاب

رمضان المبارک

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن

40 اردو بازار لاہور

اللہ تعالیٰ ہمارا مالک اور رزاق ہے

نام کتاب ------------- رمضان المبارک

مصنف ------------- عالم فقری

اشاعت ------------- ۲۰۰۵ء

تعداد ------------- ۱۱۰۰

زیراہتمام ------------- محسن فقری

منتظم ------------- حسیب فقری

معاون ------------- جاوید فقری

پریس ------------- اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت ------------- 160 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ

مرتب: عالم فقری

خصوصیات:

- مستند کتب سے ماخوذ 304 درود شریف کا مجموعہ
- قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ کے حوالے سے درود شریف کی اہمیت
- درود شریف کے دینی و دنیاوی فیوض و برکات کا بیان
- ہر درود شریف کے آغاز میں اُس کے فضائل اور پڑھنے کے طریق کار کا بیان
- صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے اقوال کی روشنی میں درود شریف کے خواص و ثمرات کا بیان

ملنے کا پتہ

ادارہ پیغام القرآن 40 اردو بازار لاہور

اسم اعظم کے خواص پر مفصل کتاب

فقری اسم اعظم

تصنیف: **عالم فقری**

اسم اعظم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ صفاتی یا ذاتی نام ہے جسے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق پیدا ہوتا ہے انسان پر معرفت کے دروازے کھلتے ہیں وہ اپنے رب سے اسم اعظم کی بدولت جو کچھ مانگتا ہے سو پاتا ہے جن لوگوں کے پاس اسم اعظم کا راز ہاتھ میں آ جاتا ہے وہ اس کے خاص بندے بن جاتے ہیں۔

''فقری اسم اعظم'' میں اسم اعظم کے منفرد خواص اور اُن کی تاثیر کو نہایت مفصل انداز سے بیان کیا ہے۔ جو شخص اسم اعظم پڑھتا ہے اللہ انہیں دین و دنیا میں انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔ انھیں نہ مٹنے والی عزت ملتی ہے اور نہ ختم ہونے والی دولت میسر آتی ہے۔

ادارہ پیغام القرآن 40 اُردو بازار لاہور

اسماء الحسنٰی کے خواص، مشکلات کا حل، نقوش کا تفصیلی بیان

وظائف اسماء الحسنٰی

تصنیف: عالم فقری

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اور صفاتی نام اُس کی ایک خاص شان کا مظہر ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کو جس شان یعنی جس صفاتی نام سے پکارتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی اس شان کے فیوض و برکات سے اُسے نواز دیتا ہے۔ اور اپنی اس خاص شان کا راز اُس پر کھول دیتا ہے۔

''وظائف اسماء الحسنٰی'' میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام یعنی اسماء الحسنٰی کے مطالب خواص، اعداد اسماء الحسنٰی سے مشکلات کا حل، اسماء الحسنٰی کے نقوش کا تفصیلی بیان ہے۔ خدائے عزوجل کے صفاتی ناموں کی مدد سے ہر مشکل کو آسانی کے ساتھ حل کر لیجئے۔

ادارہ پیغام القرآن 40 اُردو بازار لاہور

قرآنی اعمال ووظائف کا انمول خزینہ

فقری اعمال قرآنی

تصنیف: **عالم فقری**

قرآن حکیم علم وحکمت اور ہدایت ونور کا سرچشمہ ہے۔ اِس کی حقانیت نے پورے عالم کو فیض یاب کرر کھا ہے اس کے ایک ایک لفظ میں برکت وتاثیر ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے اِس بابرکت کلام میں سے عالم فقری صاحب نے قران پاک کی منتخبہ آیات کے اعمال ووظائف کونہایت عرق ریزی سے بیان کیا ہے۔ جنہیں مخصوص انداز سے پڑھنے اور مخصوص طریقوں پر عمل کرنے سے حیرت انگیز اثر پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات کو پڑھ کر اپنی مشکلات کو آسان کریجئے۔

ادارہ پیغام القرآن 40 اُردو بازار لاہور

Ph:7323241

باب ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

رمضان المبارک

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے سال میں ہمیں ایک بابرکت مہینہ عطا فرمایا جسے رمضان المبارک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رمضان المبارک کا ہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اسی ماہ میں ایک ایسی عظیم رات ہے جو ہزار ماہ کی عبادات سے بہتر ہے۔ یہی وہ ماہ مقدس ہے جس کے روزے ایمان والوں پر فرض ہیں۔ اسی ماہ کی خاص عبادت نمازِ تراویح ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ملتا ہے۔ رمضان المبارک کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا گیا اور یہ قرآن ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کے لیے روشن دلیل ہے۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو، وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے سختی کا ارادہ نہیں فرماتا ہے اور تمھیں چاہیئے کہ گنتی پوری کرو۔ اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس نے

هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

تمھیں ہدایت کی تاکہ اس کے شکر گزار بن جاؤ۔ اور (اے محبوبؐ) جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں بہت نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔ تو انھیں چاہیئے کہ میری اطاعت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ (پ۲، بقرہ: ۱۸۵-۱۸۶)

یہ وہ رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی ہر رات میں ایک منادی آسمان سے طلوعِ صبح تک یہ ندا کرتا رہتا ہے کہ خیر کے چاہنے والے! خوش ہو جا۔ اور اے بُرائی کے چاہنے والے! رک جا اور عبرت حاصل کر۔ اس کے علاوہ ساری رات آوازیں آتی ہیں، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کی بخشش کی جائے؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے؟ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوالی کہ اس کا سوال پورا کیا جائے، اور اللہ تعالے رمضان شریف کی ہر رات میں افطاری کے وقت ساٹھ ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ

لفظ رمضان عربی زبان کے لفظ رَمض سے نکلا ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لیے آتا ہے لہذا اس ماہ کو رمضان سے اسی لیے موسوم کر دیا گیا ہے کہ اس ماہ میں انسان بھوک پیاس کی سوزش سے سوختہ ہو جاتا ہے جس سے اس کے گناہ جل جاتے ہیں لیکن علماء نے اسے رمضان کہنے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جو

حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کا نام رمضان اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں جو گناہ جلنے کا ذکر ہوا ہے تو اس سے مراد گناہوں کا معاف ہونا ہے لہذا جو شخص رمضان المبارک میں خلوصِ دل سے روزے رکھتا ہے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ گناہوں کی معافی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور ایمان کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا کہنا ہے کہ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گرمی کی وجہ سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضا گرم پتھر کو کہتے ہیں اس لیے اسے رمضان کہنے لگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گناہ جلا دیے جاتے ہیں اس لیے اسے رمضان کہا گیا۔ بعض اصحاب نے اسے شدت کی وجہ سے رمضان قرار دیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ رمضان میں نصیحت اور فکرِ آخرت کی گرمی سے دل اس طرح متاثر ہوتے ہیں جیسے ریت اور پتھر گرمی سے تپتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ رمض سے بنا ہے اور رمض کے معنیٰ ہیں برساتی بارش چونکہ رمضان بدن سے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بارش سے چیزیں دھل کر پاک صاف ہو جاتی ہیں۔

۳۔ علامہ جار اللہ زمخشریؒ کے قول کے مطابق اس مہینے کا یہ نام یعنی رمضان اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس مہینے میں قدیم زمانے سے روزوں کی عبادت سرانجام دی جاتی رہی ہے اور روزوں میں بھوک پیاس کی شدت اور تکلیف کی بنا پر اس کا نام رمضان رکھا گیا۔

۴۔ میرے نزدیک اسے رمضان کہنے کی دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں نفس کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس شدتِ تکلیف کے باعث انسانی نفس

اللہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور اس کے راجع ہونے سے گناہ معاف ہوتے ہیں نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، درجات میں بلندی ہوتی ہے اور اس طرح گناہوں کے جل جانے یعنی ختم ہو جانے کی نسبت سے اس ماہ کا نام رمضان پڑ گیا۔

دوسری وجہ رمضاء سے مشتق ہونے کی ہے جس کے معنی سوختہ کے ہیں یعنی جو چیز جل جاتی ہے تو وہ اصل کی طرف لوٹ آتی ہے۔ لہٰذا اسی طرح انسان رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے جلتا ہے اور جل کر اس میں جلا پیدا ہوتی ہے تو اس جلا سے انسان حقیقی روشنی پاتا ہے اور اپنے اصل ہی کی طرف راغب ہوتا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ اس لیے اس سوختگی سے جو انسان کو منزل کی طرف راہنمائی ہوتی ہے اس کی بنا پر رمضان کہا جاتا ہے۔

رمضان کے حروف کی شرح

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کے حروف کی برکتوں کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ رمضان کے پانچ حروف ہیں ر۔ ر: رضوان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ م: محابۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی ہے۔ ض: ضمان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ ا: الفت کا ہے اور ن: نور اللہ کا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے تو اس میں یہ پانچوں اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

رمضان المبارک کے صفاتی نام

رمضان المبارک کو اس کے اصلی نام کے علاوہ چند ایک صفاتی ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس ماہ کے فیوض و برکات بہت زیادہ ہیں، جن کی بنا پر یہ مہینہ اپنے اصلی نام کے علاوہ کئی دیگر ناموں سے مشہور ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ شہر الصیام یعنی روزے رکھنے کا مہینہ

رمضان کا پہلا صفاتی نام شہر الصیام ہے جس کا مطلب روزے رکھنے کا مہینہ ہے۔ چونکہ اس ماہ کے روزے فرض ہیں اس لیے یہ شہر الصیام کے نام سے مشہور ہو گیا۔ لفظ صیام کے لغوی معنی رک جانے کے ہیں روزے میں چونکہ انسان اپنے آپ کو مقررہ وقت تک کھانے پینے سے روک لیتا ہے لہٰذا اس عمل کی بنا پر اسے صیام کہا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا لکھ دیا گیا ہے یعنی مسلمانوں کے لیے روزے رکھنا پہلے ہی سے فیصلہ شدہ امر ہے لہٰذا مندرجہ بالا ارشاد باری تعالیٰ کے نازل ہونے سے روزے فرض ہو گئے۔ شروع میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے فدیہ دیدے لیکن پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے تو اس کے روزے رکھے۔ پس اس آیت سے مقیم پر مسافر پر نہیں، تندرست پر بیمار پر نہیں، روزہ رکھنا ضروری ہو گیا۔ اللہ کے اس حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے لیے ماہ رمضان کا بحالت صلاحیت پالینا شرط ہے اس لیے جس نے پورا رمضان پالیا اس پہ پورے رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔ جس نے کچھ کم پایا اس پر اتنے ہی روزے فرض ہوئے اس لیے وسط رمضان میں جو کافر مسلمان ہوا یا نابالغ بالغ ہو گیا تو اس پر صرف آئندہ کے روزے رکھنا لازم ہونگے۔

اے میرے عزیز! جو روزہ تیری زندگی میں آیا اور تو نے اسے رکھا تو وہی تیرے کام آئے گا۔ جو لوگ رمضان کے مہینے میں روزے نہیں رکھتے وہ لوگ بدنصیب ہیں جو خدا کی رحمت سے خود ہی محروم ہونے والے ہیں۔ جو لوگ یہ سوچ کر روزہ نہیں رکھتے کہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو جائیں گے، یہ ان کی کم عقلی ہے۔ صرف چند گھنٹوں کی بھوک پیاس سے انسان کمزور نہیں ہو جاتا اور جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے سے انسان زیادہ صحت مند تو نہیں ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسی

جھوٹی تاویلیں صرف اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لیے ہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ رمضان کے روزوں کو مقدم خیال کرتے ہوئے انھیں پورا کیا جائے۔

۲۔ سید الشھور یعنی مہینوں کا سردار مہینہ

رمضان المبارک اسلامی سال کے مہینوں سے افضل ہے اور اسی فضیلت کی بنا پر اسے سید الشھور یعنی مہینوں کا سردار مہینہ کہا جاتا ہے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سب مہینوں کا سردار مہینہ ہے۔ نیز ایک مرتبہ رمضان المبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے رمضان المبارک کو تمام مہینوں سے فضیلت دی۔ ایک اور مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مہینوں میں محبوب تر مہینہ رمضان المبارک کے بعد شعبان کا تھا۔ ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کا روزہ افضل ہے؛ تو آپؐ نے فرمایا شعبان کا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک تمام مہینوں کا سردار مہینہ ہے۔

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ صدیقوں کے سردار ہیں، حضرت بلالؓ غلاموں کے سردار ہیں اور شہروں میں شہر مکہ کو سروری کا شرف حاصل ہے۔ وادیوں میں وادی بیت المقدس کو دوسری وادیوں سے برتری حاصل ہے۔ الہامی کتابوں میں قرآن مجید کو بزرگی اور سرداری حاصل ہے راتوں میں شبِ قدر کو فضیلت حاصل ہے، پتھروں میں افضل پتھر حجر اسود ہے کنوؤں میں افضل کنواں چاہ زمزم ہے۔ مچھلیوں میں وہ مچھلی سب سے برتر ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام رہے۔ ایسے ہی تمام مہینوں میں افضل اور سردار مہینہ رمضان المبارک ہے۔

یہی بات غنیۃ الطالبین میں یوں بیان ہوئی ہے کہ سید البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سید العرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت سلمان فارسی رضؓ

تمام اہل فارس کے سردار تھے، اسی طرح سید الروم حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہیں۔ سید الحبش حضرت بلال حبشی رضؓ ہیں اور تمام بستیوں میں سروری مکہ مکرمہ کو ہے وادیوں میں سب سے برتری وادیٔ بیت المقدس کو حاصل ہے۔ دنوں میں جمعہ سید الایام ہے۔ راتوں میں شب قدر کو سروری حاصل ہے۔ کتابوں میں قرآن کریم کو سورتوں میں سورۃ البقرہ کو، سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی کو سرداری اور بزرگی حاصل ہے۔ پتھروں میں سنگِ اسود تمام پتھروں میں بزرگ ہے اور چاہِ زمزم ہر کنوئیں سے افضل ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا ہر عصا سے برتر تھا اور جس مچھلی کے شکم میں حضرت یونس علیہ السلام رہے تھے وہ تمام مچھلیوں میں افضل تھی۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی تمام اونٹنیوں میں افضل تھی اور اسی طرح براق ہر گھوڑے سے افضل تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری تمام انگشتریوں سے برتر اور افضل تھی اور ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار اور ان سے بزرگ و افضل ہے۔

۲۔ شہر مبارک یعنی برکت والا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر مبارک یعنی برکتوں والا مہینہ کہا جاتا ہے، برکت کا اطلاق رحمتِ خداوندی کے اضافہ پر ہوتا ہے۔ رمضان میں اللہ کی رحمت میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر خاص و عام پر مہربان ہوتا ہے۔ اس مہینے میں ہر کوئی نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ پابندیٔ نماز میں آجاتے ہیں۔ اس طرح ہر طرف خیر و برکت کا سماں بن جاتا ہے۔ اللہ سے جو کوئی نیک نیتی سے مانگے وہ پورا مل جاتا ہے۔ اس مہینے کی خیر و برکت کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات ؐ نے فرمایا، تمھارے پاس رمضان آیا ہے جو برکت والا مہینہ ہے ایک اور مقام پر حضرت سلمان فارسی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینے میں فرمایا کہ تمھارے قریب ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ آن پہنچا ہے۔

اس ماہ میں اتنی برکتیں ہیں جو گنتی میں نہیں لائی جا سکتیں۔ یہی وہ مہینہ ہے

جس میں برکت والی کتاب یعنی قرآن مجید کا نزول ہوا، یہی وہ مہینہ ہے جس میں ایک برکت والی رات عطا کی گئی جسے شب قدر کہا جاتا ہے۔ یہ رات خیر و برکت کے لحاظ سے بڑی اہم ہے۔ اور بے بہا برکتیں اپنے دامن میں لیے ہوئے آتی ہے اس ماہ میں نورانی تجلیات میں کثرت ہو جاتی ہے۔ لہذا جو شخص نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور اللہ سے اپنی اور دیگر امت کی بہتری کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز، روزہ اور ذکر کی وجہ سے ہر خاص و عام پر اپنی نوراتی برکات کا نزول فرماتا ہے جس سے ہر شخص فیض یاب ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے دن ہوں یا راتیں سب برکتوں سے بھرپور ہیں وہ لمحات کتنے با برکت ہیں جو یاد الٰہی میں بسر ہوں۔ دن کے وقت انسان روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام ہوتا ہے بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اس ماہ مبارک میں ہر گھڑی یاد الٰہی میں گزارتے ہیں اور خصوصاً خدا کے نیک بندے تو خاص عبادت اور ریاضت کرتے ہیں لہذا ان کی عبادت اور آہ و زاریوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور برکت میں بے حد اضافہ ہوتا ہے جس سے گناہ گار بھی فیض اٹھاتے ہیں۔

اس مہینے میں خیر و برکت کی اس قدر فراوانی ہوتی ہے کہ اس سے پہلے والے مہینے یعنی شعبان المعظم میں بھی برکتیں پھیل جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور پرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شعبان کی وجہ تسمیہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شعبان نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں ماہ رمضان کے لیے بہت زیادہ خیر (نیکی، بھلائی اور برکت) بکھری ہوئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ جس نے اس مہینے میں ایک معمولی سی نیکی کر دی تو اسے دوسرے مہینوں کے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ جبکہ ایک فرض ادا کرنے والا دوسرے مہینوں میں ستر فرضوں کے ادا کرنے والے شخص کی مانند ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس ماہ میں نیکی کرنے میں بھی کتنی خیر و برکت ہے کہ

اس کے ثواب میں کئی گُنا زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

رسول پاکؐ نے سحری کھانے میں برکت کا اعلان کیا ہے۔ یہ سحری کی برکت ہی تو ہے کہ تھوڑا سا کھانا کھا کر اور ایک دو گلاس پانی پی کر روزے دار سارا دن گزار دیتے ہیں۔ حالانکہ اور دنوں میں کھانے اور پانی کی خاصی مقدار استعمال کیے بغیر چین نہیں آتا۔

اس بابرکت مہینے میں عبادات میں بھی خداوند تعالیٰ نے برکت ڈال دی ہے عام نیکیوں کا ثواب دس سے سات سو گُنے تک ہوتا ہے مگر اس ماہ کی عبادت یعنی روزے کے بارے میں ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی بلکہ بے حساب ثواب دیے جانے کا خدائی وعدہ موجود ہے اور یہی کیفیت دوسری عبادتوں کی ہے۔

برکت کا ایک یہ پہلو بھی ہے کہ روزے ایک مہینے کے فرض کیے گئے ہیں لیکن اگر یہ انتیس بھی ہوں تو بھی ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح ماہِ رمضان میں عمرہ کیا جائے تو وہ ثواب میں حج کے برابر ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ یہ مہینہ سراپا خیر و برکت ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم کس قدر اس کی برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس برکت والے مہینے کی برکتوں کا حقدار بننے کا اہل ثابت کریں۔ زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، نیک کام سرانجام دیں اور دل کھول کر صدقہ و خیرات کریں، ورنہ یہ مہینہ لاکھ برکتوں والا سہی اگر ہم نے اس کے حقوق ادا نہ کیے تو ہمیں خیر و برکت کیسے حاصل ہوگی۔

۴۔ شہر الصبر یعنی صبر کا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر الصبر یعنی صبر کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا جنت ہے۔

ایک اور مقام پہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں فرماتا رہتا ہے اے میرے بندو اور کنیزو! تم کو بشارت ہو صبر کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ۔ قریب ہے کہ تمھاری

تکلیف اور دکھ کو دور کر دوں اور اپنی رحمت میں جگہ عطا فرماؤں۔

روزہ ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں صبر کا درس دیتا ہے۔ روزہ میں انسان صبح سے لے کر شام تک بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے، اپنے نفس کو لذتِ نفس سے روکتا ہے۔ جب انسان رات کو تراویح میں قیام کرتا ہے تو اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ تکلیف میں صبر کرو۔ صبر ایک روشنی ہے جو ہمیں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے جسم اور روح میں صبر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جو انسانی زندگی میں قدم قدم پہ کام آتا ہے۔ صبر کا پھل بہت میٹھا ہے۔ دنیا میں جو بھی تمھیں انتہا پر نظر آتا ہے وہ صبر کی منزل سے گزر کر ہی جاتا ہے۔ اولیائے کاملین، اور مشائخ عظام اسی منزل سے نکل کر اکمل ہوئے۔ صبر کرنے والوں کے لیے بے حساب اجر ہے۔ بیشک صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔ پھر اللہ نے قرآن میں بار بار فرمایا کہ نماز اور صبر سے مدد مانگو۔ اور ہمیں ہر طرح کا صبر روزے سے ملتا ہے۔ اس لیے میرے دوست! جب بھی تیری زندگی میں رمضان آئے تو اس کے روزے رکھ کر صبر کا سبق سیکھ۔

جو لوگ اس صبر کے مہینے میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی روزہ نہیں رکھتے یا روزہ رکھ کر غیبت اور بدگوئی کرتے پھرتے ہیں یا روزہ رکھ کر توڑ دیتے ہیں۔ تو انھیں قدرت کی طرف سے معاف نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کی پوری پوری سزا ملتی ہے۔ اور وہ یہ کہ روزہ نہ رکھنے والوں کے لیے کھانے پینے میں سے برکت اٹھا لی جاتی ہے وہ کھاتے پیتے ہیں مگر بھوک اور پیاس کم نہیں ہوتی۔ اسی طرح غیبت کرنے والوں کو روزے کی تکلیف زیادہ محسوس ہوتی ہے اور روزہ توڑ دینے والے کو ایک کے بدلے میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنے پڑتے ہیں جبکہ صبر کرنیوالوں کے لیے اس مہینہ میں خدا کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور پورے آداب کے ساتھ روزے رکھنے والا روزہ دار سارا دن بے کھائے پیئے گزار دیتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتا حالانکہ روزے کے بغیر انسان کافی مقدار میں کھانا چٹ

کر جاتا ہے اور کافی پانی پی جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ صبر کا زمانہ تھا، صحابہ کرامؓ صبر کے ہر پہلے پر پورے اترے لہٰذا وہ کامیاب و کامران ہوئے مسلمانوں کو بے شمار مواقع پر صبر و ضبط سے کام لینا پڑا۔ ظالموں کے دکھوں پر صبر کیا۔ مال و اسباب کی کمی پر صبر کیا۔ آخر اس صبر کا اتنا عظیم اجر ملا کہ مسلمان تھوڑے ہی عرصہ میں چار سُو چھا گئے، لہٰذا ہمیں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اور روزے رکھ کر صبر کی مشق حاصل کرنی چاہیئے۔

۵۔ شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر رکھا ہے اس وجہ سے ان چیزوں کی اہمیت اور فضیلت عام چیزوں سے بلند و برتر ہے جیسے خانہ کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف ہے، یعنی اللہ کا گھر، ایسے ہی رمضان المبارک کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا مہینہ۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی عبادات کا اہتمام ہوتا ہے اس لیے اسے شہر اللہ کہا جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ رمضان شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ ہے۔

رمضان المبارک کی خدا سے نسبت کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ اس مہینے کی خاص عبادت روزہ ہے اور روزہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ روزہ میرے لیے ہے۔ حالانکہ کسی اور عبادت کے لیے ایسا نہیں فرمایا۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو اللہ تعالیٰ سے خاص نسبت ہے اور اللہ تعالیٰ اس ماہ کی عبادت کا خصوصی اجر عطا فرماتا ہے۔

رمضان المبارک کی خدا سے خصوصی نسبت کی وجہ اس کی اہمیت اور فضیلت میں مزید اضافے کا باعث ہے اور اس مہینے کا شہر اللہ ہونے کی وجہ سے یہ شعائر اللہ میں بھی داخل ہے جس طرح کہ صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔

شعائر اللہ عزت واحترام کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت میں ہے،

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ — اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے
فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ — تو یہ بات دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔

(۲۲ : ۳۲)

شہر اللہ یعنی رمضان کی تعظیم کی نوعیت یہ ہے کہ ہم رمضان کا احترام کریں۔ اسے اللہ کا مہینہ جانتے ہوئے مقدس خیال کریں۔ اس میں برائیوں سے بچیں اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور عبادت میں کثرت کریں، روزے رکھیں اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں تو روزہ داروں کا احترام کرتے ہوئے سرعام کھانے پینے سے اعراض کریں۔ اگر کوئی شخص ماہ رمضان کی بے حرمتی کرتا دکھائی دے تو اسے کم از کم اخلاقی دباؤ کے ذریعے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ احترام کرانے کا فریضہ خاص طور پر اسلامی مملکت اور اربابِ اقتدار پر عائد ہوتا ہے۔ انھیں حکماً ان تمام حرکتوں کی روک تھام کرنی چاہیئے کہ جن سے اس مبارک ماہ کی عزت و احترام میں کمی واقع ہوتی ہو بلکہ ایسے اقدامات بھی کرنے چاہئیں کہ جن سے ماہِ رمضان کی شایان شان تعظیم ہو سکے۔

اس مقدس ماہ میں بھی اگر ہم نیک کام نہیں کرتے اور برائیوں سے باز نہیں آتے تو یہ اللہ کے خاص مہینے کی ناقدری بلکہ بے حرمتی ہوگی اور شعائر اللہ کی بیقدری اور بے حرمتی کرنے والوں کو قدرت کبھی معاف نہیں کیا کرتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس ماہِ مقدس کا احترام کرنے کی توفیق دے۔

۶۔ شہر المواسات یعنی ہمدردی کا مہینہ

رمضان المبارک کا ایک نام شہر المواسات بھی ہے۔ مواسات ہمدردی، اور غم خواری کو کہا جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے روزوں سے انسان میں ہمدردی اور دوسروں کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ دار کو روزہ رکھ کر جب بھوک، اور پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے تو اس میں دوسروں کی بھوک اور غربت کا احساس

بیدار ہوتا ہے تو اس سے امیر لوگوں کو فقرا، مساکین اور پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور جود و سخا کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کو ہمدردی کا مہینہ کہنے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:

شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَ شَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنُ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَ عِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلَ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مُذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَّآءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ ٭

(رمضان) شہر مواسات یعنی باہم ہمدردی، اور غم خواری کا مہینہ ہے اور ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو شخص اس میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے اور اس کو بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے۔ اس سے روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے ہر ایک افطار نہیں کروا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی یہ ثواب عطا فرماتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور، یا ایک گھونٹ پانی سے کسی کا روزہ افطار کرواتا ہے۔ جو روزہ دار کو سیر کر کے کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا۔ کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

(بیہقی)

اس حدیث میں بظاہر رمضان المبارک میں دوسروں کا روزہ افطار کرانے کی ترغیب دی گئی ہے لیکن اس افطاری میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا اظہار ہے کیونکہ دوسروں کو کھانا کھلانا دوستی اور ہمدردی کی علامت ہے۔

اسلام کے نظامِ اخلاق میں ہمدردی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اسلامی معاشرے کے قیام میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا اسلامی اخلاق کی بنیادی جڑ ہے۔ اور ہمدردی کا سبق ہمیں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے علاوہ ازیں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ جو ہمیں رمضان المبارک سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر آپ کے ماتحت کچھ ملازم کام کر رہے ہوں تو ان کے کام میں تخفیف کر دینی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ درج ذیل ہے،

وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

جو شخص اپنے ماتحت ملازم کے کام میں اس مہینے میں تخفیف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے اور دوزخ سے اسے آزاد کر دیں گے۔ (بیہقی)

ہمدردی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ حصولِ رزق اور ذرائع معاش میں تعاون کیا جائے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی رویہ رمضان المبارک میں بڑا فراخ ہو جاتا تھا کیونکہ آپؐ عام حالات کی نسبت رمضان المبارک میں زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض كَانَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ النَّاسِ وَاَجْوَدُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ رسول پاک (عام حالات میں بھی) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے مگر ماہِ رمضان میں تو آپؐ بہت ہی زیادہ

مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ ۔ سخی اور فیاض ہو جایا کرتے تھے ۔ (نسائی)

غرضیکہ شہر المواسات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمدردی اور غمگساری ہمارا شیوہ ہو جانا چاہیئے اور یہ چیز عبادت میں داخل ہے ۔ صحابہ کرامؓ اس نکتے سے بخوبی واقف تھے چنانچہ وہ غم خواری کے مہینہ کے تقاضوں کو بڑے احسن انداز میں پورا کیا کرتے تھے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ آپؓ رمضان المبارک کے عشرۂ اعتکاف میں بیٹھے تھے کہ ایک قرضخواہ کے تقاضے کا ایک مقروض نے اور اپنی مجبوری کا حال زار کہہ سنایا ۔ حضرت ابن عباسؓ فوراً اٹھے اور قرضخواہ کے پاس جا کر مہلت دے دینے کی سفارش کی ۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رمضان کے دیگر نام

غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ رجب حرمت کا مہینہ ہے شعبان خدمت کرنے کا مہینہ ہے اور رمضان نعمت حاصل کرنے کا مہینہ ہے ۔ رجب عبادت کا ، شعبان زہد اختیار کرنے کا اور رمضان اضافہ ثواب کا مہینہ ہے ۔ رجب ایسا مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو دوگنا کر دیتا ہے ، شعبان ایسا مہینہ ہے کہ جس میں برائیاں دور کر دی جاتی ہیں اور رمضان ایسا مہینہ ہے کہ جس میں کرامتوں کے ظہور کی توقع کی جاتی ہے ۔ رجب سبقت لے جانے والوں کا مہینہ ، شعبان میانہ روی اختیار کرنے والوں کا مہینہ اور رمضان گناہ گاروں (کی بخشش) کا مہینہ ہے ۔

پس معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے اسمائے مبارکہ میں شہر النعمۃ (نعمتوں والا مہینہ) شہر الزیادۃ (زیادہ ثواب والا مہینہ) اور شہر العاصیین (گناہ گاروں کی بخشش والا مہینہ) بھی شامل ہیں ۔ اور یہ سب نام رمضان المبارک کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں اور ہمیں نیک عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں ۔

باب ۲

فرضیتِ روزہ

روزہ ایک فرض عبادت ہے اور اس کی فرضیت کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں اپنے بندوں کو تھوڑی سی مشقت میں ڈال کر انعام کا مستحق بنا دوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نسلِ آدم دنیا میں رہ کر بے پناہ گناہ کرے گی اور میری رحمت سے دور ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہتری کے لیے سال میں ایک ایسا موقع فراہم کر دیا کہ جس میں انسان اللہ کی عبادت کر کے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور وہ موقع ماہِ رمضان المبارک ہے جس میں روزہ رکھنا فرض ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ بعد میں اتنے ہی گنتی کے دن پورے کر لے اور جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

(پ ۲۔ بقرہ ۱۸۳، ۱۸۴)

قرآن پاک میں روزہ کے لیے صوم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنیٰ رکنے اور چپ رہنے کے ہیں مگر اصطلاحی لحاظ سے روزہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو صبح صادق سے لے کر شام تک کھانے پینے اور مباشرت سے روکے۔ بشرطیکہ نیت بھی روزہ کی ہو۔ بلا نیت روزہ کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنا روزہ نہیں کہلاتا۔

جسمانی صحت کی نشوونما اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے انسان کو خوراک درکار ہے جس کے پیش نظر انسان دن بھر میں وقفوں کے بعد اللہ کی عطا کردہ نعمتیں کھاتا پیتا ہے اور تازہ دم رہتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی بنیادی ضرورت نفسانی جذبات کی تکمیل بھی ہے۔ اس لیے ان تینوں افعال کو معینہ مدت تک روکے رکھنے کا نام شریعتِ اسلامیہ میں روزہ ہے۔ علاوہ ازیں تمام ظاہری و باطنی خواہشات اور برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی روزہ کی اصلیت میں داخل ہے۔

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں حضرت خواجہ حسن بصری رح کا ارشاد ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرماتا ہے تو اپنے کانوں کو اس کی سماعت کے لیے خالی کر دو ہمہ تن گوش بن جاؤ اس کے بعد جو ارشاد ہونے والا ہے اس میں یا تو حکم ہوگا جس کو بجا لانا ہوگا یا ممانعت ہوگی جس سے اجتناب ضروری ہوگا امام جعفر صادق رح کا قول ہے کہ وہ لذت جو خطاب (ندا) سے حاصل ہوتی ہے وہ عبادت کی مشقت اور کلفت کو دور کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اس میں "یا" حرفِ ندا ہے۔ عالم (ذاتِ باری) کی طرف سے اس حرف کے ذریعہ ندا کی گئی ہے۔ "اَیّ" وہ اسم ندا ہے جو منادیٰ معلوم کے لیے استعمال ہوتا ہے "ھا" حرف تنبیہ ہے۔ منادیٰ کو (اس تنبیہ سے) ندا کی طرف متوجہ کیا گیا ہے "الذی" اسم موصول ہے اور اس کے ذریعہ محبتِ قدیمہ اور معرفتِ سابقہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور "اٰمنوا" میں اس باطنی حالت کی طرف اشارہ ہے جو پکارنے

والے اور جس کو پکارا گیا ہے دونوں کے درمیان ایک راز کی طرح پوشیدہ ہے جیسے کوئی کہے اے وہ شخص جو میرے باطنی راز سے واقف ہے اور وہ اسے جانتا ہو۔ اُکْتِبَ عَلَیْکُمْ یعنی تم پر فرض کیے گئے۔ الصیام روزہ رکھنا یہ مصدر ہے جیسے تم کہو صُمْتُ صِیَامًا اور صُمْتُ قِیَامًا۔ اصل لغت میں صیام کے معنیٰ ہیں رک جانا۔ جیسے صَامَتِ الرِّیْحُ (ہوا رک گئی) صَامَتُ الْخَیْلُ (گھوڑے دوڑنے سے رک گئے) صَامُ النَّہَارُ (دن ٹھہر گیا۔ دوپہر ہو گئی) یعنی جب سورج آسمان کے بیچ میں پہنچ جاتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اور سیر سے رک جاتا ہے۔ صَامَ الرَّجُلُ یعنی مرد بات کرنے سے رک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (حضرت مریمؑ کا قول) اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ میں نے آج خاموش رہنے کی اللہ سے منت مانی ہے۔ شریعت میں روزہ کے معنیٰ ہیں، انسان کا کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا اور گناہوں سے رک جانا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۴۹)

روزہ کی فرضیت کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ یَقُوْلُ بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِی الْمَسْجِدِ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی جَمَلٍ فَاَنَاخَهٗ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ فَقَالَ لَهُمْ اَیُّکُمْ مُحَمَّدٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئٌ بَیْنَ ظَهْرَانَیْهِمْ قُلْنَا لَهٗ هٰذَا الرَّجُلُ یَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَبْتُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا۔ پھر اسے باندھ دیا۔ بعد ازاں اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے درمیان تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ شخص ہیں گورے رنگ کے تکیہ لگائے ہوئے۔ اس شخص نے کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے! آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ اس شخص نے

سَائِلُكَ يَا مُحَمَّدُ فَمُشَدِّدٌ
عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا
تَجِدَنَّ فِي نَفْسِكَ قَالَ سَلْ
عَمَّا بَدَا لَكَ قَالَ أَنْشُدُكَ
بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ
آللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ
كُلِّهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ
قَالَ فَأَنْشُدُكَ اللّٰهَ آللّٰهُ
أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ
الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ
اللّٰهَ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُوْمَ
رَمَضَانَ فِي كُلِّ سَنَةٍ قَالَ اللّٰهُمَّ
نَعَمْ۔ قَالَ فَأَنْشُدُكَ اللّٰهَ آللّٰهُ
أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ
مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى
فُقَرَائِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ
نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ آمَنْتُ
بِمَا جِئْتَ بِهِ وَأَنَا رَسُوْلُ مَنْ
وَرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ
ثَعْلَبَةَ أَخُوْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ۔

کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے کچھ
دریافت کرنا چاہتا ہوں اور اونچی آواز سے
دریافت کروں گا تو تم اسے برا نہ منانا۔ آپ
نے ارشاد فرمایا جو کچھ تم چاہو پوچھو۔ اس نے
عرض کیا میں آپ کو آپ کے پروردگار کی قسم
دیتا ہوں۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اور
اس کہنے پر میں نے خدا کو گواہ کیا۔ پھر اس
نے عرض کیا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں
کیا رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم
آپ کو اللہ جل جلالہ نے دیا ہے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یا اللہ ہاں! پھر
اس نے عرض کیا۔ کیا اللہ جل جلالہ نے ہر سال
ماہ رمضان المبارک میں روزے رکھنے کا حکم
صادر فرمایا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یا اللہ
ہاں! پھر اس نے عرض کیا، کیا آپ کو اللہ نے
امیروں سے مال لے کر غریبوں میں تقسیم کرنے
کا حکم صادر فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ یا اللہ ہاں! اب اس شخص نے
عرض کیا کہ میں نے اس دین متین پر یقین کیا
جسے آپ لائے اور میں اپنی پیچھے رہ جانیوالی
قوم کا قاصد ہوں۔ میں ثعلبہ کا بیٹا ضمام اور
سعد بن بکر کی قوم میں سے ہوں۔

(نسائی شریف)

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرُ الرَّاْسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا۔ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَا ذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ فَقَالَ شَهْرُ رَمَضَانَ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكٰوةِ فَقَالَ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَآئِعَ الْاِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِيْ اَكْرَمَكَ لَا اَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَّلَا اَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ اَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنْ صَدَقَ ؛

حضرت طلحہ بن عبید اللہ روایت کرتے ہیں ایک اعرابی جس کے بال الجھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا اللہ نے ہم پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ فرمایا پانچ نمازیں اگر تو نفل پڑھے تو وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر عرض کیا اللہ نے ہم پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؛ فرمایا ماہ رمضان کے روزے۔ اِلّا یہ کہ تو نفلی روزے رکھے۔ پھر عرض کیا مجھے آگاہ کیجیے کہ اللہ نے ہم پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام شرائع اسلام بتا دیے۔ وہ بولا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت بخشی۔ میں اللہ کی فرض کردہ چیزوں پر نہ کوئی اضافہ اور نہ اس میں کوئی کمی کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شخص بامراد رہا۔ اگر اپنے قول میں پکا ہے یا یہ فرمایا کہ یہ جنتی ہے اگر یہ سچا ہے۔

(بخاری شریف)

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ فَكَانَ

حضرت عکرمہؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حکم ربانی "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے" (۲: ۱۸۳) کے بارے میں

النَّاسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلُّوا الْعَتَمَةَ حَرُمَ عَلَيْهِمُ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ وَالنِّسَاءُ وَصَامُوْا اِلَى الْقَابِلَةِ فَاخْتَانَ رَجُلٌ نَفْسَهٗ فَجَامَعَ امْرَاَتَهٗ وَقَدْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَلَمْ يُفْطِرْ فَاَرَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّجْعَلَ ذٰلِكَ يُسْرًا لِّمَنْ بَقِيَ وَرُخْصَةً وَّمَنْفَعَةً. فَقَالَ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ. وَكَانَ هٰذَا مِمَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهِ النَّاسَ وَرَخَّصَ لَهُمْ وَيَسَّرَ.

روایت کی ہے کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں جب نماز عشاء پڑھ لیتے تو کھانا پینا اور عورتوں کے پاس جانا ان پر حرام ہو جاتا اور اگلی شام تک روزہ رکھتے۔ چنانچہ ایک شخص سے یہ بات نبھائی نہ گئی اور اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا حالانکہ نماز عشاء پڑھ لی تھی اور روزہ افطار نہیں کیا تھا بس اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس میں آسانی کر دی جائے تاکہ انھیں اجازت اور فائدہ ہو۔ لہٰذا فرمایا "اللہ نے دیکھ لیا کہ تم اپنی جانوں میں خیانت کرتے ہو" (۲ : ۱۸۷) اور یہ نفع اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اجازت دے کر آسانی فرما دی۔

(ابوداؤد)

ان احادیث سے روزے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ یعنی جو شخص تم میں سے رمضان المبارک کو پائے تو وہ روزے رکھے۔ روزے کو فرض اختیاری قرار دینا آیات شریفہ اور احادیث متواترہ اور صحابہؓ و تابعینؒ کرام کے اجماع کا انکار ہے کیونکہ آیات و احادیث روزے کی فرضیت پر دال ہیں۔ یہ حکم کہ مالدار روزے رکھے یا فدیہ دے منسوخ ہے۔

پہلی امتوں میں روزہ

روزہ کی عبادت اسلام سے قبل پہلی امتوں میں بھی تھی مگر اس کی عبادت کی جامع اور مکمل ترین صورت مسلمانوں میں رائج ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں

یہ جو فرمایا ہے کہ مسلمانو! روزہ تم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھا۔ غرضیکہ روزہ رکھنے کا معمول اسلام سے قبل بھی امتوں میں بھی تھا۔ لہٰذا اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ روزہ اسلام سے پہلے معروف پیغمبروں کے اعمال میں شامل تھا لیکن پہلی امتوں میں روزہ رکھنے کی جو کیفیت تھی دور اسلام سے بالکل مختلف تھی۔ لہٰذا پہلی امتوں کے روزوں کا جائزہ اجمالاً یوں تھا:

حضرت آدم علیہ السلام کا روزہ

حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کی وجہ سے آپ کا جسم اطہر سیاہ ہو گیا تھا۔ آپ زمین پر تین سو برس تک روتے رہے اور بارگاہِ خداوندی میں آہ وزاری کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ پر رحم آگیا اور آپ کو ایک دعا سکھلا دی۔ آپ نے وہ دعا مانگی اور ایام بیض یعنی چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے رکھے۔ پہلے دن کا روزہ رکھا تو آپ کے بدن مبارک کا ایک تہائی حصہ سفید ہو گیا، دوسرا روزہ رکھا تو دو تہائی سفید ہو گیا اور تیسرا روزہ رکھنے سے سارا بدن سفید اور روشن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اور توبہ قبول فرمائی۔ روزہ رکھنے کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

حضرت نوحؑ علیہ السلام کا روزہ

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو جب اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی اور ان کی کشتی محرم کے مہینے میں جودی پہاڑ پر ٹھہری تو عاشورہ کا دن یعنی دس محرم تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے تمام ساتھیوں نے بھی روزہ رکھا۔

حضرت معاذؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، عطاءؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے ہر مہینے میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بدلا اور ان پر رمضان المبارک کے مہینہ

کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روزہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی روزوں کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ روزہ ملتِ ابراہیمی کی ایک خاص علامت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے کچھ لوگ اسلام سے پہلے اتباعِ ابراہیمی میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا روزہ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جب فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بمعہ بنی اسرائیل بحر احمر سے صحیح و سالم پار گزرے اور فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں غرق ہوگیا تو عاشورہ کا دن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا پھر یہودیوں میں اس دن کا روزہ رکھنا شروع ہوا۔

نیز جس وقت فرعون غرق ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وعدہ دیا کہ آپ پہاڑ پر تیس رات خلوت نشینی کریں۔ اور تیس روزے رکھیں تاکہ تمہاری قوم کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے تم کو تورات عطا فرمائی جائے۔ پس آپ نے کوہِ طور پر ماہ ذیقعدہ کی تیس راتیں خلوت میں گزاریں اور تیس روزے رکھے۔ مزید اللہ تعالیٰ نے دس روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ماہ ذی الحجہ کے اول دس دن بڑھا کر خلوت فرمائی اور روزے رکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات عطا فرمائی یہودیوں پر بھی روزے فرض تھے مگر اس میں اختلاف ہے کہ ان پر کونسے روزے اور کس مہینے کے روزے فرض تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی شریعت میں بھی روزہ کا حکم تھا۔ عبرانی میں رمضان کے مہینے کا نام قربہ آیا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں روزہ رکھنے کی وجہ سے بندوں کو اللہ کے ساتھ نہایت نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت داؤدؑ کا

معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے محبوب روزہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے جو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔ آپ کے اس طریقہ سے روزہ رکھنے کا نام صوم داودی ہے۔

حضرت مریم کا روزہ

حضرت مریمؑ جس وقت حاملہ ہوئیں تو آپ غم کر رہی تھیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝

پس ہم نے اس تنے کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے پاؤں کے تلے ایک نہر بہادی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ تو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ رینا کہ میں نے آج رحمٰن کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے تو میں آج ہرگز کسی سے بات بھی نہیں کروں گی۔

یہ تھا آپ کا روزہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روزہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس وقت وہ بیابان میں تھے چالیس دن رات کے روزے رکھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں پر بھی روزے فرض تھے۔ ہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ ان پر کونسے روزے فرض تھے۔ کفایہ شعبی میں ہے کہ انجیل میں رمضان کا نام طالب تھا اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں روزہ رکھنے سے روزہ دار گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اس روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی رمضان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا عیسائیوں پر واجب تھے جس طرح کہ ہم پر فرض ہیں۔ پس انھوں نے کچھ زمانہ رمضان شریف کے روزے رکھے۔ پس جب کبھی سخت سردی میں رمضان آتا تو ان کے سفروں میں گراں گزرتا اور معاش کے سلسلہ میں ان کو نقصان پہنچتا تو ان کے علماء اور رؤسا کی یہ رائے ٹھہری کہ وہ اپنے روزوں کو سال کی ایک ایسی فصل میں رکھیں جو سردی اور گرمی کے درمیان ہو۔ پس انھوں نے موسم ربیع میں یہ مہینہ رکھا اور اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے اس میں دس دن بطور کفارہ کے اور بڑھا دیے۔ پس چالیس دن کے روزے ہو گئے۔ اور کچھ زمانے کے بعد ان کے ایک بادشاہ کا منہ سُوج گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے اوپر یہ بات لازم کی کہ اگر وہ اس بیماری سے اچھا ہو جائے تو اپنے روزوں میں سات روزے اور بڑھا دیں گے۔ پس وہ اچھا ہو گیا اور انھوں نے سات روزے اور بڑھا دیے پھر کچھ زمانہ کے بعد ان کا یہ بادشاہ مر گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا بادشاہ جانشین ہوا تو اس نے کہا ان تین روزوں میں کیا خرابی ہے جو ان کو نہیں رکھتے۔ لہٰذا پچاس دن پورے کرو۔ پس انھوں نے پچاس دن پورے کر لیے۔ اس طرح عیسائیوں میں ۵۰ روزے رکھے جاتے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل جتنی بھی شریعتیں آئیں ان میں روزہ رکھنے کا حکم تھا اور نماز کی طرح روزہ بھی سابقہ امتوں پر فرض تھا۔ البتہ ان امتوں کے درمیان روزوں کے احکامات، تعداد اور روزہ رکھنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا رہا۔ لیکن قبل از اسلام تک ان امتوں کے علماء نے روزوں کی حقیقت کو بگاڑ دیا تھا اور اپنی طرف سے اس میں کئی ایک رسومات کا روزہ کے ساتھ اضافہ کر لیا۔

اس لیے اہلِ عرب بھی اسلام سے پہلے روزوں سے کچھ نہ کچھ مانوس تھے اور قریشِ مکہ

زمانہ جاہلیت میں رسم محرم کو روزہ رکھتے تھے کیونکہ وہ اس دن خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم ادا کرتے تھے۔ اسی طرح مدینہ کے یہودی ساتویں مہینہ کی دس تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

سابقہ امتوں پر فرضیت روزہ کی طرح امت محمدیہ کے لیے بھی اللہ نے یہ عبادت فرض قرار دی اور تاقیامت مسلمانوں پر یہ عبادت فرض رہے گی بلکہ یہ عبادت تو مسلمانوں کے لیے ایک تحفہ ہے جس کے باطن میں انسانی فلاح و بہبود کی ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

روزے کی وجہ فرضیت

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ زندگی کا اصل مقصد تو اللہ کی عبادت ہے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بندگی انسان پہ لازم ہے کیونکہ انسان اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کا بندہ بننے کے لیے ہمارا کوئی لمحہ بھی عبادت سے آزاد نہیں ہونا چاہیئے اور اللہ کی بندگی میں دو مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلی تو اللہ کے احکامات کی تعمیل ہے یعنی اللہ نے جو ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے وہ بلا روک ٹوک ہم تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہیں۔ اطاعت خداوندی ایسا عمل ہے جس سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو گی جس سے زندگی کا مقصد پورا ہو گا۔

عبادت میں دوسری چیز جو انسان کو مدنظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ایسا کوئی عمل نہ کرے جس سے اللہ ناراض ہو۔ کیونکہ اللہ کی ناراضی انسان کی تباہی کا باعث بنتی ہے چنانچہ اس سے بچنا ضروری ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کو ایسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس کو اللہ نے پسند کیا ہے جسے قرآن پاک میں صراط مستقیم کہا گیا ہے اور یہی صراط مستقیم اطاعت اور عبادت کا درمیانہ راستہ ہے اور اس پہ کاربند ہونا ہر مسلمان کا مقصد حیات ہے۔ چنانچہ روزہ کے فرض ہونے کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ بھی یہی ہے کہ روزہ صراط مستقیم پر چلنے کے لیے ایک تربیت ہے اور اس مختصر سی تربیت سے انسان میں وہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے

کہ جس کی بنا پر وہ سارا سال اللہ کی عبادت سے غافل نہیں رہ سکتا۔

روزے ۲ھ میں فرض ہوئے

روزے کی فرضیت کا حکم ۲ھ میں تحویلِ کعبہ کے واقعہ سے کم و بیش دس پندرہ دن بعد نازل ہوا۔ آیتِ روزہ شعبان کے مہینے میں نازل ہوئی اس وقت سے لے کر قیامت تک روزے مسلمانوں پر فرض ہو گئے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آ کر آباد ہو گئے تو مسلمانوں کو کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں سے کچھ سکون میسر آیا۔ اور مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی عبادت کے طریقے بھی مکمل ہو جائیں۔ اس غرض کے پیش نظر ۲ھ میں رمضان کے روزے رکھنا فرض ہو گئے۔

اگرچہ روزہ سے پہلے توحید اور نماز فرض ہو چکی تھی اور روزہ کی پابندی سے پہلے ان دو ارکان پر مسلمان مضبوطی سے عمل پیرا ہو چکے تھے لیکن روزہ سے مسلمانوں میں انتہائی استقامت پیدا ہوئی۔ اس کی فرضیت سے پہلے یوم عاشورہ اور ایامِ بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے فرض تھے اور رمضان کے روزے فرض ہونے سے ان کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ لیکن مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روزے فرض نہ تھے صرف ان کی تاکید تھی۔ اور فرضیتِ رمضان سے یہ تاکید ہلکی ہو گئی۔ رمضان کی فرضیت کے بارے میں احادیث حسبِ ذیل ہیں:

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ۔ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اسے ترک کر دیا گیا۔ اور عبداللہ بن عمرؓ اس دن روزہ نہ رکھتے تھے۔

يَصُوْمُهُ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهٗ ‎۞

یہ کہ وہ دن آپڑتا جس دن روزہ رکھنا آپ کا معمول تھا، تو روزہ رکھ لیتے۔ (بخاری)

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهٖ حَتّٰى فُرِضَ رَمَضَانُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ ‎۞

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ قریش عہد جاہلیت میں عاشورہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا حکم دیا تا آنکہ جب رمضان کے روزے فرض قرار دیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے (بخاری شریف)

۞

(۳) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَيُصَلِّي الْخَمْسَ وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهٗ قُلْتُ اَفَلَا اُبَشِّرُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ دَعْهُمْ يَعْمَلُوْا ‎۞

حضرت معاذ بن جبلؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ پانچوں نمازیں روزانہ پڑھی ہوں، رمضان کے روزے رکھے ہوں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں لوگوں کو یہ بشارت سنا دوں۔ حضورؐ نے فرمایا چھوڑ دو اور انھیں عبادت (عمل) کرنے دو۔ (احمد)

۞

روزوں کی مدت

اسلام میں روزے رکھنے کے لیے ایک مہینہ مخصوص کر دیا گیا ہے اور اس مہینے کو رمضان کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ رمضان المبارک روحانی اور بہت سے جسمانی امراض کی دوا ہے اور دوا بقدر ضرورت ہی ہونی چاہیے۔ اگر یہ دوا سارا سال جاری رہتی تو مسلمانوں کے

جسم پر بوجھ پڑتا اور جسمانی قوت اثرانداز ہوتی کہ اس سے علاج صحیح نہ ہو سکتا تھا چنانچہ ایک ماہ کی تعداد مقرر کر کے اللہ تعالیٰ نے وہ حکمتیں چھپا رکھی ہیں کہ جن کا انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔

ایک مہینے کی تخصیص سے ایک مقدس ماہ مسلمانوں کے سامنے ظاہر ہو گیا تاکہ تمام مسلمان اس ایک فرض کو ادا کر کے اسلام کے نظامِ وحدت کا مظاہرہ کریں اور یہ زمانہ وہی موزوں تھا جس میں قرآن پاک نازل فرمایا گیا کیونکہ انسانی زندگی کا بھی سب سے اہم فرض قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اس لیے اسی مہینے کو ماہ صیام کی سعادت ملی جس میں قرآن پاک نازل ہوا تھا۔ پھر روزوں کی تعداد مقرر کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (گنتی کے چند دن) کے الفاظ فرمائے گئے ہیں۔

رمضان کو پانا اور اس کے روزے رکھنے کا حکم

قرآن پاک میں ارشاد باری ہے

فَمَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ۔ جو اس مہینہ کو پاوے وہ اس کے روزے رکھے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص روزوں کے مہینہ کو پاوے وہ اس مہینہ یعنی رمضان کے روزے رکھے اور آیت میں شَہِدَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کسی مقام یا زمانہ میں موجود ہونے کے ہیں۔

رمضان شریف کے مہینے کو پانے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ زندگی میں بار بار ہر سال لوٹ کر آتا ہے تو جب وہ مہینہ آئے تو جو شخص اس دنیا میں موجود ہو اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جن پر روزہ فرض ہے تو اسے روزہ رکھنا ہر صورت میں ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس دنیا میں موجود نہیں ہوگا تو لامحالہ روزے نہیں پائے گا تو اسے روزے سے کیا سروکار۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دنیا میں کئی ایک ایسے مقامات ہیں یعنی جن میں

قطب شمالی اور قطب جنوبی کے علاقے آتے ہیں ان میں چھ چھ ماہ تک دن اور رات رہتے ہیں۔ وہاں مہینہ کا تعین نہیں ہے۔ ایسے علاقوں میں اگر مسلمان رہتے ہوں تو ان کو متمدن ممالک کے معیاری وقت کے مطابق روزے رکھنے چاہئیں۔

دنیا کے اندر بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اٹھارہ بیس گھنٹے کا دن ہوتا ہے۔ وہاں پر روزے قدرے مشکل ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے خطوں کے موسم کو ٹھنڈا بنا دیا ہے اور وہاں پر روزہ کی تکلیف دن کی مدت بڑھنے سے جو محسوس ہو سکتی تھی وہ نہیں ہوتی۔

باب ۳
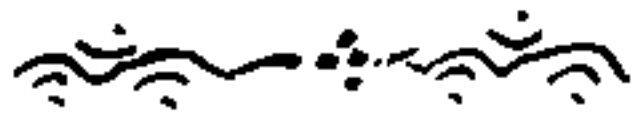
فضائلِ رمضان

روزہ فضلِ خداوندی کا آئینہ ہے۔ اللہ کا فضل وہ خزانۂ رحمت ہے کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور جائیں۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے۔ اللہ چاہتا ہے کہ انسان اس کا عبادت گزار اور اطاعت شعار بندہ بنے۔ چنانچہ اللہ نے انسان میں صفاتِ بندگی پیدا کرنے کے لیے تحفتاً کچھ فرائض حضرت انسان کے ذمے لگائے ہیں۔ روزہ بھی انھی فرائض میں سے ایک ہے۔

روزہ روح کی غذا ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان جو معمولی سا حجاب ہے روزہ اسے بے نقاب کرنے کا چارہ ساز ہے۔ گویا روزہ اللہ اور بندے کی ملاقات کا دروازہ ہے۔ جو مسلمان اپنے تن کو اس دروازے سے گزارتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ اسے کہتا ہے کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوا۔ گویا جسے اللہ مل گیا، دنیا اس کے تابع ہو گئی۔ جن بندوں کے روزوں سے اللہ خوش ہوا انھیں ولی غوث اور قطب ابدال کر دیا۔

اے بندے! روزے کے فضائل تو کیا جانے۔ روزہ کی قدر و قیمت پوچھنی ہے تو سرورِ دوجہاں سے پوچھ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے پوچھ جو صحرائے عرب کے تپتے ہوئے ریگزاروں میں گرمیوں کے موسم میں روزے رکھتے تھے اور جہاد بھی کرتے تھے۔ اللہ ان کی نمازوں اور اعمال صالحہ سے اتنا خوش ہوا کہ قرآن مجید میں اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے۔ روزہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینہ ہے۔ حتیٰ کہ روزہ کی بدولت کئی اولیاء کو

ولایت ملی۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ روزہ آدھی طریقت ہے چنانچہ سالکانِ حق و صداقت روزہ ہی کے ذریعے اپنے مالک و خالق کو خوش کرتے ہیں اور رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔

روزے کے پس پردہ بے شمار دینی دنیاوی حکمتیں ہیں اور ایسے ایسے رموز ہیں جو صرف روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ کے محبوب بندے کثرت سے نفلی روزے رکھ کر ہی فضل ربانی تلاش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ پہ روزہ فرض ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں روزہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور انہی فضائل کی بناپر روزہ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی ہے روزے کی فضیلت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ اُمَّتِي اَنْ تَكُوْنَ السَّنَةُ كُلُّهَا رَمَضَانَ۔

اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزہ سے رہنے کی خواہش مند ہوتی۔ (بیہقی، ترغیب)

روزہ راہِ ہدایت کی دلیل ہے روزہ حصولِ روحانیت کا ذریعہ ہے۔ روزہ اہلِ تقویٰ کی علامت ہے۔ روزہ خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ روزہ نیکیوں کی بہار ہے روزہ مُردہ دل کی زندگی ہے۔ روزہ روح کی شگفتگی ہے۔ روزہ اللہ کے محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔ روزہ جسمانی بیماریوں کا مجرب علاج ہے۔ روزہ محبوبِ خدا کی شفاعت کا وسیلہ ہے۔ روزہ انعاماتِ خداوندی کا آئینہ ہے۔ روزہ رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ روزہ علامتِ مسلمانی ہے۔ روزہ بخشش و مغفرت کی سند ہے روزہ جنت میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے۔ روزہ معرفتِ حق کا خزانہ ہے روزہ آخرت میں کامیابی کی شفاعت ہے۔

گویا کہ روزہ اسلام کی عبادات میں سے محبوب ترین عمل ہے جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ خوش ہوتا ہے اور جس پر اللہ اور اس کا رسول مہربان ہو جائیں، تو

اس کی تقدیر بدل جاتی ہے۔ روزہ عشقِ مصطفیٰ کا وہ جام ہے جسے پینے سے مجلسِ محمدی میں حضوری کا مقام ملتا ہے اور روزہ ہی مقامِ حضوری سے عرشِ معلیٰ کی جلوہ گاہ تک پہنچاتا ہے جہاں سے ولی کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب ملتے ہیں حتیٰ کہ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان ایسا راز ہے جس کی قدر اللہ ہی جانتا ہے۔

روزہ کی فضیلت کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ استقبالِ رمضان کا خطبہ

رمضان کی فضیلت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بےشمار ارشادات ہیں لیکن ایک مرتبہ آپ نے رمضان المبارک کی آمد پر بڑا جامع خطبہ ارشاد فرمایا جس میں رمضان المبارک کی برکات اور سعادات کا تذکرہ فرمایا۔ وہ خطبہ حضرت سلمان فارسیؓ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں مروی ہے:

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ

حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے جو ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اس مہینہ کی راتوں میں قیام کو نفل مقرر کیا ہے۔ پس جو کوئی اس مہینہ میں نوافل کے ساتھ تقرب چاہے تو گویا اس نے رمضان کے علاوہ فرض ادا کیا اور جو کوئی اس مہینہ میں فریضہ ادا کرے تو گویا اس نے

أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ
أَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا
سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ
ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ
وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ
مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ
مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهِ وَعِتْقَ
رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ
أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ
مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ
بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ
هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا
عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ
شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ أَشْبَعَ
صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ
شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ
الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ
وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ
عِتْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ
عَنْ مَمْلُوْكِهِ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ
وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ۔

رمضان کے علاوہ دنوں میں ستر فرض ادا کیے
یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا جنت ہے
اور یہ غم خواری کا مہینہ ہے۔ غرضیکہ یہ ایسا
مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے
اور اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرانا
گناہوں کی مغفرت اور گردن کو جہنم سے آزاد
کروانے کا سبب ہے۔ افطار کرانے والے
کے لیے روزہ دار کا سا اجر ہے اور اس سے
روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے
گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں
سے ہر شخص روزہ دار کو افطار کرانے کی طاقت
نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا یہ ثواب اس شخص
کو بھی ملے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ
یا پانی یا کھجور سے افطار کرائے اور جو روزہ دار
کو پیٹ بھر کے کھلائے گا تو اللہ اس کو میرے
حوض سے سیراب فرمائے گا جو دخول جنت
تک پیاسا نہ ہوگا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا
ابتدائی حصہ رحمت کا، درمیانی حصہ مغفرت کا
اور آخری حصہ نار دوزخ سے آزادی کا ہے
اور جس نے اپنے خادم کے کام میں تخفیف
کی، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے گا۔ اور
اس کو نار دوزخ سے آزادی عطا فرمائے گا۔

(بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں ان تمام نیکیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو روزہ رکھنے والوں کو رمضان کے مہینے میں سرانجام دینی چاہئیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان انعامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو روزہ دار کو روزہ رکھنے کے بدلے میں ملیں گے لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب اس کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو اس میں روزے رکھے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرے۔ یعنی جتنی کثرت سے بدنی عبادت کر سکتا ہے کرے۔ ذکر اور نوافل میں کثرت کرے۔ فرض نماز باجماعت ادا کرے اور کسی صورت میں فرض نماز قضا نہ ہونے دے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت سے اپنے گناہوں پر استغفار کرے۔ رات کے کچھ حصہ میں قیام کرے۔ اس قیام کی سب سے افضل صورت نماز تراویح ہے لہذا روزہ دار کو نماز تراویح باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد رمضان المبارک میں صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چونکہ روزہ کی حالت میں بعض اوقات شدید بھوک اور پیاس لگتی ہے جسے ہر حال میں برداشت کرنا صبر کے مترادف ہے۔

پھر اس خطبے میں ایک اور بات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ دوسرے کا روزہ افطار کروانا ہے جس کا شمار خدمتِ خلق میں ہوتا ہے جو اخلاقی نقطہ نظر سے نہایت اچھے اوصاف میں سے ہے اور انسانی ہمدردی کا آئینہ دار ہے روزہ میں ان تمام خصوصی عبادات کے بدلے میں جو اجر اور ثمرات روزہ دار کو ملتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور روزہ کی وجہ سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ بھی بے شمار ہیں۔ انسان کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اضافہ رزق بھی کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ظاہری طور پر اس ماہ میں بعض لوگوں کی آمدنی کم ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جتنی روزی بھی میسر آتی ہے اس میں اللہ کی جانب سے خیر و برکت شامل ہو کر گزر اوقات کا سبب بن جاتی ہے۔

اس حدیث کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی ایام میں دنیا

میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور وسطی حصہ میں انسان کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ چونکہ انسان سال بھر طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے اور رمضان المبارک کے روزے ان گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اور آخری حصہ میں دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک میں جتنے بھی فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں وہ روزہ رکھنے کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔

میرے نزدیک اگرچہ ہر انسان کی حیات بے شمار مراحل سے گزر کر ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی اپنی انتہا کو پہنچتی ہے لیکن حیات کے تین دور قابل ذکر ہیں حیات کا پہلا دور دنیا کی زندگی ہے جس کا تعلق روح اور جسم سے وابستہ ہے اور اس زندگی کا عرصہ حیات سے لے کر موت تک ہے۔ اس دور میں ہر انسان اپنے روح اور جسم کو سکون، مصائب والم سے نجات اور مادی آسائش پہنچانا چاہتا ہے۔ ان دکھوں کے علاج اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسلامی ضابطۂ حیات ہی صرف ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جس میں قواعد وضوابط کی حدود میں رہتے ہوئے دنیاوی زندگی کے ہر مرحلے میں زندگی کے لوازمات کی فراہمی موجود ہے جو ایک کامیاب حیات کے لیے درکار ہیں اور ایسی زندگی ہی اللہ کے نزدیک حیات کے اگلے مراحل کی کامیابی کا زینہ ہے۔

حیات کا دوسرا مرحلہ موت سے لے کر قیامت تک ہے جسے عالم برزخ کہا گیا ہے۔ زندگی کے اس مرحلے کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے سوائے اس کے کہ جتنا علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔ صرف اس حد تک انسان اس حیات کے بارے میں جانتا ہے۔

حیات کا تیسرا مرحلہ قیامت کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ یہ زندگی حساب وکتاب کے بعد جزا کے طور پر جنت کی صورت یا سزا کے طور پر دوزخ کی صورت میں ہوگی اور یہ زندگی ابدالآباد ہے۔ یعنی کبھی ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے۔

دنیاوی حیات دارالعمل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحانی عرصہ ہے جسے ہر انسان نے رضائے الٰہی اور اطاعت کے مطابق بسر کرنا ہے اور شر کی گھاٹیوں سے اپنے دامن کو بچانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں انسان کو زندگی کے تمام مراحل میں کامیاب و کامران قرار دے اور وہ صاحبِ نجات ہو جائے۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عطا کردہ نعمت ہے جو انسان کو حیات کے ان تمام مراحل سے کامیاب و کامران کرانے کا ایک انتہائی بہترین ذریعہ ہے۔

۲۔ برکاتِ رمضان

برکت کا مطلب کثرت اور زیادتی ہے۔ خوش قسمتی اور عروج کا مفہوم بھی برکت کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے اور جتنے امور روزے کے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں اللہ کی طرف سے زیادتی شامل حال ہو جاتی ہے۔ اسی لیے رمضان المبارک کا آنا خیر و برکت کا پیغام ہے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا وَحَضَرَنَا رَمَضَانُ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ مَلَائِكَتَهٗ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں۔ دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔ تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو

فَاَرُوْا اللّٰہَ مِنْ اَنْفُسِکُمْ خَیْرًا — اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بد نصیب ہے وہ شخص جو اس
فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ فِیْہِ — مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ
رَحْمَۃَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ؛ — جائے۔ (طبرانی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رمضان کا مہینہ خیر و برکت والا ہے یعنی روزہ داروں کے دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت شامل ہو جاتی ہے۔ خیر و برکت سے مراد اللہ تعالیٰ کی مدد کا شاملِ حال ہونا ہے جس سے نیکی کے کاموں میں کثرت ہو جاتی ہے جو انسان کے لیے فائدہ مند ہو جاتے ہیں۔ خیر و برکت کے علاوہ روزہ داروں پر رحمتِ خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ رحمت دراصل اللہ کی خوشنودی اور تائید کا اظہار ہے اور یہ تائید یعنی رحمت دنیا والوں پر مختلف انعامات کی صورت میں ہے اور اس رحمت کی بدولت اللہ تعالیٰ لوگوں کے رزق میں اضافہ فرماتا ہے دنیاوی رنج و الم اور مصائب سے نجات مل جاتی ہے۔ ذہنی سکون کی دولت میسر آتی ہے، بیماری سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ مال و دولت اور مادی وسائل میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ الغرض دنیا میں جتنی بھی ہمیں مشکلات درپیش ہوتی ہیں، روزہ کی بدولت اللہ تعالیٰ ان میں تخفیف کر دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام دنیاوی آسائشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جنھیں ہم رحمتِ خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیاوی فضل و کرم کے علاوہ روحانی فضل و کرم بھی اللہ کی رحمت ہے جو انسان کو صرف روزہ کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

مرآت شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا، جم جانا۔ اسی لیے اونٹ کے طویلہ کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں۔ اب وہ زیادتی خیر جو آکر جائے برکت کہلاتی ہے۔ چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی۔ اسی لیے اس مہینہ کا نام ماہِ مبارک بھی ہے۔ رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہِ رمضان کی

آمد پر خوش ہونا، ایک دوسرے کو مبارکباد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونی چاہیئے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیئے۔ دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرعاً غم لازم ہے اسی لیے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پُرنم ہوتے ہیں اور خطبا اس دن خطبہ میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں (مرآت ج ۳)

۲۔ آسمان کے دروازوں کا کھُلنا

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کے عام نزول کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ایسے ہی جنت اور رحمت کے دروازے بھی کھُل جاتے ہیں تاکہ ہر خاص وعام رمضان المبارک میں روزے رکھ کر اللہ کی رحمت اور جنت کا حق دار بن سکے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (نسائی شریف)

(۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا رَمَضَانُ قَدْ جَآءَكُمْ تُفْتَحُ فِیْهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِیْهِ اَبْوَابُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس رمضان المبارک کا یہ ماہ مقدس آ پہنچا اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند

النَّارِ وَتُسَلْسَلُ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ ۔

کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے جکڑ دیے جاتے ہیں۔ (نسائی)

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ

حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا قول یعنی رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھل جانا انتہائی جامع اور پُر معنیٰ ہے۔ کیا یہ آسمان جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہمیں نظر آتا ہے اس ہی دروازے ہیں اور روزوں میں ان دروازوں کا کھلنا اہل دنیا کے لیے کس حد تک سود مند ہے۔

صوفیاء کے خیال کے مطابق آسمانِ دنیا کے دروازے ہیں اور ان دروازوں کا ذکر بہت سی احادیث میں بھی ہوا ہے۔ باطنی مشاہدہ کے مطابق آسمان کے بہت سے دروازے ہیں۔ کچھ تو ان میں سے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور کچھ خاص خاص موقعوں پر کھولے جاتے ہیں۔ اور خاص کر رمضان المبارک میں یہ دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان دروازوں سے آسمانی عنایات، نورانی تجلیات، رزاقی جوہر اور آسمانی مخلوقات کا زمین پر نزول ہوتا ہے جس سے دنیا والوں کی بے شمار وبائیں دور ہوتی ہیں اور کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اہل

روحانیت کو آسمان کے دروازے کھلنے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بے پناہ اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور صوفیاء کی روحیں مراقبہ اور عالم استغراق میں ان دروازوں سے آسمانوں پر داخل ہو کر آسمانی مخلوقات اور آسمانی نظاروں کا مشاہدہ کرتی ہیں مگر ایسا روحانی مشاہدہ روزے کی بدولت ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کا روحانیت میں بلند مقام ہوتا ہے۔

بعض محدثین کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھلنا ایک کنایہ ہے کیونکہ رمضان میں رحمتِ خداوندی کا پے در پے نزول دروازے کھلنے کے مترادف ہے۔ نیک اعمال کسی رکاوٹ کے بغیر اوپر چڑھتے ہیں اور روزہ داروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

یوں بھی غور کیا جائے کہ رمضان المبارک میں مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں اور قیام اللیل کرتے ہیں تو مسلمانوں میں سے اللہ کے خاص بندے یعنی کامل مردانِ حق نورانیتِ الٰہیہ اور تجلیات میں غوطہ زن ہوتے ہیں ان کی عبادت کی خیر و برکت سے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے ہر خاص و عام کو فائدہ پہنچنا آسمانوں کے دروازوں کے کھلنے کے مترادف ہے۔

ان احادیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو جنت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں۔ اس حدیث کا پہلا مفہوم تو یہ ہے کہ رمضان میں حقیقی معنوں میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کامل مردانِ حق کی روحیں عالم روحانیت میں ان دروازوں سے جنت میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اہلِ دنیا پر اس مبارک ماہ میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ہر خاص و عام اللہ کی رحمت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ یعنی حصولِ رحمت اللہ کے رحمت کے دروازے کھلنے کے برابر ہے۔

مراۃ میں لکھا ہے کہ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں، روزی اور فرشتے اترنے کے دروازے، لوگوں کے اعمال جانے کے دروازے، عذاب آنے

کے دروازے مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ۔ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں۔ یعنی رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (مرآۃ ج ۳)

۴۔ جہنم کے دروازوں کا بند ہونا

بعض احادیث میں یہ روایات بیان ہوئی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو اس وقت جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جہنم ایک بہت بڑا گڑھا ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے جس میں مختلف طبقات ہیں۔ جہاں گناہ کرنے والوں کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔ رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو آخرت میں جہنم میں داخل ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تاکہ لوگ گناہوں کی بجائے نیک اعمال کریں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے شیطان اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ ایک ندا کرنے والا پکارتا ہے اے خیر کے طلب کرنے والو! متوجہ ہو۔ اور اے شر کے طلب کرنے والے! باز رہ۔ اور اللہ

الشَّرِ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ ؛ کے لیے آگ سے آزاد ہونے والے ہیں۔ اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ رمضان المبارک میں ہر طرف ایسا رحمت سے بھرا ہوا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ جس میں لوگوں کا دل نماز کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اہلِ ثروت کے دل میں یہ بات جاگزین ہو جاتی ہے کہ رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کریں۔ ایسے ہی لوگ نوافل اور ذکر اذکار کی طرف لپکتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں۔ حتیٰ کہ ہر عابد کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہو جاتا ہے جو آخرت میں روزہ دار کے لیے جہنم سے چھٹکارے کا سبب بنے گا۔ اور جہنم سے ایسی خلاصی روزہ دار کے لیے جہنم کے دروازے بند ہونے کے مترادف ہے۔

بہر حال روزوں میں جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا ہر مسلمان کو نیک عمل کی دعوت ہے تاکہ ہر مسلمان رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرے اور اس کے لیے جہنم کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند رہے۔

۵۔ رمضان المبارک کے پانچ خصوصی انعام

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مسلمانوں کو پانچ خصوصی انعام عطا کیے ہیں جو پہلی امتوں کے روزہ داروں کو عطا نہ ہوئے تھے۔ یہ انعامات حسب ذیل ہیں:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيَتْ اُمَّتِيْ خَمْسَ خِصَالٍ فِيْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ اُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خصوصی طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی تھیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے

الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ حَتّٰى يُفْطِرُوْا - وَ يُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ يُوْشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ يُلْقُوْا عَنْهُمُ الْمَؤُنَةَ وَيَصِيْرُوْا اِلَيْكَ وَتُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَا يَخْلُصُوْا فِيْهِ اِلٰى مَا كَانُوْا يَخْلُصُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ غَيْرِهٖ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ - قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ -

نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔ پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے، فرمایا نہیں بلکہ یہ دستور ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (بیہقی)

اس حدیث میں پانچ انعاموں کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ پہلا انعام یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو بہت پسند ہے کیونکہ روزہ کی حالت میں فاقے کی وجہ سے جو بدبو روزہ دار کے منہ میں پیدا ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ کی بدبو کا عوضانہ عالم برزخ، قیامت اور جنت میں خوشبو کی صورت میں ملے گا اور وہ خوشبو اتنی اعلیٰ ہوگی کہ دنیا کی مشک جیسی بہترین خوشبو بھی اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔ خوشبو کا ملنا جسم اور روح میں تازگی کا سبب بنتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ کی بدبو کا بدلہ ملے گا۔ وہ انسان

کے لیے سکون اور راحت میسر کرے گا۔

دوسرا انعام یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے مچھلیاں دعا کرتی ہیں انسان کے لیے مچھلیوں کا دعا کرنا ایک طرح کا اعزاز ہے کہ وہ انسان بڑا خوش بخت ہے کہ جس کے لیے جانور بھی دعا کریں۔

تیسرا انعام جنت کا سجایا جانا ہے۔

چوتھا انعام شیطان کا قید ہونا ہے تاکہ وہ عبادت میں خلل نہ ڈالے۔

پانچواں انعام مغفرت ہے جو روزہ کی بدولت حاصل ہوگی۔

ان انعامات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ موضوعات کے تحت بیان کی گئی ہے۔

۷۔ روزہ رکھنے کا خصوصی اجر

انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے اللہ کے ہاں اس کا اجر مقرر ہے۔ جو عمل کرنے والے کو ہر حال میں مل کے رہے گا۔ چھوٹی نیکیوں کا اجر قلیل ہے اور بڑی نیکیوں کا بدلہ بہت بڑا ہے۔ پھر نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔ مثلاً اگر کوئی نمازی ہے تو لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ لوگوں میں پکے نمازی کی حیثیت سے شہرت پا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص زکوٰۃ دیتا اور خیرات کرتا رہتا ہے تو وہ لوگوں میں سخی کے نام سے موسوم ہو کر عزت پاتا ہے۔ اگر کوئی دیانت اور صداقت کو اپناتا ہے تو اس نیکی کی نسبت سے لوگوں میں دیانت دار اور سچے کی حیثیت سے شہرت اور عظمت پاتا ہے۔ غرضیکہ جو بھی ہم عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس عبادت کے عوض ہمیں معاشرے میں دوسرے لوگوں سے نمایاں کر دیتا ہے تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نیکی کا بدلہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی آخرت میں انسان کی نیکیوں کا بدلہ اور عوضانہ انسان کی بخشش و مغفرت، دخولِ جنت اور بلندی درجات ہے۔ مگر روزہ کی جزا کے بارے میں خدا نے اتنا بلند درجہ رکھ دیا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور

ہیں روزے کے لیے۔ یعنی اتنے مختصر سے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ جو روزہ رکھے گا۔ میں اسے جتنا اجر چاہوں گا عطا کر دوں گا۔ یہی بات حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضٰعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ ؕ

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کا ہر نیک عمل اس کے لیے بڑھایا جاتا ہے اس طرح کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے جو سات سو نیکیوں تک جا پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا کیونکہ روزہ دار اپنی خواہشاتِ نفس اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی۔ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اس میں بدکلامی نہ کرے اور نہ دنگا فساد۔ پس اگر کوئی اسے بُرا کہے یا اس سے لڑنا چاہے تو اسے کہنا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(بخاری شریف)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ نیک اعمال کے سلسلہ میں ادنیٰ درجہ دس ہے۔

کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گنا ملے۔ پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق و خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدقِ نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات و اوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانیوالی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلہ میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ ؛

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک خوشی جس وقت وہ روزہ کھولتا ہے اور اسے دوسری خوشی اس وقت ہو گی جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ (نسائی)

اس حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہا اور لا محدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

خلوصِ نیت کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور جس عبادت میں جتنا خلوص زیادہ ہو اس کا اتنا ہی اجر زیادہ ہے۔ روزہ کے علاوہ جتنی فرضی عبادات ہیں وہ کسی نہ کسی

صورت میں دوسرے لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں شخص عبادت میں مشغول ہے۔ نماز پڑھتے وقت اکثر دوسرے دیکھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے وقت بھی اظہار ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی حج ایسا فریضہ ہے جو لوگوں کے ساتھ مل کر ادا کیا جاتا ہے جس سے دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے۔ لہٰذا ان تمام عبادات میں اظہار کے ذریعے ریا کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ لیکن روزہ صرف ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ ایک مخفی عبادت ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ ایک شخص بظاہر رمضان میں نہ کھائے نہ پیئے تو اس کے بارے میں گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ روزہ دار ہے۔ ایک شخص چھپ کر کھاتا پیتا ہے تو کسی دوسرے کو پتہ نہیں چل سکتا۔ کیونکہ روزے سے نہ ہوتے ہوئے بھی کہہ سکتا ہے کہ میں روزے سے ہوں۔ کوئی دوسرا فرد یقین سے نہیں جان سکتا کہ اس کا روزہ ہے کہ نہیں۔ اگر اس کا روزہ ہے تو پھر بھی وہی جانتا ہے اگر نہیں ہے تو بھی سوائے خدا کے اسی کو معلوم ہے۔ جب تک کہ وہ خود دوسرے کو نہ بتا دے۔ اس طرح روزے کا معاملہ اللہ اور روزہ دار کے درمیان ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اس میں دوسری عبادات کی نسبت ریا کا امکان بہت کم ہے۔ کیونکہ ایک بے روزہ شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے بیشک کہتا پھرے کہ اس کا روزہ ہے لیکن اس ریا سے بات نہیں بنے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔ کھانے پینے کا اختیار رکھتے ہوئے بھی اللہ کے حکم کے تحت اپنے آپ کو کھانے پینے اور شہواتِ نفس سے روکے رکھنا بڑی بات ہے۔ لہٰذا اس میں صرف خلوص اور رضائے الٰہی کا جذبہ کارفرما ہے۔ اللہ کے ہاں اس کا اجر بے حساب ہے۔

ایک اور حدیث میں یہی بات اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندوں کے اعمال اللہ کے نزدیک سات درجے پر ہیں۔ دو عمل تو ایسے ہیں کہ دو چیزوں کو واجب کرتے ہیں اور دو ایسے ہیں کہ ان میں بدلہ عمل کے برابر ملتا ہے

اور ایک عمل وہ ہے جس کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور کوئی عمل ایسا ہے کہ اس کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کے ثواب کی حد سوائے اللہ پاک کے اور کوئی نہیں جانتا۔ نہ کسی فرشتے کو اس کے لکھنے کی طاقت ہے۔ واجب کرنے والی دو چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص نے شرک نہ کیا اور عبادت کرتا رہا اور توحید پر مرا اس کے واسطے جنت واجب ہوگئی۔ دوسری یہ ہے کہ جو شخص شرک پر مرا اس پر دوزخ واجب ہوگئی۔ اور ایک عمل کا اسی کے برابر بدلہ ملنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس کسی نے ایک گناہ کیا تو اس کا ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔ دوم یہ ہے کہ اگر کسی نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر عمل کرنے کا اتفاق نہ ہوا تو صرف نیت کی برکت سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور دس گُنا ثواب ملنے والی تمام نیکیاں ہیں جب مسلمان کسی قسم کا نیک کام کرتا ہے تو کم سے کم دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ عمل جس کا بدلہ سات سو تک ہے وہ یہ ہے کہ کوئی سبیل اللہ میں یعنی جہاد شرعی میں اپنے مال کو خرچ کرے تو اس کا ثواب ایک ایک کا سات سات سو لکھا جاتا ہے۔ ایک درہم کے سات سو درہم، ایک دینار کے سات سو دینار لکھے جاتے ہیں اور وہ عمل جس کے ثواب کی حد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا وہ رمضان المبارک کا فرض روزہ ہے۔ (ترغیب)

ماہ رمضان کے نفل دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کے ستر فرائض کی مثل ہے لہٰذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ اور دنوں میں وہاں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے تو رمضان میں ستر لاکھ۔ اس حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب ۳۵ لاکھ ہے۔ یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے۔ شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی۔ انشاء اللہ! (مرآۃ ج ۳)

۷۔ روزہ دار کی دُعا کی قبولیت

رمضان المبارک کے فضائل میں سے روزہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی دعا قبول فرماتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ دَعْوَۃً مُّسْتَجَابَۃً۔

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزاز)

جن لوگوں کی دعا میں عجز، نیت میں خلوص ہو توان کی دعا جب بارگاہ رب العزت میں پیش ہوتی ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ یوں تو ہر وقت ہی اللہ تعالےٰ کے حضور دعا مانگی جا سکتی ہے لیکن بعض موقعوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دے رکھی ہے کہ اگر اس موقعہ یا مقدس وقت میں دعا مانگی جائے تو وہ ضرور مستجاب ہوتی ہے ان مستجاب موقعوں میں ایک موقعہ روزہ کی افطاری ہے کیونکہ روزہ دار جب روزہ افطار کرنے لگتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ روزہ دار کی ہر دعا قبول فرماتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمْ اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَھَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور

وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْبَعْدَ حِیْنٍ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔ (ترمذی)

افطاری کے وقت اللہ کی رحمت اور بخشش مانگنی چاہیئے۔ جن حضرات کا روزہ بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہو ان کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات قبولیتِ دعا کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا تو روزہ دار سوچتا ہے کہ اس کی دعا مندرجہ بالا احادیث کے مطابق قبول ہونی چاہیئے لیکن دعا قبول کیوں نہیں ہوئی۔ تو یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی ہر جائز دعا قبول فرما کر اس کو تدبیر عمل میں ڈال کر کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر دیتا ہے اور جب وہ عرصہ گزر جاتا ہے تو کام ہوتے کے آثار پیدا ہو کر دعا مانگنے والے کے سامنے آجاتے ہیں اس لیے دعا کر کے پُرامید رہنا چاہیئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک ضرور ملتی ہے۔ یا وہ چیز ہی خود ملتی ہے جس کی دعا کی، یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے ہٹادی جاتی ہے۔ یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ بندے کو بلا کر کہے گا کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی؛ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہو گا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو۔ تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دے۔ تو میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لیے دعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لیے متعین کیا۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس

ہر ہر دعا یاد کرائی جائے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جائے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش! دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی تاکہ یہاں اس کا اجر ملتا۔ غرض دعا نہایت ہی اہم چیز ہے، اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔ لہٰذا ظاہر میں اگر قبولیت کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیئے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے! متوجہ ہو اور آگے بڑھ اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کہ کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے! کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے! (ترغیب)

دعا کے قبول ہونے کے لیے کچھ شرائط بھی وارد ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب! کرتے ہیں مگر کھانا حرام پینا حرام، لباس حرام، ایسی حالت میں کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے؟

بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اس کے لیے بددعا کرتے وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مومن ماہِ رمضان میں بیدار ہوتا ہے اور لیٹے لیٹے کروٹیں بدلتا ہے اور اللہ عزوجل کے ذکر

میں لگا رہتا ہے تو اس سے فرشتہ کہتا ہے "اُٹھ ، اللہ تجھ پر رحم کرے" پھر جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کا بچھونا اس کے لیے دعا کرتا ہے "اے اللہ! اس کو جنت کے اعلیٰ بچھونے عطا فرما" اور جب اپنا لباس پہنتا ہے تو وہ لباس اس کے لیے دعا کرتا ہے "اے اللہ! اس کو جنت کا لباس عطا فرما" اور جب وہ جوتے پہنتا ہے تو وہ جوتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں "اے اللہ! اس کو پُل صراط پر ثابت قدم رکھنا" اور جب برتن لیتا ہے تو وہ برتن اس کے لیے دعا کرتا ہے "اے اللہ! اس کو جنت کے برتن عطا فرما" اور جب وضو کرتا ہے تو پانی اس کے لیے دعا کرتا ہے "اے اللہ! اس کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک وصاف کردے" اور اگر اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے (یعنی نماز پڑھنے لگتا ہے) تو اس کے لیے کعبۃ اللہ شریف دعا کرتا ہے "اے اللہ! اس کی قبر کو منور اور کشادہ کردے"۔ اور اس کی طرف اللہ نظر کرتا ہے اور فرماتا ہے "اے میرے بندے! تو جو کچھ دعا مانگے گا میں قبول فرماؤں گا" (نزہتہ المجالس)

۸۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں

روزہ رکھنے والے کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ فرحت سے مراد خوشی ہے اس کے متعلق حدیث پاک میں یوں بیان ہوا ہے:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ الصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ حِیْنَ یُفْطِرُ وَ حِیْنَ یَلْقٰی رَبَّہٗ وَالَّذِیْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک خوشی جس وقت وہ روزہ کھولتا ہے اور اسے دوسری خوشی اس وقت

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ ۔ ہوگی جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ (نسائی)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ رکھنے والے کے لیے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت افطار کے وقت کی اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے حکم کو بجالاتا ہے تو اسے بیحد فرحت ہوتی ہے۔

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ ایک فرحت روزہ دار کو اس وجہ سے حاصل ہوتی ہے کہ جب وہ روزے کی بنا پر بھوکا اور پیاسا رہنے کے بعد روزہ افطار کرتا ہے تو سیر ہو کر کھانے پینے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے جس سے وہ خوش ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ عبادت کی لذت بھی شامل حال ہو جاتی ہے اور شکر کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ سرد پانی پینے سے اندرونِ دل سے شکرانے کے جذبات ابھرتے ہیں۔ یا بندے کو اس وجہ سے مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کھا کر شکر ادا کرتا ہے۔ دوسری مسرت آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات یعنی دیدارِ الٰہی کے وقت حاصل ہو گی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲)

ایک عارف کا قول ہے کہ روزہ میں بھوک برداشت کرنے کی بنا پر بندے میں روحانی فیوض و برکات بڑھتے ہیں جس سے بندے اور اللہ میں ایک رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور یہی رابطہ ملاقات کے مترادف ہے جس سے انسان کو بہت زیادہ فرحت حاصل ہوتی ہے۔

[illegible] کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کو خوشی دو وجہ سے ہو سکتی ہے یا تو اس لیے کہ وہی وہ وقت ہوتا ہے جبکہ روزہ دار اپنے آپ کو

اللہ رب العزت کے حکم اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ محسوس کرتا ہے یا پھر یہ کہ وہ عبادت کی توفیق اور اس کی نورانیت کی وجہ سے اپنے آپ کو مطمئن و مسرور محسوس کرتا ہے جو ظاہر ہے کہ خوشی کا سبب ہے۔ اس کے علاوہ دنیاوی اور جسمانی طور پر بھی یوں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔

۹۔ جنت کا سجایا جانا

روزہ داروں کی حوصلہ افزائی کا ایک اعزاز یہ ہے کہ جنت کو سجایا جاتا ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّۃَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَّاْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلٍ قَالَ فَاِذَا کَانَ اَوَّلُ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ ھَبَّتْ رِیْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ عَلَی الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَقُلْنَ یَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِکَ اَزْوَاجًا تَقَرُّ بِھِمْ اَعْیُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْیُنُھُمْ بِنَا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سال کے شروع سے آئندہ سال تک رمضان کے لیے جنت کو مزین کیا جاتا ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے عرش کے نیچے سے جنت کے پتوں سے حوروں پر ایک ہوا چلتی ہے۔ وہ کہتی ہیں اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں ہمارے ایسے شوہر بنا جن کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور ہمارے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

(بیہقی فی شعب الایمان)

ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی جائے قیام صاف ستھری، عمدہ اور عالی شان ہو۔ آخرت میں روزہ داروں کی جائے قیام جنت ہے جس میں روزہ دار کے لیے عالی شان محلات ہوں گے اور ان خوبصورت محلات کا

امتیاز یہ ہے کہ وہ مردانِ حق جن کو روزہ کی بدولت جنت ملے گی۔ جوں جوں وہ ہر سال روزے رکھنے کے اہتمام کرتے جا رہے ہیں۔ ویسے ہی ان کے لیے سال بہ سال جنت سجتی جا رہی ہے اور آخرت میں جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اس وقت ان کے نیک اعمال کی بنا پر جنت بہت زیادہ سج چکی ہو گی۔ اس خبر پر روزہ دار بہت خوش ہوں گے۔ مشاہدے کی بات ہے کہ جب کسی شخص کو خاص اہمیت حاصل ہو تو جب وہ کسی مقام پر جائے تو اس کا شاندار طریقہ سے استقبال کیا جاتا ہے۔ اس کی قیام گاہ کو خوب سجایا جاتا ہے تا کہ سجاوٹ کو دیکھ کر آنے والا خوش ہو ایسے ہی روزہ داروں کے لیے جنت ہر سال سجائی جا رہی ہے اور اس کی سجاوٹ قیامت تک جاری رہے گی۔ حتیٰ کہ روزہ دار قیامت کے روز جب جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس بے مثل جنت کی سجاوٹ کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوں گے اور یہ ان کے روزے کا انعام ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رمضان شریف کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو عرشِ عظیم کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا چلتی ہے جو جنت کے درختوں کے پتوں کو ہلاتی ہے۔ اس ہوا کے چلنے سے ایسی دلکش آواز بلند ہوتی ہے کہ اس سے بہتر آواز آج تک کسی نے نہیں سُنی۔ حوریں اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہیں یا اللہ! اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے شوہر مقرر فرما۔ پس رمضان کے روزہ داروں میں سے کوئی ایسا نہ ہو گا جس کو ان حوروں میں سے کوئی حور نہ ملے۔ ان حوروں کے واسطے سرخ یاقوت سے بنا ہوا ایک تخت ہے۔ ہر تخت پر ستر فرش ہیں اور ستر نعمت کے خوان جو مختلف قسم کے کھانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ سب نعمتیں روزہ داروں کے لیے ہوں گی۔ اور یہ ان نیکیوں کے علاوہ ہوں گی جو روزہ دار نے رمضان شریف میں کیں۔ (درۃ الناصحین)

۱۰۔ جنت کا باب ریان

اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کی مخصوص قدردانی کے لیے جنت میں داخل کرنے کے لیے ایک دروازہ مخصوص کر رکھا ہے جس کا نام باب ریان ہے جو صرف روزہ داروں کے لیے کھولا جائے گا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلصَّائِمِيْنَ بَابٌ فِي الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُ فِيْهِ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ اُغْلِقَ مَنْ دَخَلَ فِيْهِ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ فِيْهِ اَبَدًا۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک ایسا دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں اس میں روزہ داروں کے سوا کوئی نہ جائے گا۔ جب اس میں آخری شخص داخل ہوگا تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ جو شخص وہاں بند (داخل) ہو گیا وہ اس کے پانی کو پیے گا اور جس نے ریان کا پانی پی لیا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (نسائی)

قانون خداوندی ہے کہ راہ ہدایت میں انسانی اصلاح اور صالح تربیت کی خاطر جو تھوڑا بہت دکھ درد ملتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بدلہ بڑی بہتر صورت میں دیا جائے گا۔ چنانچہ روزہ داروں کو آخرت میں روزہ کی بھوک اور پیاس کے عوض جنت میں اس جگہ سے گزارا جائے گا جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ مشروبات اور عمدہ سے عمدہ کھانے ہوں گے تاکہ وہ جی بھر کر کھائیں اور پئیں دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی ملک کے حاکم کی دعوت کی جائے تو اس کو دعوت خانے میں لانے کے لیے ایک مخصوص دروازہ اور راستہ مقرر کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے مہمانوں کے لیے عام راستہ اور دروازے استعمال کیے جاتے ہیں اس سے مہمان کی عزت اور توقیر مقصود ہوتی ہے جو اس مہمانِ خصوصی کے علاوہ دوسروں کو

میسر نہیں آتی۔ باب ریان کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید یہ فرمایا:

عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ ؂

حضرت سہل رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازہ سے بجز روزہ داروں کے اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں۔ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس دروازہ سے ان کے سوا کوئی داخل نہ ہو گا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور اس میں اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ (بخاری شریف)

ابن ماجہ میں یہی روایت حضرت سہلؓ سے یوں مروی ہے،

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يُدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِيْنَ دَخَلَهُ وَمَنْ دَخَلَهُ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا ؂

حضرت سہل رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام باب الریان ہے اس سے قیامت کے دن آواز دی جائے گی کہ روزے دار کہاں ہیں؛ تو روزہ دار اس میں سے داخل ہوں گے۔ اور جو اس میں داخل ہو جائے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ

حضرت سہل بن سعد رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک

اَبْوَابٍ مِّنْهَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ۔ | دروازہ کا نام ریان ہے جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے آٹھ دروازے ہیں اور یہ دروازے درجات اور مراتب کے لحاظ سے مخصوص کیے گئے ہیں اور ان میں ایک دروازہ روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے اور یہ دروازہ باب ریان ہے۔ ریان کا لفظ ری سے ماخوذ ہے جس کے معنی بہت سیراب کرنے والا ہے۔ یعنی روزہ دار جب اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے وہاں بیشمار کھانے پینے کی نعمتیں ہوں گی جہاں وہ جی بھر کے کھائیں گے اور ان کا یہ خصوصی اعزاز روزہ رکھنے سے ہوگا۔

خصوصی مہمان نوازی کے بعد روزہ دار اپنے مقررہ درجات اور مقامات کی طرف چلے جائیں گے جو ان کے لیے مقرر کیے گئے ہوں گے اور باب ریان سے داخل ہونے میں جو آسانی اور فرحت روزہ دار محسوس کریں گے وہ دوسرے محسوس نہیں کریں گے۔ باب ریان کی اصلیت کے علاوہ میرے نزدیک باب ریان سے مراد نیک اعمال ہیں اور ان میں سے ایک عمل روزہ رکھنا ہے جس کی بنا پر انسان جنت میں داخل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ جنت میں جانے کے لیے ایک دروازے کی مانند ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ نُوْدِیَ فِی الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ | حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک جوڑا دے اسے جنت میں پکارا جائے گا اے اللہ کے بندے! یہ تیری نیکی ہے۔ تو جو شخص نمازی ہوگا وہ نماز کے

كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ يُدْعٰى مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ قَالَ اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰى اَحَدٍ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ - وَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ ۞

دروازے سے بلایا جائے گا اور جو شخص جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ روزے کے دروازے سے بلایا جائیگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو شخص سب دروازوں سے بلایا جائے گا اس پر کیا ہے۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جو سارے دروازوں سے بلایا جائے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! اور مجھے توقع ہے کہ تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگے۔ (نسائی شریف)

۱۱۔ مقدس مقامات پر روزہ رکھنے کا اجر کثیر

بعض مقامات کو اللہ تعالیٰ کے ہاں تقدس کا شرف حاصل ہے اور اس مقام پر رہ کر عبادت کرنا یعنی نماز روزہ اور یاد الٰہی میں مصروف ہونا دوسرے مقامات کی نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے اور زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ شہر مکہ میں روزہ رکھنے کے خصوصی ثواب کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ فَصَامَهٗ وَقَامَ مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ

جس نے رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ میں پالیا اور اس نے اپنی طاقت کے مطابق روزہ رکھا اور قیام کیا تو اس کو دوسری جگہ کے

مِائَةَ اَلْفِ شَھْرِ رَمَضَانَ فِيْمَا سِوَاہُ وَكَتَبَ لَهٗ بِكُلِّ لَيْلَةٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ وَكُلِّ يَوْمٍ حُمْلَانَ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ حَسَنَةً وَفِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ حَسَنَةً

(ابن ماجہ، ترغیب)

اعتبار سے اس جگہ ایک لاکھ رمضان گزارنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور ہر ایک دن کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک رات کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور ہر ایک دن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک سواری دینے کا ثواب ملے گا اور ہر ایک رات اور دن کے بدلہ میں اس کو نیکیاں ہی نیکیاں ملیں گی۔

مقاماتِ مقدسہ میں سب سے زیادہ فضیلت اور حرمت شہر مکہ کو حاصل ہے جس میں اللہ کا گھر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی شہر ہے۔ جس وجہ سے وہ سب سے افضل مقام ہے۔ خانہ کعبہ کے بعد مسجد نبوی اور مدینۃ النبی کو وہ بزرگی اور شہرت حاصل ہے جو کسی دوسرے مقام کو حاصل نہیں۔ ان دونوں مقامات کے علاوہ بیت المقدس بھی مقدس مقامات سے ہے۔

اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ شہر مکہ اور خاص کر خانہ کعبہ میں رمضان المبارک گزارنا انتہائی خوش بختی ہے اور سعادت ہے کیونکہ وہاں روزے رکھنا دوسرے مقامات کی نسبت بہت زیادہ ثواب کے حامل ہیں۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں روزہ رکھ کر مشغول عبادت رہنا مقدر کی بات ہے کیونکہ ان دونوں مقامات پر عبادت اللہ کے نزدیک انتہائی قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

صوفیاء اور اولیاء کرام کی ازحد کوشش ہوتی ہے کہ وہ خانہ خدا اور مسجد نبوی میں رمضان المبارک کا مہینہ گزاریں۔ کیونکہ ان دونوں مقامات پر فقرا اور صوفیا خصوصی روحانی کیفیات اور انوارات محسوس کرتے ہیں اور مشاہدات دیکھتے ہیں، جو عام مقامات پہ میسر نہیں آتے۔

ان دونوں مقاماتِ مقدسہ کے علاوہ بزرگانِ دین کی مساجد اور وہ جگہ مقدس

ہے جہاں کسی اللہ کے بندے نے معتکف ہو کر رمضان المبارک گزارا ہو۔ لہذا مقاماتِ مقدسہ پر روزوں میں ذکر و فکر کی جو لذت میسر آتی ہے وہ عام مقامات پر نصیب نہیں ہوتی اور وہاں کی عبادت زیادہ ثواب اور قبولیت کا درجہ رکھتی ہے اس لیے نیک اور صاحبِ دل حضرات کو مکہ معظمہ یا مسجد نبوی میں رمضان المبارک گزارنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۱۲۔ روزہ دار کے مُنہ کی بُو کی شان

روزہ داروں کی حوصلہ افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے اس بو کی بھی تعریف کر دی ہے جو روزہ دار کے منہ میں روزہ رکھنے کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشکِ خالص کی خوشبو کی طرح ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّیَامُ جُنَّةٌ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْهَلْ وَاِنِ امْرُءٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ یَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ دگناہوں کے لیے) ڈھال ہے۔ بنا بریں نہ تو فحش کام کیا جائے اور نہ جہالت کی بات اگر کوئی شخص اس (روزہ دار) سے جھگڑے یا گالی دے تو کہہ دے میں روزہ سے ہوں دو بار کہہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ وہ کھانا پینا اور مرغوبات محض میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ خاص میرے (اللہ) لیے ہے اور میں ہی اس کا صلہ دیتا

بِہٖ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا۔ ہوں اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب ملتا ہے۔ (بخاری)

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک گنہگار دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ آگ اس سے بھاگے گی۔ داروغہ جہنم حضرت مالک دوزخ کی آگ سے کہیں گے تو اسے کیوں نہیں پکڑتی؟ آگ عرض کرے گی میں اسے کیونکر پکڑوں۔ اس کے منہ سے روزے کی بو آتی ہے۔ حضرت مالک اس گنہگار سے پوچھیں گے۔ کیا تو روزہ دار مرا تھا؟ وہ کہے گا جی ہاں! (انیس الواعظین)

۱۲۔ روزہ ڈھال ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں جنگوں کے موقع پر لڑنے کے لیے تلوار اور ڈھال استعمال ہوتی تھی۔ تلوار سے لڑنے والا دوسرے کے جسم پر زخم لگانے کے لیے حملہ کرتا تھا جبکہ تلوار کے اس وار کے سامنے ڈھال کر دی جاتی جس سے تلوار کا وار جسم کو نقصان پہنچائے بغیر خالی رہ جاتا۔ اس لیے ڈھال کا استعمال اپنے آپ کو بچانے کے لیے کیا جاتا تھا۔ روزہ کو کنایہ کے طور پر ڈھال کی مانند قرار دیا گیا ہے کہ جس طرح ڈھال انسان کو تکلیف ملنے سے بچاتی ہے، اسی طرح روزہ انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے۔

(۱) اَنَّ مُطَرِّفًا مِنْ بَنِیْ عَامِرِ ابْنِ صَعْصَعَۃَ حَدَّثَہٗ اَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ اَبِی الْعَاصِ الثَّقَفِیَّ دَعَا لَہٗ بِلَبَنٍ یَسْقِیْہِ فَقَالَ مُطَرِّفٌ اِنِّیْ صَائِمٌ فَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ

مطرف سے روایت ہے کہ عثمان بن ابی العاص ثقفی نے مطرف کے پینے کے لیے دودھ کا پیالہ منگایا۔ انھوں نے جواب دیا میں روزہ سے ہوں۔ عثمان نے فرمایا کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا روزہ دوزخ سے ڈھال کی طرح ہے جیسے تم لوگ جنگ میں ڈھال سے اپنا بچاؤ کرتے ہو۔

جُنَّةِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ ۔ (ابن ماجہ)

(۲) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے ۔ (نسائی)

(۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ سپر (ڈھال) ہے ۔ (نسائی)

(۴) عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ مَا لَمْ یَخْرِقْھَا ۔

حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے ۔ (نسائی)

ان احادیث میں روزہ کی فضیلت کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ جُنَّۃ ہے یعنی ڈھال ہے ۔ ڈھال کا لفظ ایسے جنگی آلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے غازی دوسرے کی تلوار کے وار کو روکتا تھا اور اپنے آپ کو بچاتا تھا ۔ چنانچہ روزہ انسان کو ایسے ہی برائیوں سے بچاتا ہے جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے وار سے بچاتی ہے ایسے ہی روزہ انسان کو ازلی دشمن شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے ا ر آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائے گا ۔ مسند احمد میں ہے کہ میت کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف آ جاتی ہے اور روزہ بائیں طرف ۔ قرآن سر کی طرف اور صدقہ پاؤں کی طرف سے آ جاتا ہے یعنی روزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عذاب جو روزہ دار کو بائیں طرف سے آنا تھا اسے روزے نے ڈھال کی مانند روک دیا ۔

صاحب نہایہ نے روزہ کے ڈھال ہونے کا یہ مطلب لیا ہے کہ روزہ نفسانی شہوات سے بچاتا ہے ۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا مطلب

یہ ہے کہ وہ اپنی مشروعیت کے لحاظ سے سُترہ اور حفاظت کا سامان ہے پس روزہ دار کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو ان تمام چیزوں سے بچائے جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں۔ اور ثواب کم کر دیتی ہیں۔

ابن العربیؒ نے کہا ہے کہ روزہ جسم کے لیے ڈھال ہے اس لیے بتایا گیا ہے کہ جسم کو شہوات کے ساتھ گھیر لیا گیا ہے پس جو آدمی شہوات سے بچے گا وہ جہنم سے محفوظ رہے گا اور روزہ چونکہ شہوات سے بچاتا ہے اس لیے وہ جہنم کی آگ کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔

جس طرح سپر (یعنی ڈھال) تلوار کے وار کو روکتی ہے۔ اسی طرح روزہ بھی جہنم کی آگ وعذاب سے روزہ دار کا بچاؤ کرتا ہے۔ قیامت میں جب دوزخ گنہگار پر حملہ آور ہوگی تو حکم ہوگا جو لوگ روزہ دار مرے ہیں کہاں ہیں؟ جب وہ سامنے جائیں گے تو دوزخ ان کی بُو پہچان کر چالیس برس کے فاصلہ پر ان سے دور ہٹ جائے گی۔ (انیس الواعظین)

۱۴۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے

زکوٰۃ کا مطلب پاکی ہے اور یہ لفظ زکیٰ سے بنا ہے۔ عربوں میں یہ لفظ برکت افزائش پاکیزگی اور صفائی کے لیے استعمال ہوتا تھا لہٰذا جب زکوٰۃ کے طریقہ کا اطلاق ہوا تو اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ اللہ کی راہ میں مال کا کچھ حصہ خرچ کر کے اپنے مال کو پاکیزہ کر لیا جائے۔ اسی طرح روزہ دار کو روزہ رکھنے میں کچھ مشقت اٹھانا پڑتی ہے جس سے باطنی صفائی ہوتی ہے۔ اس بنا پر روزہ کو جسم کی زکوٰۃ کہا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَیْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ

اَلْجَسَدِ الصَّوْمُ وَزَادَ مُحْرِزٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ:

ہے، اور محرزؒ نے اپنی حدیث میں اتنا اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ آدھا صبر ہے۔

(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، صحت، دولت، حسن، علم وغیرہ وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں اور ان نعمتوں کا جتنا بھی انسان شکر ادا کرے کم ہے۔ ان نعمت ہائے گوناگوں کے شکر کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر ان نعمتوں کو دوسروں کے فائدہ کے لیے خرچ کرے۔ مال و دولت کا شکرانہ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچا دے، صحت و تندرستی کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوک و پیاس برداشت کی جائے۔ روزہ میں بھوک برداشت کرنا پڑتی ہے اور پیاسا رہنا پڑتا ہے۔ بے شمار خواہشات پر صبر و ضبط کرنا پڑتا ہے تو ان تمام اشیاء میں جو تھوڑی بہت تکلیف اٹھائی جاتی ہے اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے اور روزہ کی مشقت اور معمولی جسمانی تکلیف، صحت تندرستی اور جسم کی زکوٰۃ کے مترادف ہے۔

صوفیاء نے جسم کی زکوٰۃ کو بے حد پسند کرتے ہوئے نفلی روزوں کا رکھنا اپنا معمول بنایا کیونکہ اس بدنی زکوٰۃ سے انوارات الٰہیہ اور روحانی تجلیات کا حصول ہوتا ہے۔

۱۵۔ شیطانوں کا جکڑا جانا

رمضان المبارک کا آغاز ہوتے ہی شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ ؕ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہِ رمضان آتا ہے، تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

نسائی شریف میں یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ ؕ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے (نسائی)

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَتْ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَّا بَاغِیَ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنات باندھ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اے

الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ وَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ ۔

خیر کے متلاشی ادھر آ اور اے برائی کے متلاشی برائی کم کر اور ہر رات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

ان احادیث میں یہ جو لکھا ہے کہ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش اور سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہِ رمضان میں شیطان لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوتِ حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات و طاعت میں زیادتی ہوتی ہے۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ انسان سے ہر وہ کام کروانے کی کوشش کرتا ہے جو انسان کو اللہ سے دور کرے۔ ابلیس شیطانیت کا مظہر ہے اور وہ انسان دشمنی میں اکیلا نہیں بلکہ ارواحِ خبیثہ اور جنات سے ایک گروہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہے جنھیں شیاطین کہا جاتا ہے۔ شیاطین کے اس گروہ کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ بیک وقت دنیا میں ہر انسان کو دینِ حق سے غافل کرنے کے لیے پورا زور لگاتا ہے۔ انسانی نفس اور خواہشات پر قبضہ کر کے انسان کو راہِ حق سے گمراہ کرنا شیاطین کا سب سے بڑا حربہ ہے مگر رمضان المبارک کی اتنی فضیلت ہے کہ اس مہینہ میں شیاطین کے گروہ کو حقیقی معنوں

میں اپنے افعال پہ پابند کر دیا جاتا ہے تاکہ انسانوں سے برائی سرزد نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہر ممکن اپنی مخلوق کو موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اسے یاد کرے اور اس کی عبادت کرے۔ بعض لوگ یہ نقطہ چینی کرتے ہیں کہ اگر برائی کا مظہر شیاطین ہی ہیں تو رمضان المبارک میں جو برائیاں سرزد ہوتی ہیں پھر وہ کیوں ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان احادیث کے مطابق جب شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تو رمضان المبارک میں رتی بھر بھی برائی نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن یاد رہے کہ شیاطین اگرچہ روزوں میں بند ہوتے ہیں لیکن شیطانی اثرات جو نفوسِ خبیثہ کی عادات میں اثر انداز ہو چکے ہوتے ہیں ان کے زیر اثر لوگ بُرے کام خود بخود کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی برائی میں ملوث کرنے کی پوری جدوجہد کرتے ہیں۔ اس طرح رمضان کے مہینہ میں جو برائی ہوتی ہے وہ انسانی نفس امارہ جو شیطان کی آماجگاہ ہے، کے ذریعہ ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کا خاص نزول رہتا ہے جو عام دنوں میں نہیں ہوتا۔ اس رحمتِ خداوندی کے باعث اکثر لوگ گناہوں سے باز آجاتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ کی عبادت اور نیکیاں کرنے لگ جاتے ہیں جو عام دنوں میں نہیں کرتے۔ پہلے ان کی نماز قائم نہ تھی مگر ماہ رمضان میں نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و فکر کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح مجموعی طور پر اکثر لوگ رمضان المبارک میں بُرے عمل چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہر طرف نیک ماحول بن جاتا ہے۔ اس نیک ماحول کے باعث ہر برائی میں کمی ہو جاتی ہے

دراصل انسان کے روح اور نفس میں رحمانی اور شیطانی اثرات قبول کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو صوفیاء اور اللہ والوں کی صحبت میں رہتے ہیں، نیک اور صالحین کی محفلوں میں بیٹھنا اٹھنا رہتا ہے ان کے نفس کی رحمانی صفت رمضان المبارک میں نیکی اور عبادت کی طرف مائل رہتی ہے اور جن لوگوں کا نفس بُری صحبت

اختیار کرنے کی وجہ سے صفاتِ شیطانی کی آماجگاہ بنا ہوتا ہے وہ اس شیطانی اثر کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی برُے کام کرنے سے باز نہیں آتے۔

۱۶۔ دوزخ سے نجات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(پ ۲۸۔ تحریم: ۶)

مسلمان کی کامیابی کا دارومدار اس امر پر ہے کہ یوم حساب کے بعد دوزخ کے عذاب سے اسے نجات مل جائے۔ کسی کے دوزخ میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کتاب و سنت کی پیروی نہ کرتے ہوئے ایسے اعمال کیے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر انسان کو سزا کے طور پر دوزخ میں پھینک دے گا جو نہایت ہی بُرا ٹھکانہ ہے جس سے بچنے کے بارے میں کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ سزا سے بچ جانے کا واحد طریقہ نیکیوں میں کثرت اور فرضی عبادت کی بجاآوری ہے مگر ان سب فرضی عبادات میں سے روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوزخ کے عذاب سے بچانے کا نہایت ہی مؤثر ذریعہ ہے کیونکہ اس کا اجر دوسری عبادات کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور دوزخ سے بچانے کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے جس طرح ایک مضبوط قلعے کی آڑ میں انسان کو خطرات سے پناہ مل جاتی ہے اور قلعہ میں پناہ لینے سے دشمن سے بچنے کی صورت نظر آتی ہے

اسی طرح روزہ نیکی کا ایک قلعہ ہے جس سے انسان میں نیکی کا مادہ بڑھتا ہے اور گناہ کی قوت کمزور ہوتی ہے یا بعض اوقات ختم ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے فرمایا کہ تم روزہ رکھو اس لیے کہ وہ دوزخ سے بچنے کے لیے اور زمانہ کی مصیبتوں سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان بے شمار برائیوں سے بچ کر صالح بن سکتا ہے جس سے خیر و برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کے رنج و الم سے نجات مل جاتی ہے اور روزہ دار آخرت میں دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زَحْزَحَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا ٭

حضرت ابو ہریرہ رض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال کی مسافت پر دور کر دیتا ہے۔
(مسلم، ابن ماجہ)

اس حدیث میں بھی پہلے والی بات کو ایک اور انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار سے دوزخ کو بہت دور کر دیا جاتا ہے۔ یعنی روزہ دوزخ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

یہی مضمون ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوا ہے:

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ

حضرت ابو امامہ رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی رضا کی خاطر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان

وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ۔
ایسی خندق بنا دیتا ہے جس طرح زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ (ترمذی)

روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ! میں دین و دنیا کی بہتری کے لیے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو، سب سے زیادہ جاننے والے ہو جاؤ گے۔

اس نے عرض کی حضورؐ! میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤں فرمایا قناعت اختیار کرلو سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔

عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اچھا بن جاؤں۔ فرمایا لوگوں سے اچھائی کرو اچھے بن جاؤ گے۔

عرض کی میں چاہتا ہوں کہ میں انصاف کرنے والا بن جاؤں۔ فرمایا جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو۔ انصاف کرنے والے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کا خاص بندہ بن جاؤں۔ فرمایا اللہ کی یاد کثرت سے کیا کرو اس کے خاص بندے بن جاؤ گے۔

عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔ فرمایا اپنے اخلاق اچھے کرلو ایمان کامل ہو جائے گا۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے تابعداروں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا اللہ کے فرائض ادا کرتے رہو اس کے تابعدار بن جاؤ گے۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں کہ میں قیامت کو نور میں اٹھوں۔ فرمایا کسی پر ظلم نہ کرو قیامت کو نور ہی میں اٹھو گے۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم فرمائے۔ فرمایا خود اپنی جان پر اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں میرے گناہ کم ہو جائیں۔ فرمایا کثرت کے ساتھ استغفار کیا کرو، گناہ کم ہو جائیں گے۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت پیدا ہو۔ فرمایا ہمیشہ طہارت پر رہو۔ رزق میں وسعت پیدا ہو جائے گی۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے۔ اس سے محبت رکھو اور جس سے اللہ اور اس کے رسول کو دشمنی ہے اس سے دشمنی رکھو۔ اللہ اور اس کے رسول کے دوستوں میں سے ہو جاؤ گے۔

عرض کی، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے غضب سے بچ جاؤں۔ فرمایا تم کسی پر غضب نہ کرو، اللہ کے غضب سے بچ جاؤ گے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ عِنْدَ کُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءُ وَ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ ؕ

حضرت جابر رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر افطار کے وقت اور ہر رات میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۷۔ روزہ گناہوں کا کفارہ ہے

نیک اعمال گناہوں کا کفارہ ہیں۔ انسانی زندگی سراپا آزمائش ہے۔ اگر روزمرہ زندگی میں کسی سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور صدقہ اس گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں یعنی ان نیک اعمال کی وجہ سے گناہ بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔

اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَنْ يَحْفَظُ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ لَيْسَ اَسْاَلُ عَنْ هٰذِهٖ اِنَّمَا اَسْاَلُ عَنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ وَاِنَّ دُوْنَ ذٰلِكَ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُفْتَحُ اَوْ يُكْسَرُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تُغْلَقَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ ؛

حضرت حذیفہ رض روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث زیادہ کسے یاد ہیں؟ حذیفہؓ بولے میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا کہ انسان کی آزمائش اس کے اہل وعیال۔ اس کے مال، اور اڑوس پڑوس میں ہوتی ہے۔ نماز، روزہ اور صدقہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ عمرؓ نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھ رہا، میری مراد تو وہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح لہریں مارے۔ کہا گیا کہ اس کے آگے ایک دروازہ بند ہے پوچھا، کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ کہا توڑا جائے گا اور پھر قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ ہم نے مسروق سے کہا ان سے پوچھو۔ عمر رض کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ مسروق نے ان سے پوچھا تو وہ بولے ہاں! انھیں جس طرح کل دن کے بعد رات آنے کا یقین ہے۔

(بخاری شریف)

حضرت اعمش رح حضرت خیثمہ رح سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک اور ایک حج دوسرے حج تک اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز دوسری نماز تک کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیئے اس سے بچا تو جو دکچھ گناہ) پہلے کر چکا ہے اس کا کفارہ ہو گیا۔ (بیہقی)

۱۸۔ گناہوں کی بخشش

رمضان المبارک بخشش اور مغفرت کا مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہو جاتا ہے کہ جو خلوصِ نیت سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اللہ اسے معاف کر دیتا ہے اس لیے اس ماہ مبارک میں کثرت سے توبہ کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے مگر جو شخص رمضان المبارک میں بھی اپنے بُرے اعمال کی بنا پر خداوند تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے تو یقیناً وہ بدقسمت ہے۔ اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حسب ذیل ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ۔ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ

حضرت کعب بن عجرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین! جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین! جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبریلؑ میرے سامنے

بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِيْنَ ۔

(بخاری شریف)

آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا) تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین! پھر جب میں دوسرے درجہ پر پہنچا تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا آمین! جب میں تیسرے درجہ پہ چڑھا تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین!

اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انھوں نے آکر آپؐ کے حضور تین باتیں بیان کیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر آمین کہہ کر مستجابیت پر مہر ثبت کردی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس ارشاد میں کہا گیا ہے کہ اول نمبر پر وہ شخص بدقسمت ہے کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ یعنی رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں والا ہے اور اس میں اللہ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے لہٰذا اللہ کی رحمت اور برکت سے مستفید ہونے کے لیے کثرتِ عبادت کی ضرورت ہے۔ مگر جو شخص عبادت کی بجائے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا رہے وہ رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا اور اس طرح اس کے

گناہوں کی مغفرت نہ ہوگی۔ لہذا غور کرنا چاہیئے کہ رمضان سے بڑھ کر مغفرت کے لیے اور کونسا وقت ہوگا تو پھر مغفرت سے محروم شخص کی ہلاکت میں کیا تامل ہے۔

دوسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ کیونکہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لیا جائے اس وقت آپ پر درود پڑھنا واجب ہے اور جو شخص آپ پر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے۔ درود پاک کی بہت فضیلت ہے۔ چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اس کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں۔ اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس کے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ درود شریف سے رزق کی تنگی اور فقر دور رہتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے۔ دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور دل کی کدورتوں سے صفائی ہوتی ہے۔ لوگ درود پڑھنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس لیے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے۔

تیسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے بوڑھے والدین ہوں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ ان کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہوسکے والدین کے حقوق کی بھی بہت تاکید کی گئی ہے لہذا مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے اس لیے ان کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وہ مشرک ہوں۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کریں۔ ان کا نام لے کر نہ پکاریں۔ کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کریں۔ اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے۔ غرض ہر بات میں ان کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے

تیرا جی چاہے اس کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے۔ ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی ان کی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک حج مقبول کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ابھی زندہ ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کر کہ ان کے قدموں کے نیچے تیرے لیے جنت ہے۔

گناہوں کی بخشش کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے رمضان شریف کے روزے رکھے تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جس نے ایمان اور ثواب کے حصول کے لیے رات کو قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کیے جاتے ہیں اسی طرح جو ایمان اور حصول اجر کے لیے لیلۃ القدر میں قیام کرتا ہے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (مسلم)

انسانی زندگی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ زندگی کے شب و روز میں دانستہ یا نادانستہ سرزد ہونے والے گناہ قبل از موت زندگی کے کسی بھی حصہ میں اللہ کی طرف سے معاف ہو جائیں۔ چنانچہ زندگی کے کسی بھی حصہ میں جب انسان کا شعور

بیدار ہو تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرکے معافی طلب کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ مگر اس کے لیے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔ پھر توبہ اور استغفار کے لیے کوئی وقت انتہائی موزوں اور مناسب ہے تو وہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے کیونکہ رمضان کا مہینہ ہزاروں رحمتیں، بخششیں اور عنایات لے کر آتا ہے۔ لہذا گناہوں کی بخشش کا سب سے مقبول ترین وقت روزوں کی رات کا آخری وقت ہے۔ اس وقت بارگاہِ رب العزت میں کی ہوئی التجا کبھی خالی نہیں جاتی۔ اعمال کے لحاظ سے لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو رات دن نیکیوں ہی کی طرف مائل ہیں۔ اور یہ ایسے نیک لوگ ہیں جن پر گناہوں کا بوجھ زیادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ گناہ بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ پھر ایسے لوگ ہیں جو انتہائی گنہگار ہیں اور ان میں نیکی برائے نام ہوتی ہے۔ ان تمام قسم کے لوگوں کے لیے اپنے گناہوں پہ توبہ اور استغفار کے لیے رمضان المبارک ایک تحفہ ہے۔ چنانچہ ایسا موقع ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیے۔

۱۹۔ قرآن اور روزہ باعثِ شفاعت ہیں

قرآن پاک کو پڑھنا اور پھر اس پر عمل کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا یوم آخرت میں نجات کا ذریعہ بنیں گے لہذا قرآن اور روزہ ہمارے لیے باعثِ شفاعت ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ

حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم بندے کی شفاعت کریں گے روزہ کہے گا خداوندا میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے

بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ۔

رکھا تھا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما۔ قرآن کریم کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکے رکھا اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما لہٰذا ان دونوں کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔ (بیہقی)

بعض اہلِ شرح نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ روزہ جب بارگاہِ رب العزت میں پیش ہوتا ہے تو اس عمل میں روزہ کی یہ سفارش ہوتی ہے کہ اے اللہ! اس بندہ نے تیری خاطر اپنے جسم کو کھانے پینے سے روکے رکھا اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور اپنی نفسانی خواہشات کو تیرے حکم کا پابند کیے رکھا۔ چنانچہ اس بھوک کو برداشت کرنے اور اپنے آپ کو دوسری خواہشات سے روکے رکھنے کی بنا پر اس حق میں میری شفاعت قبول کر اور اسے نجات دے۔

اسی طرح جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ قرآن بھی اللہ کے حضور پیش ہو کر کہے گا کہ اس بندے نے دن بھر روزہ کے ساتھ تھکا ماندہ ہونے کے باوجود رات کو اس نے میری تلاوت کی پاسنی۔ اس لیے وہ قرآن سفارش کرے گا کہ میرے پڑھے جانے کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ قیامت کے روز مسلمانوں کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ آپ کی امت کے زیادہ سے زیادہ لوگ بخش دیے جائیں۔ اسی طرح خصوصیت کے ساتھ یہ دونوں نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس روز مومنین کے حق میں شفیع ثابت ہوں گی بشرطیکہ جنھوں نے روزہ اور قرآن کو خلوصِ نیت سے اپنایا ہو گا۔

۲۰۔ رمضان کی آخری رات کو اُمتِ مُسلمہ کی بخشش

رمضان المبارک کی آخری رات کو روزے رکھنے کا فریضہ پایۂ تکمیل کے مراحل

میں داخل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ماہ کے روزے رکھنے کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے گناہ معاف فرما دیتا ہے جو آخرت میں بخشش کا ذریعہ بن جائے گا۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے :

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِیْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِیْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِیَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ ؕ

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کی آخری رات کو امت کی بخشش کی جاتی ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا، کیا بخشش کی وہ شب لیلۃ القدر ہے تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن کام کرنے والے کو جب وہ کام مکمل کر لیتا ہے تو محنت کا حق دیا جاتا ہے۔ (احمد)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے رمضان المبارک میں بڑے خلوص اور محبت سے روزے رکھے اور احکاماتِ خداوندی پر کاربند رہے اور رمضان المبارک میں بہت زیادہ عبادت کی، عام دنوں سے بڑھ چڑھ کر نیکیاں کیں اور ہر طرح کی برائیوں سے بچے۔ ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری ہے کہ روزے ختم ہونے سے پہلے یعنی آخری رات تک ان کی بخشش ہو جائے گی۔ اس لیے رسول پاکؐ نے فرمایا ہے کہ یہ ان کی مزدوری کا وقت ہے اور مزدوری کی اجرت سے مراد عنایاتِ خداوندی ہیں۔ اور وہ مغفرت کشائش رزق رحمت کی صورت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ مجھ جیسے ناقص العمل گنہگار بلکہ ہر انسان کو چاہیئے کہ ابتدائی روزوں میں وہ بھولا رہے تو آخری روزوں میں اپنے اللہ کو کثرت سے یاد کرے۔ بے راہروی کو چھوڑ کر سرکشی سے توبہ کر جائے اور ہمیشہ کے لیے اللہ کا اطاعت گزار بندہ بن جائے اور ہمیشہ نیکی کی توفیق مانگے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنے جوش پر ہوتی ہے کہ بڑی سے بڑی خطا بھی اللہ کے حضور گریہ زاری سے معاف ہو جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ (گنہگاروں) کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب ۲۹ ویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد کرتا ہے۔ پھر جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے، ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے۔ اور فرشتوں سے فرماتا ہے اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کر لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کو پورا پورا اجر دیا جائے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (اصبہانی)

باب ۴
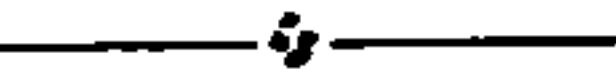
روزہ کے اسرار اور حکمتیں

یوں تو اسلام کی کوئی عبادت ایسی نہیں کہ جس کی صدہا حکمتیں نہ ہوں مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کے بے شمار اسرار و رموز ہیں۔ اگرچہ روزہ کے اسرار اور فیوض و برکات ہر روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں لیکن اس عبادت کے اسرار باطنی اور روحانی مشاہدات خاص کر اللہ کے بندوں پر ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ روزہ کی ظاہری صورت تو بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا ہے اور اپنے نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا ہے۔ مگر اس کی اصلیت اسرار باطنی اور اللہ کی معرفت کا حصول ہے۔ روزہ جہاں انسان میں شریعت مطہرہ کے مطابق ظاہراً اچھے اوصاف اور خصوصیات پیدا کرتا ہے وہاں یہ پاکیزگی نفس بھی کرتا ہے جس سے روح روحانی مدارج طے کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ اس میں عالم ملکوت جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کو پہچاننے لگ جاتی ہے۔ اور یہی انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے کہ وہ اپنے مالک و خالق کو پہچان جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرے۔

روح امر ربی ہونے کی بنا پر پاک اور منزہ ہے لیکن جونہی وہ انسانی جسم میں داخل ہو کر متشکل ہوتی ہے تو وہ مادی جسم کے حجاب میں گھر جاتی ہے۔ روح کی بنا پر ہی انسانی جسم کھاتا پیتا، چلتا پھرتا اور بولتا ہے۔ غرضیکہ ہر وہ فعل کرنے لگتا ہے جس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔ جسم کا تقاضا ہے کہ ضرورت کے مطابق اسے خوراک ملتی رہے تاکہ جسمانی قوت بحال رہے۔ ایسے ہی روح کے لیے بھی ضروری ہے کہ اسے بھی یاد الٰہی کی خوراک ملے تاکہ وہ اطاعت الٰہی پر مائل رہے۔

جس طرح وہ عالمِ ارواح میں طاعتِ الٰہی میں ہے اسی طرح دنیا میں بھی وہ ہر دم اللہ کی یاد اور عبادت میں مشغول رہے اور جسم پر روح کی حکمرانی رہے تاکہ انسان کسی طرح بھی اللہ کی بندگی سے غافل نہ ہو۔ اور نہ ہی نفس سے مغلوب ہو۔ اگر انسان نفس سے مغلوب ہوگا تو اللہ سے دور ہو جائے گا اور اس سے زندگی کا مقصد حاصل نہ ہوگا بندہ اس جہان میں صرف کھا پی کر چلا جائے گا۔ لہٰذا اس روح کی بیداری کے لیے اللہ نے انسان کو روزہ کا حکم دیا، تاکہ بھوک سے روح کو تقویت حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ روح کی غذا ہے۔

روزہ کے اسرار درج ذیل ہیں:

۱۔ رُوحانی اسرار

روزہ کے روحانی اسرار بہت زیادہ ہیں جو طالبانِ حق اور عاشقانِ رسول کو روزہ رکھنے کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ ایک ایسا لاجواب تحفہ ہے جس کے ذریعے سالکانِ طریقت کی روحانی منازل کا سالوں کا سفر دنوں میں طے ہوتا ہے کیونکہ کم کھانا کم بولنا، کم سونا اور کم لوگوں سے ملنا جلنا روحانیت کے ابتدائی اصولوں میں سے ہیں۔ بندے کا تعلق خاص کر غذا کے ساتھ ہے۔ اگر انسان ٹھونس کر کھائے تو لامحالہ اسے نیند آئے گی اور نیند کے غلبہ سے سالک اللہ کی عبادت سے غافل رہ سکتا ہے اور روحانی منزل سے پیچھے رہ جائے گا۔ کم کھانے سے جسمانی طاقت میں کمی کے پیشِ نظر سالکان طریقت میں کم بولنے اور کم سونے کی عادات خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ کم کھانے سے انسان فضول باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے اور اسے زیادہ وقت اللہ کی یاد میں گزارنے کا موقعہ ملتا ہے تو اس طرح روزہ کے ذریعہ صوفیاء کے یہ چاروں اصولوں پر عملی طور پہ کاربند ہونے کا موقعہ ملتا ہے اور اس کی روحانیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

طریقت اور معرفت کا پہلا درجہ توبہ ہے اور ہر صوفی کی ابتدا اسی منزل سے ہوتی ہے کہ سب سے پہلے وہ اللہ کے حضور میں اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کرے اور بارگاہ رب العزت میں گریہ زاری کرکے التجا کرے تاکہ اس کے گناہ معاف کیے جائیں۔ اور گناہ پر معافی کے بعد آئندہ اللہ سے گناہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ اگر بھول کر کوئی خطا ہو جائے تو اس پر استغفار جاری رکھے۔ گناہوں پر تائب ہونے کی رغبت انسان کو روزہ سے میسر آتی ہے۔ اکثر صوفیار کو اپنے گناہوں پر تائب ہونے کا موقع رمضان المبارک میں ملا۔ پھر رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی مہربان ہوتا ہے اور توبہ بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

تائب ہونے پر پورے رمضان المبارک میں سالک کو نیکیاں کرنے کا موقع ملتا ہے اور ذکر و فکر کی طرف طبیعت راجع رہتی ہے۔ اسی طرح مسلسل رمضان المبارک کے روزوں میں تائب کو اپنی توبہ پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔ توبہ کے ساتھ ساتھ بندے میں بے شمار اچھے خصائل پیدا ہو جاتے ہیں جن کی بدولت قدم قدم پر پھر وہ یاد الٰہی میں مصروف رہنے لگتا ہے اور اللہ کا بندہ بننے کے لیے رات دن کوشاں رہتا ہے۔

توبہ اور تزکیہ نفس کے بعد مرشد کی دعا اور روزہ کے فیوض و برکات سے عاشقانِ مصطفیٰ کو معرفت کا علم حاصل ہوتا ہے جسے علم لدنّی کہا جاتا ہے اور صوفیاء کے اس علم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ علمار کے علم کی انتہا صوفیار کے علم کی ابتدا کو نہیں پہنچ پاتی۔ روزہ کے اسرار میں سب سے پہلی چیز روزہ دار کو سچے خوابوں کا آنا ہے۔

روزہ اور یاد الٰہی کی بدولت سالکانِ طریقت کو ابتدائی منازل میں کشف القبور کی عنایت عطا ہوتی ہے۔ اس عنایت سے وہ دنیا سے وصال پا جانیوالے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی حالتِ مراقبہ میں زیارت کرتے ہیں۔ اگر وہ کسی قبر والے کا حال معلوم کرنا چاہیں تو بھی انھیں رحمتِ خداوندی سے معلوم ہو جاتا ہے

اور جب وہ کسی ولی کے مزار پر جاتے ہیں اور ان کی صاحب مزار سے روحانی ملاقات ہوتی ہے ۔ اور ان کی روح ان تمام انوارات اور تجلیات کا مشاہدہ کرتی ہے جو اس اللہ کے پیارے ہوئے بندے پر اللہ کی طرف سے نازل ہو رہے ہوتے ہیں ۔

اللہ کے بندے چونکہ فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے کثرت سے رکھتے ہیں اس لیے اس حالت روزہ میں ان کا حالِ طریقت برقرار رہتا ہے ۔ آہستہ آہستہ زہد و ریاضت کے باعث سالکان طریقت کے حال اور قال میں حقانیت آتی ہے ۔ اگرچہ وہ نماز اپنے علاقہ میں جہاں بھی ادا کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کی سیلانی روح خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتی ہے اور نماز میں انہیں وہ رقت ، اور خشوع و خضوع محسوس ہوتا ہے جو عوام الناس کو میسر نہیں آتا ۔ اور بسا اوقات وہ اپنی روح کو مسجد نبوی میں نماز ادا کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں ۔

ان روحانی مشاہدات کے بعد روزہ کی بدولت انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شامل کر لیا جاتا ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محفل ہر وقت جلوہ گر ہے اور اس محفل میں اللہ والوں کو جانا آنا نصیب ہوتا ہے ۔ اس محفل میں صحابہ کرام رضہ اور اولیاء اللہ بہ نفسِ نفیس تشریف فرما ہوتے ہیں ۔ سالک کا اس مجلسِ محمدی میں تعارف ہو جاتا ہے اور صحابہ کرام رضہ اور اولیاء عظام سے ملاقات اور راز و نیاز کی باتیں بھی ہوتی ہیں ۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور قربت میسر آتی ہے ۔ اس طرح اس مجلسِ محمدی میں جس سالک کا آنا جانا ہوتا ہے گویا اس کو سرور کائنات کی حضوری مل گئی ۔ حضوری کیا مل گئی بلکہ خزانۂ رحمت مل گیا ۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پر نگاہ التفات ہو جائے اسے اور کیا چاہیئے ۔ سبحان اللہ !

کچھ عرصہ مجلس محمدی میں انوار و تجلیات سے فیض یاب ہونے کے بعد روزہ کی بدولت صوفیاء کو آسمانوں کی سیر اور آسمانی مخلوقات کے مشاہدات ہوتے ہیں ۔

جنت کی سیر ہوتی ہے حتیٰ کہ عاشقانِ مصطفیٰ کو روزہ عرشِ معلیٰ کے سامنے پہنچا دیتا ہے جہاں سے صوفیاء کو ذاتِ حق کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ مقام فنا فی اللہ ہے اسے ہر دم اللہ ہی کی ذات نظر آتی ہے اور اللہ کے بندے پر محویت کا عالم طاری رہتا ہے۔ جسے اللہ نظر آئے وہ غیر ذات کو کیونکر دیکھے۔ اس مقام پر بہت کم مردانِ حق پہنچ پاتے ہیں کیونکہ ولی اللہ کا یہ وہ مقام ہے جبکہ اللہ بندے کی زبان پر بولتا ہے۔ یاد رہے کہ ان تمام حجابات کو اٹھانے کے لیے ذکر و فکر، اور ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ روزہ اکسیر کا کام کرتا ہے۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دیتا ہوں۔

۲۔ تزکیۂ نفس

روزہ تزکیۂ نفس کے لیے سب سے مؤثر اور اعلیٰ عمل ہے کیونکہ روح اور باطن کو آلائشوں سے پاک کرنے کے لیے روزہ بہت ہی بہتر اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس لیے اولیاء اور صوفیاء نے روزے رکھنے کو بہت ترجیح دی ہے۔ انسان میں روح کے علاوہ نفس بھی ایک قوت ہے۔ روح رحمانی اوصاف کی مظہر ہے جبکہ نفس شیطانیت کی آماجگاہ ہے۔ جو شخص اللہ کی عبادت یعنی نماز، روزہ اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔ اس کی روح پر رحمانی قوت کا غلبہ ہوتا ہے۔

جب روحانی قوت کا غلبہ ہو تو نفس کی قوت کمزور رہتی ہے لیکن جونہی بندہ ریاضت و عبادت سے غفلت کرتا ہے تو نفسانی قوت زور پکڑنے لگتی ہے اور شیطانی افعال کا آلۂ کار بن کر گناہ میں مبتلا رہنا پسند کرتی ہے کیونکہ نفس کو گناہ میں تقویت اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اس نفس کو قابو میں رکھنے اور اس کی طہارت کے لیے کسی کارگر اور مجرب نسخہ کی ضرورت ہے اور وہ نسخہ روزہ ہے یعنی نفس کو کھانے کے لیے مناسب مقدار میں دیا جائے تاکہ بے آپے سے باہر

نہ ہونے پائے۔

انسان کا اپنا دشمن اس کا اپنا نفس ہے۔ پھر یہ دشمن بھی ایسا ہے جو انسان کے اندر ہے، لہذا بھیدی دشمن سے بچنا بہت مشکل ہے۔ نفس انسان کو ہر دم معصیت اور گناہ میں مبتلا کرنے پر خوش رہتا ہے۔ تکلیف اور سکون دونوں حالتوں میں انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ جب یہ مشکلات اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، تو پھر سرکشی اور فساد کرنے لگ جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ کسی حال میں خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔

نفس مختلف صورتوں سے فساد مچاتا ہے۔ اس کے فساد کی ایک صورت تو ناجائز خواہشات ہیں۔ جائز حد تک ضروریات کو پورا کرنا عین اسلام ہے لیکن نفس کی سرشت ہے کہ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو پھر مزید خواہش کرنے لگ جاتا ہے اور خوب سے خوب تر کے چکر میں انسان کو مبتلا کیے رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ ناجائز خواہشات ہر وقت انسان کو گناہ اور معصیت میں مبتلا کرتی رہتی ہیں۔ اس طرح انسان گناہوں میں ملوث ہو کر مردہ دل ہو جاتا ہے جس کا انجام آخرت میں بہت بُرا ہوگا۔

نفس کے فساد کی ایک اور صورت جنسی خواہشات ہیں جن کی بنا پر وہ طرح طرح کے نفسانی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر نفس کی ایک اور تمنا لوگوں میں سیادت قائم کرنا ہے اور اس تمنا کے باعث انسان میں اخلاق رذیلہ یعنی تکبر حسد، تعصب، بغض، کینہ، غرور، ریاکاری وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ نفس بے شمار نافرمانیوں اور برائیوں کا مظہر ہے۔

لہذا نفس کو ان تمام معصیتوں اور نافرمانیوں سے پاکیزہ اور منزہ کرنے کے لیے روزہ بہترین تریاق ہے۔ گویا تزکیہ نفس کے لیے روزہ بہت ہی ضروری ہے۔

روزہ میں انسان ایک مقررہ وقت کے لیے بھوکا اور پیاسا رہتا ہے اور

اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے بھی روکے رکھتا ہے۔ چنانچہ اس بھوک اور پیاس سے نفس کمزور ہوتا ہے لیکن عقل زیادہ قوی ہوتی ہے۔ نفسانی خواہشات دبتی چلی جاتی ہیں۔ طمع اور لالچ میں کمی آجاتی ہے، حتیٰ کہ نفس اپنی حرکتوں میں بے بس ہو جاتا ہے۔ اس طرح باطل ارادے نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور نفس روزہ سے پوری طرح پاک ہو کر نیکی کی طرف راجع ہو جاتا ہے جس کی بنا پر انسان اپنے خالقِ حقیقی کے حضور نیاز مند بنتا چلا جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں معمولاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہمیں دینِ اسلام ملا، قرآن ملا، ایمان ملا، تحفۂ معراج ملا، روزہ ملا، گویا کہ مکمل ضابطۂ حیات ملا۔ پھر تقاضائے ایمان ہے کہ ہمارا ہر عمل اور قول و فعل اسوۂ رسول ؐ کی تقلید میں ہو، گویا رسول کریم ؐ کا ہر فعل ہمارے لیے نمونہ ہے۔

۲ھ میں جب روزے فرض ہوئے اور قرآن پاک میں روزے رکھنے کا حکم ہوا تو اس سال رمضان المبارک کے مہینے کے رسول پاک ؐ نے اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے روزے رکھ کر جہاد کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی فرضیت سے لے کر سالِ وصال تک بڑے اہتمام کے ساتھ روزے رکھے۔ آپ کی حیات میں جتنے روزے بھی آئے وہ گرمیوں کے موسم ہی کے تھے۔ رمضان المبارک میں آپؐ خصوصی عبادت کرتے اور رات دن اللہ کے حضور میں رہتے۔ روزہ رکھنے میں آپ کا معمول یہ تھا کہ سحری کے وقت نمازِ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد انتہائی قلیل غذا تناول فرماتے اور پھر نہ سوتے اور عموماً اپنے حجرۂ مبارک سے نکل کر مسجدِ نبوی میں آجاتے۔ اتنے میں اذان کا اہتمام ہوتا اور کچھ دیر کے بعد آپ کی امامت میں فجر کی نماز پڑھی جاتی۔ نمازِ فجر کے بعد آپ عالمِ محویت میں بیٹھے رہتے۔ حتیٰ کہ اچھی طرح دھوپ نکل آتی۔ نفلی نماز

اشراق ادا کرتے۔ اس کے بعد مسجد سے حجرہ مبارک میں تشریف لاتے اور کچھ وقت کے لیے سو جاتے۔ پھر نصف النہار سے قبل نماز چاشت ادا کرتے پھر نماز ظہر تک دنیاوی امور سرانجام دیتے۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد بعض اوقات تھوڑا سا آرام فرماتے اور پھر بیدار ہو کر تلاوتِ کلام پاک فرماتے۔ جب عصر کا وقت ہو جاتا تو نماز عصر ادا فرماتے۔ نماز عصر کے بعد کبھی آپ حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اور کبھی مسجد نبوی ہی میں رہتے۔ ایسے ہی افطاری کبھی کبھار گھر پر فرماتے اور عموماً مسجد میں روزہ افطار کرتے۔ نماز مغرب کے ساتھ ہی نماز اوابین کے نوافل ادا فرماتے اور پھر گھر پر کھانا تناول فرماتے۔

نماز عشاء مسجد میں ادا کرنے کے بعد نماز تراویح کا کبھی مسجد میں اور کبھی اپنے گھر پر اہتمام کیا اور کافی رات تک اللہ کے حضور قیام فرماتے اسی لیے آپ نے روزوں میں قیام اللیل پر زور دیا ہے۔

رمضان المبارک میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ جب آپ اعتکاف میں ہوتے تو ان معمولات میں تھوڑی سی تبدیلی ہو جاتی۔ لیکن اعتکاف میں ہوتے ہوئے بھی آپ امامت فرماتے تھے۔ اعتکاف میں رات کو آپ یادِ الٰہی میں بہت محو رہتے تھے۔ رات شب بیداری میں گزارتے تھے اور کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو پل بھر آنکھ لگا لیتے۔

فرضی روزوں کے علاوہ آپ عموماً نفلی روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ اور احادیث کی کتب میں آپ کے نفلی روزوں کے بارے میں اکثر روایات ہیں، ایک صحابیؓ نے حضرت عائشہ رضؓ سے حضور کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا، انھوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرمائیں گے اور کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے۔ ہمارا خیال یہ ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ نہیں رکھیں گے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضؓ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا

انھوں نے فرمایا کہ عادتِ شریفہ اس میں مختلف تھی۔ کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہوتا کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہم سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ آپ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی مل جاتا اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر آجاتا۔ (شمائل ترمذی)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ رمضان المبارک کا پورا مہینہ روزے رکھنے کے علاوہ بھی نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ یوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شب و روز اطاعتِ خداوندی کا آئینہ ہے لیکن رمضان المبارک میں آپ کا لمحہ لمحہ اللہ کے حضور میں گزرتا۔ اطاعت اور عبادت میں جتنی کثرت اور عجز و انکساری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے نہ کسی نے آج تک کی ہے اور نہ کوئی کر سکے گا۔

وہ زمانہ اور ماحول کتنا پر کیف تھا جب کہ فیضانِ رسالت سے لوگوں کے دل منور ہو چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ عشقِ مصطفیٰ سے سرشار تھے۔ مدینے کی گلیاں نورِ ہدایت سے جگمگا اٹھیں۔ مسجد نبوی کی محافل میں انوارات الٰہیہ خیمہ زن ہو چکے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتا، مسلمانوں کے دل باغ باغ ہو جاتے۔ مصطفیٰؐ کے دیوانے مسجد نبوی میں اُمڈ آتے۔ رحمتوں کی بہار پورے شباب پر ہوتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود روزہ دار ہوتے اور مسلمانوں کی حرارتِ ایمان تازہ ہوتی۔ اور اللہ کے بندے اپنے اللہ کو خوب پکارتے تاکہ اللہ ان سے راضی ہو جائے قرآن شاہد ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا۔

روزہ جس طرح مسلمان کو رکھنا چاہیئے اس کا پورا حق تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے ادا کیا ہے اور آپ کے روزوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اے مسلم! مقامِ غور ہے کہ ہمیں بھی ویسے ہی صبر و ضبط اور جوشِ ایمان

سے روزہ رکھنا چاہیئے۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ رمضان المبارک کی راتوں میں اللہ کے حضور میں گریہ زار ہوتے۔ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ ان کی عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ تاریخ مثالیں دینے سے قاصر ہے۔ حالانکہ عاشقانِ مصطفیٰ تو وہ تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ لیکن بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اللہ کے حضور سجدہ ریز رہے اور اس کی رحمت کا طلبگار رہتا ہے۔

یاد رہے کہ مسلمان کا ایمان اتنی دیر تک پختہ اور کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل میں سرورِ کائناتؐ کی محبت ماں باپ، اولاد اور مال وزر سے زیادہ نہ ہو اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اسی طرح روزے رکھیں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ ناقص العمل مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور روزہ کے گراں قدر تحفہ کی لذت سے آشنا نہیں جو امتِ مسلمہ کو دیا گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کے دامن کا اسیر ہے جو انسان کو لذتِ آشنائی کی طرف آنے نہیں دیتا۔

وہ ائمہ جن کے روزے معاشرہ کے لیے مثال ہونے چاہئیں، جن کے زہد وتقویٰ اور ریاضت کے چرچے ہونے چاہئیں، جن کی نگاہ کیمیا پر اثر ہونی چاہیئے۔ جن کی دعا بارگاہِ رب العزت میں مستجاب ہونی چاہیئے، جن کا ایمان قرونِ اولیٰ کے مسلمان جیسا ہونا چاہیئے۔ جن کی محبت سوزِ صدیقؓ اور وفائے بلالؓ ہونی چاہیئے۔ جن کا روزہ صبر کا آئینہ ہونا چاہیئے۔ جنھیں جذبہ اطاعت سے معمور ہونا چاہیئے، جنھیں عشقِ مصطفیٰ کا گدا ہونا چاہیئے۔ جن کی امامت میں فقیری، جن کے زہد میں تقویٰ جن کے عمل میں عاجزی۔ جن کے صدقہ میں جذبۂ ایثار، جن کی مسلمانی میں اکملیت ہونی چاہیئے۔ لیکن ہمارے کچھ علمائے کرام کے اعمال عجز سے خالی ہیں، ان کے روزے زہد وتقویٰ کے محتاج ہیں، ان کا نفس صبر کا عادی نہیں، ان کا کردار سراسر بناوٹی ہے، ان کا دل عشقِ مصطفیٰ سے لبریز نہیں، ان کی زبان گفتار کی غازی ہے

لیکن ان کا تن کردار کا غازی نہیں، ان کا ذوق حق کا عادی نہیں۔ ان کی عادات خصائل علیہ سے خالی ہیں۔ ان کے وعظ بے معنی اور بے اثر ہیں، ان کے مزاج میں امامت کی انا ہے، ان کی علمیت میں غرور ہے، عجز و انکساری نہیں۔ ان کے اخلاق میں حاکمیت ہے، بندہ نوازی نہیں، ان کے قول میں مکروفریب ہے صداقت نہیں، اے میرے دوست! اپنے من کی دنیا کو مکروفریب اور جھوٹی کروفر سے پاک کر اور اپنے روزے میں وہ اوصاف پیدا کر کہ وقتِ افطار اللہ تیرے روزہ پر راضی ہو کر تیری دعا قبول فرمائے اور انعام واکرام کے لیے تیری مرضی طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے روزے رکھنے کی توفیق دے۔ (آمین!)

ہمارے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں روزہ رکھنے والے ولی اللہ اور صوفیاء موجود ہیں جن کا لمحہ لمحہ یاد الٰہی میں ڈوبا ہوتا ہے۔ جن کے روزہ میں عجز و نیاز ہوتا ہے لہٰذا ایسے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر کے رحمت ایزدی کے فیوض و برکات حاصل کرتے چاہئیں اور روزہ رکھ کر روزے کے آداب کو پورا کرنا چاہیئے۔

باب ۵

مقاصدِ روزہ

اسلام کی ہر عبادت کا منشا رضائے الٰہی ہے اور رضائے الٰہی بندگی اور اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ بندگی اور اطاعت کے لیے دو قسم کے حقوق کی ادائیگی انسان کے ذمہ لگائی گئی ہے۔ یہ دونوں حقوق یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔ ان دونوں قسم کے حقوق کو قرآن اور سنت کے مطابق سرانجام دینا سراسر عبادت ہے چنانچہ اسلامی عبادات انسان کو ایک طرف تو اللہ کی بندگی اور اطاعت سے سرفراز کرتی ہیں جس مقصد کے لیے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

دوسری طرف اسلامی عبادات کے ذریعہ انسان میں بہت سے نیک خصائل اور اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی بنا پر انسان ایک اکمل انسان بنتا ہے انھی عبادات کی بدولت انسان کو بے شمار فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ روزہ ان تمام عبادات میں سے اجر کے لحاظ سے انفرادی حیثیت رکھتا ہے اس لیے روزہ سے انسان کو ایک طرف تو رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف لاتعداد فوائد حاصل ہوتے ہیں جو کہ روزہ کی بدولت بندہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

استقامتِ ایمان

روزہ سے ایمان بالغیب کے بنیادی عقیدہ میں استحکام پیدا ہوتا ہے اگرچہ ہر انسان اپنی طبعی آنکھوں سے رب قدوس کو نہیں دیکھ پاتا، کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ کی حکمتوں سے انسان اللہ تعالیٰ کی ذات اور موجودگی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کو

دیکھے بغیر اس پر ایمان لاتا ہے۔ روزہ دراصل اسی ایمان بالغیب میں استقامت پیدا کرتا ہے اور اس عقیدے کو مضبوط تر بنا دیتا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ جو شخص روزہ رکھ لیتا ہے وہ دوسروں کی آنکھوں سے اوجھل چوری چھپے بالکل نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ سخت گرمی میں جبکہ پیاس ناک میں دم کر رہی ہوتی ہے تو ایک قطرہ بھی پانی کا حلق میں نہیں ڈالتا۔ ایسے ہی شدید بھوک کی حالت میں بھی کوئی چیز کھانے کا ارادہ نہیں کرتا۔ وہ انسان ایمان بالغیب کی بنا پر تہ خانے کے اندر جہاں اسے اللہ کے سوا کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا، وہاں بھی اللہ کے خوف کے باعث نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ اور نہ اپنی عورت سے نفسانی پیاس بجھاتا ہے بلکہ اس کے دل میں ارادہ تک پیدا نہیں ہوتا کہ وہ روزہ کے آداب کے خلاف کچھ کرے۔

روزہ دار کا اللہ تعالیٰ پر اس قدر پختہ ایمان ہوتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں کوئی روزہ توڑنے والا کام یا کوئی حرکت کرے گا بھی تو اللہ سے نہیں چھپ سکتا۔ کیونکہ ہر انسان کا ہر فعل اللہ کی نظر میں ہوتا ہے، اس لیے روزہ دار پر اللہ کا خوف اس درجہ تک طاری ہوتا ہے کہ وہ روزہ میں بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کر لیتا ہے مگر اس سے ڈرتا ہے کہ دنیا کی نظروں سے چھپ کر یا دنیا کے سامنے ایسا کام نہ کرے جو اس کے روزے کو توڑنے والا ہو۔ خوفِ خدا کے تحت اس کے عقیدہ آخرت یعنی روز آخر کی جزا سزا، جنت دوزخ، قیامت، موت، برزخ کے بارے میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا کہ میں تو روزہ رکھ کر خواہ مخواہ بھوکا مر رہا ہوں۔ اور کیا معلوم کہ آخر ہوگی یا نہیں۔ بلکہ روزہ کی بدولت ایمان بالغیب بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان ہر وقت یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے کہ اللہ اس کا نگران ہے اور اس کے ہر قول و فعل کو دیکھتا ہے مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ آج روزہ رکھتے ہوئے بھی مسلمانوں کے ایمان بہت کمزور ہیں۔ صرف روزہ میں تو اپنے آپ پر انسان اللہ کا خوف طاری کر لیتا ہے

اور اس کے احکام کی پابندی کر لیتا ہے مگر جونہی رمضان المبارک گزرتا ہے تو اس کے دل سے خوفِ خدا اٹھ جاتا ہے اور دنیا کے ہر بُرے فعل کو اپنا لیتا ہے۔ روزہ رکھنے کے باوجود ایمان کا اس طرح کمزور ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ہمارے روزہ رکھنے میں بہت سی کمیاں ہیں جو انسان میں صحیح ایمانی قوت کو بیدار رکھنے میں معاون ثابت نہیں ہو رہیں۔ استقامتِ ایمان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

بیشک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو ان پر خوف اور نہ ان پر غم آئے گا۔ (پ ۲۶، احقاف ۱۳)

روزہ اور تقویٰ

روزے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے تاکہ تمھیں پرہیزگاری ملے۔ (پ۲، بقرہ ۱۸۳)

اس فرمان الٰہی میں بتایا گیا ہے کہ روزوں کے نزول کا مقصد ہی تقویٰ ہے پھر ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝

ہاں! کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیزگاری کی۔ اور بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش لگتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۶)

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اس کے راستے پر چلے اور اللہ پر بھروسہ کرے۔ روزہ سے انسان میں حد درجہ کا تقویٰ پیدا ہوتا ہے کیونکہ روزہ دار روزہ کو فاسد کرنے والی باتوں سے

بچتا ہے۔ روزہ دار ایسے افعال سے بھی بچتا ہے جو روزہ کو توڑ دیں اور ایسے کاموں سے بھی بچتا ہے جن میں گناہ ہو۔ گویا کہ روزہ دار ہر اس چیز سے پرہیز اختیار کرتا ہے جو روزہ شکن ہوتی ہے۔ پھر یہاں تک ہی نہیں ٹھہرتا بلکہ اخلاقی رذائل سے بھی پرہیز کرتا ہے اور اللہ سے خوف کھاتا ہے کہ کہیں ریا، غیبت، جھوٹ، بے ایمانی اور دوسری اخلاقی برائیوں میں پھنس کر روزہ کے اجر میں کمی نہ ہو جائے یا اللہ کے حضور روزہ قبول ہی نہ ہو۔ چنانچہ روزے سے انسان کو وہ تقویٰ حاصل ہوتا ہے جو اللہ کے بندگانِ خاص میں ہوتا ہے۔ اسی تقویٰ کی بدولت سالکانِ طریقت اور حقیقت کو قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ جتنا کوئی تقویٰ میں بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اس کو اللہ کا قرب زیادہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔

روزہ سے حصولِ تقویٰ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ تقویٰ صرف ان حالات میں حاصل ہوتا ہے جبکہ روزہ کو تمام شرعی ضوابط کے تحت پورا کیا جائے اگر انسان صرف روزہ رکھ کر کھانے پینے سے تو پرہیز کرے لیکن باقی تمام برائیوں کو سرانجام دیتا جائے تو ایسا کرنے سے روزہ سے تقویٰ حاصل نہیں ہوگا۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ روزہ دار جتنا اللہ کی رضا کو مدِنظر رکھ کر روزہ پورے احترام اور لوازمات کے ساتھ نبھائے گا اتنا ہی زیادہ متقی بنے گا۔

روزہ اور حصولِ شکر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا انسان کا اولین فریضہ ہے اور جو ہر حال میں اللہ کے شکر گزار بندے بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ شکر کے بارے میں خود ہی اللہ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ — اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ — تاکہ اللہ کا شکر کرے اور جو شکر کرے

فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝
وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سے سراہا گیا ہے (پ ۲۱، لقمان ۱۲)

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی محسن کے احسان کو یاد کرکے اس کی تعریف کرنا۔ لہذا بندہ کی طرف سے خداوند تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کے معنیٰ ہی خدا کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ۔ اور خدا کی طرف سے بندہ کا شکر ادا کرنے کے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی شکر گزاری پر اس کی تعریف کرنا، بندہ کا احسان (حسنِ کردار) خداوند تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے اور حق تعالیٰ کا احسان اپنے بندہ پر انعام واکرام فرمانا ہے۔ بندہ کی طرف سے اللہ کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اس کا اقرار کرے۔

شکر کئی طرح سے ہے، اول زبان کا شکر، یہ ہے کہ عاجزانہ طریقے پر اللہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اللہ کی نعمت کا اعتراف واقرار۔ دوم بدن اور اعضاء کے ساتھ شکر۔ وفاداری اور خدمت کے ساتھ شکر گزاری ہے۔ سوم دل کا شکر، یہ حدود الٰہی کی پابندی کے ساتھ حاضری کے فرشتہ پر یکسوئی کے ساتھ کھڑا ہو جانا۔ چہارم آنکھوں اور کانوں کا شکر۔ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے ساتھی کے عیب کو دیکھ کر اس سے اغماض اور پردہ پوشی کرے، کانوں کا شکر یہ ہے کہ ساتھی کے اندر کسی عیب کی خبر سن کر اس کو چھپا لے۔ تمام مباحث کا حاصل یہ ہے کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ شکر کے یہ تمام اوصاف انسان کو روزہ رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

انسانی فطرت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ جو چیز اس کو بڑی جدوجہد اور محنت و مشقت اور تکالیف اٹھانے کے بعد حاصل ہو اس کی بہت زیادہ قدر کرتا ہے اور اس پہ اللہ کی ذات کا شکر گزار ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے وہ چیز اسے حاصل ہوئی۔ بعینہٖ تمام دن کا روزہ رکھنے کے بعد شام کو افطار کے وقت جبکہ اس کی بھوک

پیاس شدت کو پہنچ چکی ہوتی ہے اور سارا دن کھانا پینا چھوڑنے سے اس کی طبیعت نڈھال ہوئی ہوتی ہے تو روزہ کی افطاری سے جب اسے اللہ کی نعمتیں کھانے کو ملتی ہیں تو بے اختیار انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کا جذبہ ابھرتا ہے۔ پس روزہ شکر کی حقیقت اور لذت میں اضافہ کرتا ہے اور اللہ کا شکرگزار بندہ بنانے کے لیے نہایت ہی اکسیر ہے۔

کلام الٰہی میں ایک اور جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝

اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔ (پ ۲، بقرہ ۱۷۲)

روزہ اور صبر

دنیا میں جو بھی چیز کامل نظر آتی ہے اس کو یہ کمال صبر کی بدولت حاصل ہوا شاخوں پر پھل صبر نہ کرتے تو کامل اور شیریں نہ ہوتے۔ طالب اگر مشائخ اور اساتذہ کی صحبت میں محنت اور ریاضت پر صبر نہ کرتے تو کامل نہ ہوتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا قف وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہوگے (پ ۴ آل عمران: ۲۰۰)

صبر وہ دولت ہے جس سے انسان میں استقامت پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک ایسا سہارا ہے جو انسان کو منزل کی طرف پہنچانے میں انتہائی مددگار اور معاون ثابت ہوتا ہے۔ مصائب و آلام انسانی زندگی کا ایک لازمی جزو ہیں اور ہر انسان کو ان سے واسطہ پڑتا ہے۔ چنانچہ مصائب و آلام اور مشکل وقت میں وہی

لوگ پورے اترتے ہیں جو رحمتِ خداوندی کے بھروسے پر صبر سے مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں اور بالآخر صبر کی بنا پر وہ کامیاب ہوجاتے ہیں اور انسان میں صبر کی عادت پیدا کرنے کے لیے روزہ نہایت ہی اہم ذریعہ ہے۔

اہلِ تصوف کا کہنا ہے کہ صبر تین طرح کا ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کرنا یعنی حکم الٰہی کی بجاآوری اور ممانعت کی اطاعت میں جو کچھ تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔ دوم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر صبر کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کا جو کچھ فیصلہ اور احکام جاری ہوں اور ان سے تم پر کچھ مصیبت آئے یا افتاد پڑے اس پر صبر کرنا۔ سوم اللہ کے وعدوں پر صبر کرنا یعنی رزق کی کشائش، مالی ضروریات کی تکمیل، ضرورت کا روا ہونا اور آخرت میں ثواب کا جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ پر صبر کرنا۔ یہ تینوں روزہ میں موجود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلصَّبْرُ ضِیَاءٌ (صبر ایک روشنی ہے) لہٰذا روزہ تینوں اقسام صبر کی مجموعی طاقت کے ساتھ باطن کے لیے قوی روشنی اور ضیاء ہے۔ پھر صبر کرنے والوں کے لیے بے حساب اجر ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ ان کے لیے معیت کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ صلوٰۃ اور رحمت اور ہدایت کا مژدہ بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ غرضیکہ یہ سب وعدے اور مژدے بفضلہٖ روزہ دار کو حاصل ہیں کیونکہ وہ صابر ہے۔ اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (صبر اور نماز سے مدد چاہو) کی تفسیر میں بعض مفسرین نے لکھا کہ صبر سے مراد روزہ ہے۔ حدیث میں ہے وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ اور وہ (رمضان) صبر کا مہینہ ہے۔

الغرض روزہ میں انسان ایک معینہ وقت کے لیے ہر چیز سے صبر کرتا ہے بھوک پیاس اسے تنگ کرتی ہے مگر وہ صبر کرکے کھاتا پیتا نہیں اور لذائذ کے

ترک کرنے پڑا سے صبر آزما گھڑی سے گزرنا پڑتا ہے اور خاص کر اللہ کے خاص بندوں کو بے پناہ صبر کی منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور صبر کی ابتدائی تربیت ان کو روزہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

روزہ اور اخلاص

اخلاص کا مطلب خالص ہونا ہے یعنی اخلاص کا اطلاق ہر اس نیک عمل اور قول پر ہوتا ہے جس کا مقصد رضائے الٰہی ہو۔ لہٰذا اعمال کو ریا، نمود، اغراضِ شہرت معاوضہ اور فائدے کے حصول سے پاکیزہ رکھنا اخلاص کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے اخلاص اسلامی عبادت اور اطاعت کی بنیاد ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان اور عمل کا وہ اجر نہیں ملتا جو حقیقی معنوں میں ملنا چاہیئے۔ اس لیے یہ قلبی، مالی جانی اور روحانی، گویا کہ ہر قسم کے نیک اعمال کے لیے ازحد ضروری ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ تو اسے پوجو، خالص اسی کے بندے ہو کر، سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔ (پ ۲۴، مومن: ۶۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینی اور دنیوی اعمال و افعال میں اخلاص کا ہونا بہت ضروری ہے اور خاص کر اسلامی عبادات میں اخلاص نیت لازمی جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اخلاص کو بہت پسند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود بھی حکم دیا ہے کہ:

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝

آپ فرما دیں کہ مجھے حکم ہے کہ اللہ کی عبادت خالص اسی کا بندہ ہو کر کروں۔ (پ ۲۳، زمر: ۱۱)

عبادت کی اصل روح اخلاص ہے لہذا ذکر و فکر میں اخلاص ضروری ہے کیونکہ قبول عبادت کی بنیاد اخلاص ہی ہے۔ جتنا اخلاص زیادہ ہوا تنی جلدی عبادت کو شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے اس لحاظ سے اخلاص بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی حکم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ٥ — آپ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکاریں۔ اگرچہ یہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔

(پ ۲۴، مومن: ۱۴)

پس معلوم ہوا کہ اخلاص بہت بڑی دولت ہے کیونکہ جس نے اخلاص حاصل کر لیا اس نے نفس پر قابو پالیا اور جس نے نفس پر غلبہ پالیا گویا اس نے اللہ کو راضی کر لیا تو جس پر اللہ راضی ہو گیا تو اس نے دنیا کی ہر چیز کو پالیا۔ یعنی اخلاص، اللہ کی قربت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اور یہ وصف ہمیں روزہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوسروں کو بتائے بغیر معلوم نہیں ہوتی، لہذا روزہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے پیش نظر رکھا جاتا ہے جس سے روزہ دار کی نیت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ غرضیکہ روزہ دار کو روزہ اس بات کا عادی بناتا ہے کہ اس کا کوئی عمل دوسروں کے دکھاوے کے لیے نہ ہو بلکہ انسان کی ہر عبادت اور عمل صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے پیش نظر ہو۔ اور یہ اخلاص انسان کی اخلاقی اور روحانی درجات میں بلندی کا باعث بنتا ہے۔

روزہ اور جسمانی صحت

روزہ ایک ایسی فرض عبادت ہے جس سے ثواب کے علاوہ جسمانی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسانی صحت کی بحالی کے لیے روزہ اکسیر ہے۔ روزہ میں قدرتی

شفا ہے۔ روزہ جسم کی مادی کثافتوں کا تنقیہ کرنے کے لیے ایک لاجواب چیز ہے
کیونکہ اللہ نے روزہ میں ایسی حکمت اور تاثیر پیدا کر رکھی ہے جس سے جسمانی صفائی
ہوتی ہے مسلسل روزے رکھنے سے بظاہر تو جسمانی نقاہت اور کمزوری ہوتی
ہے لیکن قدرت اسی نقاہت کے ذریعہ جسم کا تزکیہ کر دیتی ہے اور روزے سے
ہونے والی نقاہت اور کمزوری بھی بہت جلد امر الٰہیہ سے پوری ہو جاتی ہے حکماء
کا بیان ہے کہ یہ ایک مصدقہ اصول ہے کہ اکثر بیماریاں کھانے پینے کی کثرت سے
پیدا ہوتی ہیں کیونکہ بے تحاشا خوراک کے استعمال سے انسانی جسم میں ردی فضلات
پیدا ہو جاتے ہیں جو طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ روزہ
کی وجہ سے قدرتی طور پر اخلاطِ فاسدہ اور ردی فضلات تحلیل ہو جاتے ہیں اور
جسم بیماریوں کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ مقررہ وقت پر کھانا بھی صحت کی
علامت ہے اور یہ مقصد بھی روزہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ روزہ میں انسان
مقررہ وقت پر کھانے پینے کا عادی بن جاتا ہے۔ تجربے اور مشاہدے کی ایک
بات یہ ہے کہ کم کھانے اور بھوک کو برداشت کرنے سے انسانی دماغ پر
خون کا دباؤ کم پڑتا ہے۔ حافظہ اور یادداشت اچھی طرح کام کرتے ہیں اور
انسانی ذہن میں زیادہ دیر تک علم کو اپنے اندر محفوظ رکھنے کی صلاحیت پیدا
ہوتی ہے۔

زاہدوں کے لیے بھوک و پیاس لاجواب ہے۔ عبادت کرنے کے لیے انسان
کو کم کھانے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے تاکہ وضو زیادہ دیر تک قائم رہ سکے
پھر بھوک برداشت کرنے پر ہر چیز زیادہ لذیذ معلوم ہوتی ہے۔ بھوک اور
پیاس برداشت کرنے کا شرعی طریقہ روزہ ہے۔ اس طرح انسان جسمانی فسادوں
سے محفوظ رہتا ہے۔

محمد بن یمانی نے چھ باتوں کا سوال چھ مقامات پر کیا، ہر جگہ سے ایک ہی جواب
ملا، پہلے انھوں نے اطباء سے سوال کیا کہ ایسی چیز بتلاؤ کہ جس میں بدن کی شفاء

اور صحت کی حفاظت ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔ پھر انھوں نے علماء سے پوچھا کہ حافظہ کی قوت کے لیے سب سے بہتر چیز بتلاؤ جس سے علم ذہن میں محفوظ رہ سکے؟ انھوں نے جواب دیا وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔ پھر زاہدوں سے سوال کیا کہ دنیا کی لذت سے بے رغبتی پر کونسی چیز کارآمد ہے؟ انھوں نے بھی جواب دیا کہ وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔ حکماء اور اہل دانش سے پوچھا کہ جو چیز عقل کو زیادہ کرتی ہے وہ کونسی ہے؟ انھوں نے جواب دیا وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔ پھر عابدوں سے پوچھا کہ عبادت کی طرف مائل کرنے والی کونسی چیز ہے؟ فرمایا کم کھانا اور بھوک ہے۔ آخر میں سلاطین اور بادشاہوں سے پوچھا کہ وہ عمدہ اور بہتر شئے کیا ہے جو کھانے کو لذیذ سے لذیذتر بنادے۔ کہا کہ وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔

اکابر اہل دانش کے یہ بیانات سن کر محمد بن یمانی نے فیصلہ کیا کہ اس بھوک اور پیاس کو روزہ جیسی محبوب عبادت کی شکل میں کیوں نہ اختیار کیا جائے۔ چنانچہ وہ اکثر اوقات نفلی روزے رکھتے۔

اجتماعی تربیّت

کسی ملک اور قوم کی روحانی اور مادی ترقی کے لیے پوری قوم کو اجتماعی قواعد و ضوابط کا پابند بنانا اور قوم کی اعلیٰ تربیت کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اور روزہ اسلامی معاشرہ کی اجتماعی تربیت کا آئینہ دار ہے۔ ایک شخص کو الگ تربیت دینا نہایت مشکل ہوتا ہے اور تمام کو یک بار تربیت دینے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

انسان کی انفرادی زندگی اجتماعی طور پر معاشرہ میں جکڑی ہوئی ہے اور اجتماعی زندگی میں ایک انسان کا تعلق دوسروں کے ساتھ بے شمار شعبوں میں ہوتا ہے۔ کہیں لین دین ہے، کہیں کسی کی مدد کرنے کی ضرورت ہے اور کہیں کسی سے مدد

لینے کی ضرورت ہے۔ کہیں کسی پر حکم چلانے کی ضرورت درپیش ہے اور کہیں کسی کے احکامات کی اطاعت کی ضرورت درکار ہے۔ کہیں بھلائی اور نیکی میں دوسروں کی مدد کی ضرورت ہے یعنی قدم قدم پر انسان کو اجتماعی ماحول کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور اسلام مسلمانوں میں ایک مثالی اجتماعی ماحول پیدا کرنے کا علمبردار ہے اور اس مثالی اجتماعی ماحول کے پیدا کرنے کے لیے ہمیں روزہ سے بیشمار اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

رمضان المبارک کا پورا مہینہ عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور پھر حکم دیا گیا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان مل کر روزہ رکھیں اور روزہ کے آداب کی پابندی کریں۔ اس طرح روزہ کے ذریعہ سے اجتماعی عبادات سرانجام پاتی ہیں۔ اجتماعی عبادات کے سرانجام پانے سے تمام معاشرہ کو اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں اجتماعی نیکی اور پرہیزگاری سے ایمان افروز ماحول پیدا ہوتا ہے اور ہر انسان کے دل میں خواہش ابھرتی ہے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرے اور برائیوں سے بچنے کی کوشش کرے کیونکہ روزہ رکھ کر انسان جب گناہ کی طرف جاتا ہے تو اس کو ضمیر جھنجھوڑتا ہے کہ برائی سے بچ۔ ہر ایک کے دل میں خود بخود خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ بھلائی اور نیکی کے کام کرے۔ کسی غریب کی مدد کرے، بھوکے کو کھانا کھلائے۔ ننگے کو کپڑا پہنائے، مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ حتیٰ کہ ہر قسم کے نیک کام میں حصہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر کہیں بدی ہو رہی ہو تو رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ دار مل کر اس بدی کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ برائی ختم ہو اور نیکی کے ماحول میں اضافہ ہو۔ جیسا کہ موسم بہار میں پھولوں کی بہار آتی ہے اور تروتازگی پیدا ہوتی ہے ویسے ہی رمضان میں نیکیوں کی بہار امڈ آتی ہے۔ اور بھلائی اپنا جوبن دکھاتے ہوئے دعوت دیتی ہے کہ مسلمان مل کر اجتماعی ماحول میں اللہ

کی رضا کا خواہاں ہو۔

مجاہدانہ اوصاف

روزہ کے ذریعہ انسان میں مجاہدانہ اوصاف بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان اللہ کا مجاہد ہے اور اللہ کے مجاہدوں کو دشمنانِ دین کے خلاف ہر وقت چوکس رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ حق اور باطل کا جھگڑا آغاز انسانیت ہی سے جاری ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ نیکی بدی کے ساتھ، سچ جھوٹ کے ساتھ اور اسلام کفر کے ساتھ ہمیشہ ٹکراتا رہے گا۔ کفر اور اسلام کی اس لامتناہی جنگ میں مسلمان کو حصہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان مجاہدانہ اوصاف کا مالک ہو۔ کیونکہ مجاہد کو میدانِ جنگ میں بیشمار مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ انتہائی کٹھن مراحل طے کرنے پڑتے ہیں کئی کئی دن فاقہ آجاتا ہے۔ یعنی دشمنوں کے زیر نگیں روٹی پانی میسر نہیں آتا۔ ازدواجی زندگی کی لذت اور گھریلو سہولتوں سے محرومی، غرضیکہ انسان کو دورانِ جنگ میں جو تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں ان میں بھوک پیاس کو بڑا دخل ہوتا ہے اور جو شخص ان مصائب اور تکالیف کا عادی نہ ہو وہ جہاد کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام نہیں دے سکتا۔ مگر روزہ سے دی جانے والی تربیت ان تمام مصائب پر قابو پانے کے لیے انسان کو عادی بنا دیتی ہے اور ایسی تربیت ہوتی ہے کہ انسان اپنے گھر ہی رہ کر تمام سختیوں کو برداشت کرنے کا متحمل ہو جاتا ہے اور روزہ کی بدولت مسلمانوں میں مجاہدانہ زندگی کے مصائب کو برداشت کرنے کا جذبہ بیدار رہتا ہے اور یہ سب مجاہدانہ اوصاف روزہ کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔

جذبۂ اطاعت

روزہ انسان میں اطاعت کی خو بھی پیدا کرتا ہے اور یہ اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی ہوتی ہے۔ سال بھر میں ایک مہینے کی مکمل شریعتِ اسلامیہ پر اتباع کے

بعد انسان اس بات کا عادی ہو جاتا ہے کہ وہ سال تک احکام شرعیہ کی پابندی کر سکے اور آئندہ سال پھر جب ایک مہینے کی تربیت کا اعادہ ہو جائے تو انسان میں اطاعتِ خداوندی کا جذبہ تازہ بہ تازہ رہتا ہے اور روزہ کی تربیت سے انسان اطاعت میں ڈھیلا اور سُست نہیں پڑتا۔ سحری کے وقت انسان کا روزہ رکھنے کے لیے بیدار ہوتا اور پھر اللہ کے حکم سے سحری کے وقت کھانا پینا، پھر نماز فجر ادا کر کے کاموں میں مصروف ہو جانا، پھر کام کاج کے ساتھ ساتھ نمازوں کی پابندی کرنا، شام کے وقت افطاری کرنا، پھر تھوڑا سا آرام کر کے نمازِ تراویح بجالانا روزہ دار کے لیے اطاعت کی تربیت ہے۔ گویا اس طرح انسان میں وقت کی پابندی، اللہ کے احکامات کی اطاعت اور قواعد و ضوابط کی پابندی کی عادت پڑتی ہے جو انسانی زندگی کے دوسرے شعبوں میں عملی طور پر کام آتی ہے۔

باب ۶

رویتِ ہلال

اسلامی عبادات کے سلسلے میں تاریخوں کے تعین کے لیے قمری مہینوں کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ :

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط

آپؐ سے نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں آپؐ فرما دیں کہ یہ حج اور لوگوں کے لیے وقت کی علامتوں کے لیے ہیں۔ (البقرہ: ۱۸۹)

چاند کا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اس لیے چاند کو دیکھ کر مہینے کے آغاز کا پتہ چلتا ہے اور اس کے دیکھنے کو رویتِ ہلال کہتے ہیں۔

ہر قمری مہینے کے آغاز میں مسلمانوں میں چاند کو دیکھنا سعادت سمجھا جاتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دیکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو اس طرح دعا فرماتے :

هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ اٰمَنْتُ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَآءَ بِشَهْرِ كَذَا ؕ

بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے۔ میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تجھ کو پیدا فرمایا۔ یہ کلمات بھی تین مرتبہ فرماتے۔ پھر فرماتے اس خدا کی حمد ہے جو ماہ گزشتہ کو لے گیا اور یہ مہینہ عطا فرمایا۔

(ابوداؤد)

بعض اوقات حضورؐ یہ دعا بھی پڑھتے :

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیا چاند دیکھتے تو دعائیہ کلمات اس طرح کہتے :

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔

خداوندا ! امن ، ایمان ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پہ چاند کو نکال دے۔ اے چاند تمہارا اور ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے (ترمذی)

چاند کو غروب آفتاب کے وقت دیکھا جاتا ہے اگر چاند نظر آجائے تو اگلے روز پہلی تاریخ شمار کی جاتی ہے کیونکہ قمری مہینہ جب ۲۹ دن یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے تو چاند طلوع ہو جاتا ہے۔ اور اگر دن کے وقت چاند نظر آجائے اور ایسا کبھی کبھار ہو جاتا ہے تو وہ چاند آنے والی رات کا شمار ہوگا اور اگلے دن پہلی تاریخ ہوگی۔ جس دن چاند نظر آئے اس دن پہلی تاریخ نہیں ہوتی لیکن بعض اسلامی ممالک میں جس دن چاند نظر آنا ہوتا ہے اسے یکم تاریخ کہا جانے لگا ہے جو کہ اسلامی اصول کے مطابق نہیں ہے۔

چاند دیکھ کر روزہ رکھو

شریعت میں رمضان یا عید کے چاند ہونے کا دارومدار "رؤیتِ ہلال" یعنی چاند نظر آنے پر ہے رؤیت ہلال یا تو واضح طور پہ ہونی چاہیئے یا پھر "شرعی شہادت" سے ثابت ہو یعنی ایسی گواہی جس کو شہر کا معتبر مفتی یا قاضی شرعی قانونِ شہادت کے تحت تسلیم کرلے۔ لہٰذا رمضان المبارک کا آغاز اور اختتام کا فیصلہ چاند دیکھنے پر ہی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر فرمایا تو کہا جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور نہ ہی افطار کرو یہاں تک کہ چاند

تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ ٭

دیکھ لو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو حساب کر لو یعنی تیس دن پورے کرو۔ (بخاری شریف)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَةِ الْهِلَالِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا ثَلَاثِیْنَ ٭

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزے افطار کرو۔ اگر بادل چھائے ہوئے ہوں تو تیس روزے پورے کرو۔ (نسائی شریف)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا یَتَحَفَّظُ مِنْ غَیْرِهٖ ثُمَّ یَصُوْمُ لِرُؤْیَةِ رَمَضَانَ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْهِ عَدَّ ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا ثُمَّ صَامَ ٭

حضرت عبداللہ بن ابو قیس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کی تاریخوں کا اس درجہ خیال رکھتے جتنا اور کسی مہینے کا نہ رکھتے۔ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے۔ اگر ابر ہوتا تو (شعبان کے) ۳۰ دن پورے کر کے پھر روزے رکھتے۔ (ابو داؤد)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک چاند کو دیکھ نہ لیا جائے اس وقت تک روزہ نہ رکھا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر ایک کے لیے نئے چاند کو دیکھنا ضروری ہے کیونکہ پہاڑی علاقوں میں کئی جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہاں چاند نظر آنے کے اسباب نہیں ہوتے یا بعض اوقات شہروں میں اونچے اونچے مکانات کی وجہ سے ہر ایک کو چاند نظر نہیں آ سکتا تو ان حالات میں ہر ایک کے لیے ضروری نہیں کہ چاند دیکھے بلکہ فرمایا یہ ہے کہ تم لوگ چاند کو دیکھو۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ علاقہ کے زیادہ سے زیادہ لوگ چاند دیکھیں۔ اگر کسی کو چاند دیکھنے کی فرصت نہ ملی ہو تو اس میں کچھ ہرج نہیں مگر اس سنت پر عمل کر لینا بہتر ہے۔

بہرکیف چاند کو دیکھ کر رمضان المبارک کے روزے رکھنا سعادت مندی ہے۔ کیلنڈر کے حساب پر پورا اعتماد نہیں کرنا چاہیئے کہ شعبان آج ختم ہو رہا ہے اور کل رمضان ہوگا اور روزہ رکھ لیا جائے۔ یہ ایک تخمینہ ہے جس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے رمضان کے آغاز کے لیے رویتِ ہلال ضروری ہے۔

رویتِ ہلال کا سُنّت طریقہ

چاند کو خود دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ رسول اکرمؐ بذاتِ خود چاند دیکھتے۔ جب آپؐ چاند دیکھ لیتے تو مسجدِ نبوی میں روزہ رکھنے کا اعلان کر دیا جاتا اور ایسے ہی جب عید ہوتی تو عید کا چاند دیکھنے کے بعد عید کا اعلان کر دیا جاتا۔ مسجدِ نبوی کا اعلان مدینۃ النبی اور ارد گرد کے علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے بطورِ حکم قابلِ عمل ہوتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ آپؐ کو یا آپؐ کے قریبی صحابہ کرامؓ کو رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آیا۔ اسی اثنا میں ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور اس نے گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپؐ نے اسی صحابیؓ کی شہادت پر رمضان المبارک کے چاند نظر آنے کا اعلان فرما دیا اور دوسرے روز آپؐ نے اور مسلمانوں نے روزہ رکھا یہ وہ طریقہ ہے جو آپؐ کے دور میں چاند نظر آنے کے بارے میں رائج تھا۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل احادیث ہیں :-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْصَرْتُ الْہِلَالَ اللَّیْلَۃَ فَقَالَ اَتَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ یَا بِلَالُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے رات کو چاند دیکھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول اور بھیجے ہوئے ہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں!

اَذِّنْ فِی النَّاسِ فَلْیَصُوْمُوْا غَدًا ؛

آپ نے ارشاد فرمایا اے بلالؓ! لوگوں میں اعلان کر دیجیے کہ وہ کل روزہ رکھیں۔ (نسائی)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاءَی النَّاسُ الْهِلَالَ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ فَصَامَ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِیَامِهٖ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ لوگ چاند دیکھ رہے تھے۔ میں نے چاند دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتایا تو آپؐ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

جب پورے علاقے میں چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنے کے بارے میں کوئی شک نہیں رہتا لیکن رویتِ ہلال کا جھگڑا دراصل اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ ایک ہی ملک کے کچھ حصوں میں تو چاند نظر آجائے اور دوسروں کو نظر نہ آئے۔ چاند دیکھنے والے تو روزہ رکھ لیں اور نہ دیکھنے والے نہ رکھ سکیں۔ اس طرح سے مسلمانوں میں خلفشار پیدا ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کا بہترین حل تو یہ ہے کہ حکومتِ وقت کی طرف سے رویتِ ہلال کا اعلان کیا جائے۔ ایسا اعلان اس صاحبِ اختیار شخص کی طرف سے ہو جس نے خود چاند دیکھا ہو یا شرعی لحاظ سے چاند دیکھنے کے بارے میں گواہی لی جائے اور اس طرح رویتِ ہلال کا اعلان کرنا شرعی لحاظ سے جائز ہے۔ لیکن رویتِ ہلال کا اعلان کرنے والے کو کبھی بھی کسی مصلحت کے تحت چاند نظر آئے بغیر روزہ رکھنے کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا خلافِ شرع ہے۔

قمری مہینے بحیثیت اسلامی مہینے

اسلامی تقویم میں شمسی مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کو اختیار کیا گیا ہے اور یہ عربوں کی سہولت کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔ اہل عرب شمسی مہینوں کے بارے میں بھی جانتے تھے۔ لیکن ان میں شمسی مہینوں کے بارے میں کچھ بری رسومات جاری تھیں۔ اسلام نے ان بری رسومات کو اچھائی میں بدلنے کے لیے قمری مہینوں کو

اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر شمسی مہینوں کو اسلامی عبادات کے لیے مقرر کیا جاتا تو سال بھر کی عبادات ایک وقت پر مقرر ہو جاتیں اور لوگوں کو ہمیشہ کے لیے ایک ہی موسم اور ایک جیسے ہی حالات سے واسطہ رہتا۔ چنانچہ اس مصلحت کے پیش نظر شمسی مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کو اختیار کیا گیا اور مسلمانوں کی تربیت کے لیے اوقات کی گردش کو ملحوظ خاطر رکھ لیا گیا۔ تاکہ اسلامی تہوار اور اسلامی عبادات کے مواقع بدل بدل کر آئیں۔ اور گردش کے سبب مسلمان ہر قسم کے حالات اور موسموں کے تغیر و تبدل کی وجہ سے مختلف موسموں میں لوگ مصائب و آلام کو برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں۔

جیسا کہ رمضان المبارک کبھی گرمی میں آتا ہے اور کبھی سردی میں آتا ہے۔ گرمیوں کے روزے لمبے ہوتے ہیں اور سردیوں میں روزے کا وقت تھوڑا ہوتا ہے جس کی بنا پر سردیوں میں انسان کو زیادہ وقت کے لیے بھوک اور پیاس برداشت نہیں کرنا پڑتی جتنی کہ گرمیوں میں برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اس طرح روزہ انسان میں ہر قسم کے موسم کے لیے قوتِ برداشت پیدا کرتا ہے۔

ایسے ہی حج بھی بدل بدل کر مختلف موسموں میں آتا ہے اور خدا جانے کہ اللہ کے بندے دنیا کے کس کس ملک سے سفر کی دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے خانہ خدا میں پہنچتے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی ایسے طریقے سے تربیت ہوتی ہے کہ موسموں کے تغیر و تبدل اور حالات کے مطابق ان میں مشکلات پر قابو پانے کی جرأت اور ہمت پیدا ہوتی ہے۔

اسلامی عبادات کے لیے قمری مہینے کا انتخاب فرمانے میں ایک حکمت یہ بھی پوشیدہ ہے کہ دین اسلام چونکہ تمام دنیا کے انسانوں کا مذہب ہے۔ اگر اس میں دنیا کے ہر مقام کے لیے ایک ہی موسم روزے اور حج کے لیے مقرر کر دیا جاتا تو وہ مہینہ جو منتخب کیا جاتا وہ زمین کے تمام باشندوں کے لیے یکساں سہولت کا موسم نہ ہوتا، کہیں گرمی اور کہیں سردی ہوتی اور اس خطہ کے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے

اسی موسم کے مطابق مشقت اٹھانا پڑتی ۔ ان موسمی سہولتوں کے پیش نظر اسلامی عبادات کے لیے شمسی مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کو منتخب کیا گیا تاکہ دنیا کے ہر گوشے کے انسان ہر موسم میں اطاعتِ خداوندی کی بجا آوری کر سکیں ۔

قمری مہینے کے دنوں کی تعداد

قمری مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا ۔ اور اس کا تعین چاند دیکھ کر ہوتا ہے لہٰذا رمضان المبارک، عید الفطر اور عید الضحیٰ کا چاند دیکھے بغیر تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے ۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی قَالَ مَا صُمْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ اَكْثَرَ مِمَّا صُمْنَا ثَلٰثِيْنَ ٥

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۲۹ دن کے روزے ۳۰ دنوں کے روزوں کے مقابلے میں زیادہ مرتبہ رکھے ہیں ۔ (ترمذی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مَضٰى مِنَ الشَّهْرِ؟ قُلْنَا اثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ وَبَقِيَتْ ثَمَانٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَالشَّهْرُ هٰكَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاَمْسَكَ وَاحِدَةً ٥

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج مہینے کے کتنے دن گزر گئے؟ ہم نے کہا بائیس دن، آٹھ روز ابھی باقی ہیں ۔ آپ نے تین مرتبہ دستِ اقدس اٹھا کر فرمایا کہ مہینہ اتنے دن کا ہوتا ہے اور تیسری مرتبہ ایک انگلی بند فرمائی ۔

(ابن ماجہ)

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھو رمضان المبارک کے

حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ قَبْلَهٗ اَوْ تُکْمِلُوا الْعِدَّةَ ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ اَوْ تُکْمِلُوا الْعِدَّةَ قَبْلَهٗ ؞

روزے نہ رکھو۔ یا شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔ پھر روزے رکھو، یہاں تک کہ چاند دیکھو یا تیس روزے پورے کرلو۔

(نسائی شریف)

عَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَهْرَانِ لَا یَنْقُصَانِ شَهْرَا عِیْدِ رَمَضَانُ وَذُوالْحِجَّةِ ؞

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید کے دونوں مہینے یعنی رمضان اور ذی الحجہ دونوں کم نہیں ہوتے۔

(بخاری شریف)

چاند اگر مطلع صاف نہ ہونے سے مخفی رہ جائے تو اندازہ کرلینا چاہیئے مگر مندرجہ بالا حدیث میں یہ ظاہر کردیا گیا ہے کہ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے، تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرلینے چاہئیں۔

جدید زمانہ میں تو بے شمار قسم کے آلات اور دوربینیں ایجاد ہوچکی ہیں جن سے چاند بخوبی آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔ حکومت وقت اگر سرکاری طور پر چاند کو آلات کے ذریعہ سے دیکھنے کا اہتمام کرتی ہے یا ملک کے ایک علاقے میں چاند نظر آجاتا ہے تو حکومت مناسب طریقے سے اس کا اعلان کرادے تو بالکل ٹھیک ہے لیکن ایسا اعلان حقیقت پر مبنی ہونا چاہیئے۔ اگر چاند کو دیکھنے میں کسی دروغ گوئی اور جھوٹ سے کام لیا جائے تو اس گناہ کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی جو جھوٹا اعلان کرے گا یا کروائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ تابعین اور بزرگانِ دین کا یہی عمل رہا ہے کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزے رکھنے کا آغاز کرلیتے تھے۔ چنانچہ چاند کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن شہادت یا سرکاری اعلان کے مطابق روزہ بھی رکھا جاسکتا ہے اگرچہ بذاتِ خود چاند نہ دیکھا ہو۔

چاند دیکھنے کی شہادت

رویت ہلال کے سلسلے میں شہادت کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب مطلع صاف نہ ہو۔ اور عام لوگ چاند نہ دیکھ سکے ہوں۔ اگر مطلع صاف ہوگا تو بے شمار لوگ چاند کو دیکھ لیں گے۔ تو اس وقت کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس کے برعکس جب مطلع صاف نہ ہو تو ہزاروں لوگوں کی کوشش کے باوجود چاند نظر نہ آسکے تو اس صورت میں اگر کوئی شخص یا چند شخص شہادت دے دیں کہ انھوں نے چاند دیکھا ہے تو ان کی شہادت قابل قبول ہوگی اور وہ شہادت پانچ طرح سے ہے۔

۱۔ عینی شہادت

چاند کے دیکھنے کی عینی شہادت وہ ہے جو ایک شخص یا چند شخصوں نے چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور وہ کہیں کہ میں یا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔ لیکن گواہی دینے والے کا مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے۔ جن کے سامنے وہ چاند دیکھنے کی گواہی دے رہا ہو۔ اگر مطلع صاف نہیں تو رمضان المبارک کے بارے میں ایک گواہ اگرچہ وہ نیک عورت یا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کافی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ایک مرد دو عورتیں یا دو مرد گواہ ہونے ضروری ہیں جن کی گواہی سے چاند ثابت ہوگا اور اگر مطلع صاف ہے، رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو تو کثیر تعداد کے لوگوں کی شہادت سے چاند ثابت ہوگا۔ لیکن مطلع صاف ہوتے پر دو مردوں کی گواہی نامقبول ہوگی زیادہ لوگوں کی گواہی لازم ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ چاند کے طلوع کی گواہی دینے والے کیسے ہوں۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ گواہ فاسق نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ فاسق کی گواہی نامقبول ہے، اگر حاکم فاسقوں کی شہادت پر چاند کی رویت کا فیصلہ دے دیوے اور حقیقت میں رویت ہوگئی تو اس طرح رویت تو ہو جائے گی لیکن گنہگار ہوگا۔ چاند کی شہادت کے لیے گواہ

اندھا اور گونگا نہیں ہونا چاہیئے۔ گواہ مسلمان عاقل، بالغ آزاد ہونا چاہیئے۔ گواہ کا عادل ہونا بھی ضروری ہے۔ عادل ایسے شخص کو کہتے ہیں جس سے اکثر حسنات اور نیکیاں ظہور میں آتی ہوں۔ کبیرہ گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔ صاحب حیا اور مروت رکھنے والا ہو۔ صاحب عزت ہو۔ اخلاق سے گرے ہوئے کام نہ کرتا ہو جو اسلامی اخلاق کے خلاف ہوں۔ بازاروں میں چلتے پھرتے کھانے پینے والا اور سب کے سامنے پیشاب کرنے والا نہ ہو۔ فاسق اگر توبہ کرلے اور اپنے آپ کو اچھے اخلاق میں ڈھال لے تو کچھ عرصہ کے بعد اس کی شہادت قابل قبول ہوجائے گی۔ اگر کسی گواہ نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہو مگر کسی عذر کی بنا پر اس کی شہادت رد ہو جائے تو گواہی دینے والے کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ رویت بلال کے سلسلے میں مومن کی شہادت کو معتبر قرار دیا جائے۔

چاند دیکھ کر روزہ رکھا پھر روزہ توڑ دیا۔ یا قاضی کے ہاں گواہی بھی دی تھی اور ابھی اس نے اس کی گواہی پر حکم نہ دیا تھا کہ اس نے روزہ توڑ دیا تو بھی کفارہ لازم نہیں صرف اس روزے کی قضا دے۔ اور اگر قاضی نے اس کی گواہی قبول کرلی اس کے بعد اس نے روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم ہے اگرچہ یہ فاسق ہی ہو۔ (در مختار)

عینی شہادت کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَاَيْتُ الْهِلَالَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ؟ قَالَ نَعَمْ۔ فَنَادَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ گاؤں کا رہنے والا ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے چاند دیکھا۔ آپؐ نے پوچھا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عبد اور بھیجے ہوئے ہیں؟

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ تَصُوْمُوْا ؛

اس نے کہا ہاں : اور آپ نے روزے رکھنے کی منادی کرادی ۔ (نسائی شریف)

عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَقَدِمَ اَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللّٰهِ لَاَهَلَّا الْهِلَالَ اَمْسِ عَشِيَّةً فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ اَنْ يُّفْطِرُوْا ۔ وَزَادَ خَلَفٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ : وَاَنْ يَّغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ ؛

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رمضان کے آخری روز لوگوں میں (چاند کے متعلق) اختلاف ہوگیا۔ پس دو اعرابی آئے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اللہ کی قسم کھاکر شہادت دی کہ انھوں نے گزشتہ شب شام کے وقت چاند دیکھا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو افطار کر لینے کا حکم فرمایا۔ خلف بن ہشام نے اپنی حدیث میں یہ بھی کہا کہ اگلے روز عیدگاہ میں آئیں۔

(ابوداؤد)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمُوْمَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُغْمِيَ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَاَصْبَحْنَا صِيَامًا فَجَاءَ رَكْبَانٌ مِّنْ اٰخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوْا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ایک انصاری چچا نے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے یہ بیان کیا ہے کہ شوال کا چاند ہمیں بادل کی وجہ سے نظر نہ آیا۔ ہم نے صبح کو روزہ رکھا۔ شام کے وقت ایک جماعت باہر سے آئی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ آپ نے لوگوں کو روزہ کھولنے اور اگلے روز عید منانے کا حکم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمایا۔

اَنْ یُّفْطِرُوْا وَاَنْ یَّخْرُجُوْا اِلٰی (ابن ماجہ)

عِیْدِہِمْ مِنَ الْغَدِ ۞

۲۔ شہادت علی الشہادت

شہادت علی الشہادت کا مطلب یہ ہے کہ اگر گواہ مجلس رویت میں حاضر نہیں ہو سکا اور اس نے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو گواہ بنا کر مجلس میں بھیج دیا اور وہ مجلس میں حاضر ہو کر اس کی طرف سے گواہی دے تو اسے شہادت علی الشہادت کہتے ہیں۔ بہر حال مجلس رویت میں اصل گواہ یا نائب گواہ کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ نائب گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ کسی کو یہ کہے کہ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے تو میری شہادت پر گواہ ہو اور نائب سن کر خاموش رہے تو وہ نائب گواہ بن جائے گا۔ اگر سننے والا انکار کر دے تو نائب گواہ نہیں بنے گا۔ اور نائب گواہ مجلس میں حاضر ہو کر اس طرح کہے گا کہ فلاں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے اور میں اس پہ گواہ ہوں۔

امام یوسف رح کے مسلک کے مطابق گواہ اپنی گواہی کے لیے دوسرا گواہ بنا کر بھیجنے میں تین دن رات کی مسافت ضروری ہے۔ اور ان کے نزدیک اس سے کم مسافت میں شہادت علی الشہادت جائز نہیں۔ لیکن امام محمد رح کے نزدیک قریبی سے قریبی جگہ کے لیے بھی نائب گواہ بنایا جا سکتا ہے۔ بیمار شخص بھی اپنا نائب گواہ بنا سکتا ہے۔ پردہ نشین عورت بھی اپنا نائب بنا کر بھیج سکتی ہے۔ مگر بادشاہ یا کسی صاحبِ ثروت انسان کو اپنا نائب اس وجہ سے نہیں بنانا چاہیے کہ مجلس میں گواہی کے لیے حاضر ہونا اس کی شان کے شایاں نہیں تو وہ اپنا نائب گواہ نہیں بنا سکتا۔ شہادت علی الشہادت میں بھی اصل گواہی پر دو مرد، یا دو عورت اور ایک مرد کا گواہ بنانا ضروری ہے۔ نائب گواہ بھی اپنا مزید نائب گواہ بنا سکتا ہے۔

نائب گواہ کے لیے مجلس میں حاضر ہو کر اصل گواہ کی طرف سے شہادت دینے کے تین طریقے ہیں:

فلاں بن فلاں بن فلاں کی اپنی آنکھوں سے آج عید کا چاند دیکھنے کی شہادت پر میں گواہی دیتا ہوں۔ اتنا بھی کافی ہے۔ اور اگر چاہے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں بن فلاں نے مجھ کو اپنی آنکھوں سے آج عید کا چاند دیکھنے کی شہادت کا گواہ بنایا اور مجھ سے کہا کہ میری اس شہادت پر تم گواہ ہو جاؤ۔ اور اس سے بھی زیادہ لمبی عبارت میں یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے میرے سامنے یوں کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے عید کا چاند دیکھا اور اس نے مجھ کو اپنی شہادت پر گواہ بنایا اور مجھ کو حکم دیا کہ میں اس کی شہادت پر گواہی دوں۔ اور اب میں اس کی شہادت پر گواہی دیتا ہوں۔ (تنویر، درمختار، شامی ص۵۴۵ ج۴)
اگر کچھ لوگ آکر یہ کہیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر یہ شہادت بھی دیں کہ فلاں فلاں نے دیکھا بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی نے روزہ یا افطار کے لیے لوگوں سے کہا۔ یہ سب طریقے ناکافی ہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

۳۔ شہادت بقضاء الحکم | کسی شہر یا علاقے میں حاکم وقت نے شہادت لے کر رویت کا فیصلہ کر دیا تو اس فیصلہ کی دوسرے شہر یا علاقے میں جا کر لفظ اَشْهَدُ کے ساتھ خبر دینے کو شہادت بقضاء الحکم کہتے ہیں اور چاند کے طلوع ہونے کے بارے میں یہ گواہی اس طرح دی جا سکتی ہے کہ گواہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکمِ وقت کے سامنے دو گواہوں نے گواہی دی اور بربنائے شہادت حاکم نے اس تاریخ کی رویتِ ہلال پر فیصلہ کر دیا۔ تو شہادت پر دوسرا حاکم بھی رویتِ ہلال کا اعلان کر سکتا ہے اور ایسے فیصلے کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہو گا جو علاقہ اس کے کنٹرول میں آتا ہے۔

عَنْ حُسَيْنُ بْنُ الْحَارِثِ الْجَدْلِيُّ جَدِيْلَةَ قَيْسٍ اَنَّ اَمِيْرَ مَكَّةَ خَطَبَ ثُمَّ قَالَ عَهِدَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ فَاِنْ لَّمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا فَسَاَلْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ الْحَارِثِ مَنْ اَمِيْرُ مَكَّةَ فَقَالَ لَا اَدْرِيْ ثُمَّ لَقِيَنِيْ بَعْدُ فَقَالَ هُوَ الْحَارِثُ بْنُ حَاطِبٍ اَخُوْ مُحَمَّدِ ابْنِ حَاطِبٍ ثُمَّ قَالَ الْاَمِيْرُ اِنَّ فِيْكُمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مِنِّيْ وَشَهِدَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلٰى رَجُلٍ قَالَ الْحُسَيْنُ فَقُلْتُ لِشَيْخٍ اِلٰى جَنْبِيْ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ اَوْمَاَ اِلَيْهِ الْاَمِيْرُ قَالَ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔ صَدَقَ كَانَ اَعْلَمُ بِاللّٰهِ مِنْهُ فَقَالَ بِذٰلِكَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حسین بن حارث جدلی جدیلہ قیس کا بیان ہے کہ امیر مکہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا کہ مناسک حج ادا نہ کریں مگر چاند دیکھ کر۔ اگر خود نہ دیکھ سکیں اور دو عادل گواہ شہادت دیں تو ان کی گواہی پر مناسک ادا کریں۔ میں (ابو مالک اشجعی) نے حسین بن حارث سے پوچھا کہ امیر مکہ کون صاحب تھے؟ فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ پھر اس کے بعد وہ مجھ سے ملے تو فرمایا کہ وہ حضرت حارث بن حاطب تھے۔ یعنی حضرت محمد بن حاطب کے بھائی۔ پھر امیر نے فرمایا کہ تمھارے درمیان وہ ہستی بھی موجود ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ کا مجھ سے زیادہ علم ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر وہ گواہ ہیں اور ایک آدمی کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ حسین بن حارث کا بیان ہے کہ میں نے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ سے کہا کہ یہ کون ہیں جن کی طرف امیر نے اشارہ کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ واقعی انھوں نے سچ فرمایا کہ یہ اللہ کا ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَلَيْہِ وَسَلَّمَ ؛ ہمیں اسی طرح حکم فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

اگر مطلع صاف ہو تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ اس کے لیے کتنے لوگ چاہئیں، تو یہ قاضی پر منحصر ہے جتنے گواہوں سے اسے غالب گمان ہو جائے حکم دے دے گا۔ مگر جبکہ بیرون شہر یا بلند جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو ایک مستور کا قول بھی رمضان کے چاند میں قبول کر لیا جائے گا۔ (درمختار وغیرہ)

یہاں مطلع صاف مگر دوسری جگہ ناصاف تھا۔ وہاں قاضی کے سامنے شہادت گزری۔ قاضی نے چاند ہونے کا حکم دیا۔ اب دو یا چند آدمیوں نے یہاں آکر جہاں مطلع صاف تھا اس بات کی گواہی دی کہ فلاں قاضی کے یہاں دو شخصوں نے فلاں رات میں چاند دیکھنے کی گواہی دی اور اس قاضی نے ہمارے سامنے حکم دے دیا اور دعویٰ کے شرائط بھی پائے جاتے ہیں تو یہاں کا قاضی بھی ان شہادتوں کی بنا پر حکم دے دیگا۔ (درمختار)

۴۔ کتابُ القاضی

رویتِ ہلال کا چوتھا ذریعہ کتاب القاضی ہے۔ جس سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو ایک شہر کا قاضی دوسرے شہر کے قاضی کے نام دو گواہوں کے ہمراہ روانہ کرتا ہے۔ یہ دو گواہ اپنی شہادتوں سے ثابت کریں گے کہ یہ خط قاضی ہی کا ہے لہذا خط کے ساتھ دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔

اس خط میں شاہدوں کی شہادتِ رویت نقل ہوگی یا خود قاضی کا حکم اس میں منقول ہوگا جو بر بنائے شہادت دیا ہے۔ پہلی صورت میں اگر مکتوب الیہ قاضی کی رائے اور اجتہاد کے موافق ہو تو عمل کرے ورنہ نہیں مگر دوسری صورت میں عمل لازم ہے۔ یہ خط مثل شہادت علی الشہادت کے ہوتا ہے جس طرح شاہدِ فرع شاہدِ اصل کی شہادت کو اس کی عبارت میں نقل کرتا ہے اسی طرح شاہدِ اصل

کے الفاظِ شہادت کو یہ خط بھی نقل کرتا ہے۔

تار اور دیگر علماء و صلحاء کے خطوط یا جنتری جیسی کتاب سے چاند ثابت نہیں ہو سکتا۔ تحریروں میں صرف اسی قاضی کا خط مقبول ہو گا جو سلطان کی طرف سے فصلِ خصومات کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ خط پہنچنے سے پہلے اگر قاضی معزول ہو جائے تو یہ خط بھی نامقبول ہے کیونکہ قاضی اب قاضی نہ رہا۔ وہ بھی ہم جیسا ایک فرد ہو گیا اور غیر قاضی کا خط معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو خط محلِ تزویر ہے یعنی خطوط بنائے جا سکتے ہیں۔ اسی شبہ کی وجہ سے حدود اور قصاص میں خط اصلاً قابلِ عمل نہیں۔ اس کے علاوہ گواہ کو خود حاضر ہونا چاہیئے نہ کہ بذریعہ تار اور خط الفاظِ شہادت نقل کر کے مجلس رویت میں پہنچا دے یہ کافی نہیں۔ اسی بنا پر قیاس تو یہی تھا کہ قاضی کے خط پر بھی عمل نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر فتح القدیر میں ہے کہ خلافِ قیاس اجماع تابعین کی وجہ سے اس کو مانا گیا۔ لہٰذا یہ حکم قاضی ہی کے خط کے ساتھ مخصوص اور محدود رہے گا پھر یہ خط بھی بہت سی قیدوں کے ساتھ قبول کیا جائے گا بدوں اس کے قاضی کا خط بھی مقبول نہ ہو گا۔

۵۔ خبر پھیل جانا

چاند دیکھے جانے کا پانچواں ذریعہ خبر پھیل جانا ہے۔ جسے خبر مستفیض کہا جاتا ہے۔ خبر مستفیض یہ ہے کہ جہاں چاند کا اعلان ہو جائے۔ وہاں سے متعدد جماعتوں کا دوسرے شہر میں پہنچ کر یہ خبر دینا کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا ہے وہاں رویت کی بنا پر لوگوں نے عام طور پر روزہ رکھا۔ یہ بمنزلہ خبر متواتر کے ہے۔ اس خبر پر یہاں بھی عمل ہو گا اب خواہ وہاں کھلے طور پر عام رویت ہوئی ہو یا قاضی کے حکم سے بر بنائے شہادت رویت ثابت ہوئی ہو۔ اگر قاضی کے حکم کی خبر پر روزہ رکھا گیا تو یہ استفاضہ بمعنی نقل حکم ہوا جو پہلی صورت سے بھی زیادہ قوی ہے۔ بہر حال رویت کی بنا پر خبر کا مشہور ہونا ضروری ہے۔

آج کل رویتِ ہلال کے سلسلے میں ان شرعی طریقوں کی جگہ رویتِ ہلال بذریعہ کمیٹی نے لے لی ہے۔ یعنی رمضان کا چاند ہونے یا نہ ہونے کی تمام تر ذمہ داری ملک کے سربراہ کے ذمے ہے۔ وہ رویتِ ہلال کمیٹی کے ذریعے تمام ملک میں اعلان کرا دیتا ہے جس پہ رعایا عمل کر لیتی ہے۔

چاند دیکھنے کے مسائل

چاند دیکھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے مگر بہت سے لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ دنیاوی اشغال میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ چاند دیکھنے کی اہمیت کو نہیں پہچانتے۔ نیک اور اہلِ تقویٰ لوگ چاند دیکھنے کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں کیونکہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا متابعتِ سنتِ رسول بھی ہے اور چاند دیکھ کر امن اور سلامتی کی دعا مانگنی چاہیئے۔ شرعاً پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے۔ اور اگر بستی کا کوئی بھی آدمی چاند نہ دیکھے تو سب گناہ گار ہوں گے پانچ ماہ جن کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے وہ شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ، اور ذی الحجہ ہیں۔

مسئلہ ۱: شعبان کی ۲۹ تاریخ کی شام کو چاند دیکھا جائے۔ علاقہ یا ملک میں چاند نظر آنے سے روزہ ہو جائے تو اگلے دن روزہ رکھ لیا جائے۔ اگر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے اگلے دن کا روزہ رکھا جائے۔

مسئلہ ۲: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اپنے آپ عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس روزے کو توڑنا جائز نہیں۔ مگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں۔ اور اس صورت میں کہ اگر رمضان کا چاند تھا اور اس نے اپنے حساب سے تیس روزے پورے کیے مگر عید کے چاند کے

وقت پھر ابر یا غبار ہے تو اسے بھی ایک دن اور روزہ رکھنے کا حکم ہے (عالمگیری درمختار)

مسئلہ ۳: ابر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل، بالغ مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے۔ وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی غلام۔ یا اس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی ہو جبکہ توبہ کر چکا ہو۔ عادل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کم سے کم متقی ہو یعنی کبائر گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسا کام نہ کرتا ہو جو مروت کے خلاف ہو۔ مثلاً بازار میں کھانا۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴: رمضان کی چاند رات کو ابر تھا۔ ایک شخص نے شہادت دی اور اس کی بنا پر روزے کا حکم دے دیا گیا۔ اب عید کا چاند اگر بوجہ ابر کے نہیں دیکھا گیا تو تیس روزے پورے کر کے عید کر لیں اور اگر مطلع صاف ہے تو عید نہ کریں مگر جبکہ دو عادلوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہوا ہو۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵: رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا۔ شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے شروع کر دیے۔ اٹھائیس ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہو گیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ قضا رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا بلکہ رجب کی تیس تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۶: دن میں ہلال دکھائی دیا۔ زوال سے پہلے یا بعد۔ بہر حال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا یعنی جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہوگا۔ تو اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں، لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۷: ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں بلکہ تمام جہان کے لیے ہے مگر دوسری جگہ کے لیے اس کا حکم اس وقت ہے کہ ان کے

نزدیک اس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔ (درمختار)

رمضان المبارک سے قبل روزہ رکھنا

رمضان المبارک سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنا اچھا نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَعْجِیْلِ صَوْمِ یَوْمٍ قَبْلَ الرُّؤْیَةِ ؀

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھنے سے قبل روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے (ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقَدَّمُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِیَامٍ قَبْلَهٗ بِیَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ رَجُلًا كَانَ یَصُوْمُ صَوْمًا فَلْیَصُمْهُ ؀

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔ البتہ جو شخص پہلے سے روزے رکھتا ہو وہ رکھ سکتا ہے۔ (ترمذی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَیَابَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلٰثِیْنَ یَوْمًا ؀

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان شریف سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر افطار کرو۔ اور اگر اس کے درمیان بادل حائل ہو جائیں تو تیس دن پورے کرو۔ (ترمذی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ النِّصْفُ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا صَوْمَ حَتّٰی یَجِیْءَ رَمَضَانَ ؎

حضرت ابوہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب پندرہ شعبان ہوجائے تو اس کے بعد رمضان آنے تک کوئی روزہ نہیں ہے۔

(ابن ماجہ)

اس میں مصلحت یہ ہے کہ رمضان المبارک سے قبل متصلہ روزے رکھنے سے عام آدمی کو کمزوری لاحق ہوجائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کمزوری کے باعث رمضان المبارک کے روزے پورے کرنے مشکل ہوجائیں۔ کیونکہ رمضان میں پوری قوم پر روزہ رکھنا لازم ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے کی ایک عام فضا پیدا ہوجاتی ہے جس وجہ سے روزے دیکھا دیکھی پورے ہوجاتے ہیں لیکن رمضان کے علاوہ جب ایک آدمی اکیلا روزہ رکھنے والا ہوتا ہے تو اس کا ماحول غیر موافق ہوتا ہے اس لیے روزہ دار کو اس ماحول میں روزہ رکھنے کے لیے زیادہ صبر سے کام لینا پڑتا ہے اور نفسیاتی طور پر انسان زیادہ کمزوری اور ضعف محسوس کرتا ہے اس لیے تاکید فرمائی گئی ہے کہ رمضان المبارک سے متصل کوئی شخص روزے نہ رکھے تاکہ رمضان المبارک میں ضرور روزے رکھے جائیں۔

رمضان المبارک کے ساتھ ایک یا دو روزوں کا اضافہ کرنے سے اس لیے بھی منع فرمایا کہ اللہ نے جتنا حکم دیا ہے اس کو ضرور بجالایا جائے اور اس حکم میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ شامل کیا جائے۔ اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ میں رمضان المبارک سے قبل ایک یا دو روزے سلامی کے لیے رکھتا ہوں تاکہ مجھے رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ مزید ثواب ملے مگر اس طرح سے فرض عبادت کے ساتھ اپنی طرف سے اضافہ ہوجائے گا جو کہ ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح سے دین کے احکامات کی اصل روح تبدیل ہوجائے گی۔ اور اگر ہر کوئی اپنی طرف سے اضافہ کرنے لگے گا تو خرافات پیدا ہونے لگیں گی۔ البتہ

ایسے صوفی اور ولی اللہ جو کثرت سے روزے رکھتے ہوں ان کے لیے ایسا کر لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقَدِّمُوا الشَّھْرَ بِصِیَامِ یَوْمٍ وَلَا یَوْمَیْنِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ شَیْءٌ یَصُوْمُہٗ اَحَدُکُمْ وَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ۔ فَاِنْ حَالَ دُوْنَہٗ غَمَامَۃٌ فَاَتِمُّوا الْعِدَّۃَ ثَلٰثِیْنَ ثُمَّ اَفْطِرُوْا وَالشَّھْرُ تِسْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رمضان سے ایک دو روز پہلے روزے رکھنے شروع نہ کر دیا کرو مگر جو تم میں سے روزے رکھتا چلا آرہا ہو۔ اور روزے نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور چاند دیکھنے تک روزے رکھتے رہو۔ اگر اس روز ابر ہو تو تیس دن پورے کر لو۔ پھر روزے چھوڑ دو اور مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

(ابوداؤد)

اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ نے دنیا میں منتخب کر لیا ہو۔ ایسے بندے اللہ کے گروہ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں، ایسے بندوں میں سے اگر کوئی روزہ رکھتا ہے اور وہ رمضان المبارک سے قبل بھی شعبان میں روزہ رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے بندوں کا اکثر معمول ہوتا ہے کہ نفس کی پاکیزگی کے لیے مسلسل روزے رکھتے ہیں لیکن عام آدمیوں کے لیے رسول پاک ؐ نے منع کر دیا ہے کہ رمضان المبارک سے قبل روزہ نہ رکھیں۔

شک کا دن شعبان کا وہ آخری دن ہے کہ جس کے بارے میں ابر کی وجہ سے احتمال ہے کہ یہ آخری شعبان ہے یا اول رمضان۔ اور ابھی تک چاند کا ثبوت شرعی طور پر نہیں ہوا۔ اور اگر اس دن مطلع صاف تھا، چاند نظر نہیں آیا تو پھر یہ شک کا دن نہیں۔ اسی طرح ایک شہادت رد ہو گئی یا دو فاسقوں کی شہادت رد ہو گئی تو بھی آج شک کا دن ہے۔ (عالمگیری۔ فتح القدیر)

شک کے دن کے بارے میں رمضان کا روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں شرعاً یہ طریقہ ہے کہ زوال تک انتظار کریں۔ اگر قابلِ قبول شہادت آجائے تو روزہ پورا کریں اور اگر شہادت نہ آئے تو عوام تو انتظار کر کے کھا پی لیں اور خواص بہ نیتِ نفل روزہ رکھیں مگر بہ نیت رمضان کوئی روزہ نہ رکھے یہ مکروہ تحریمی ہے (درمختار، عالمگیری صفحہ ۱۲۰)

اگر کوئی شک کے دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھ لے تو وہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ اگر کوئی شک کے دن کسی اور واجب روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لے تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر رمضان ثابت ہوگیا تو رمضان کا روزہ ہو جائے گا ورنہ جس واجب کی نیت کی تھی وہی ہوگا۔ (ہدایہ)

اگر اصل نیت میں تردد اور شک ہے یعنی یوں کہتا ہے کہ اگر کل رمضان ہے تو میرا روزہ ہے ورنہ نہیں تو اس صورت میں یہ سرے سے روزہ ہی نہیں ہوا کیونکہ نیت نام ہے ارادہ میں عزم اور پختگی کا۔ وہ مفقود ہے (تنویر، درمختار)

اور اگر ایک شخص عادی ہے کہ جمعرات، جمعہ اور پیر کے دن روزہ رکھا کرتا ہے اور شک کا دن اتفاق سے ان ہی دنوں میں سے کوئی دن واقع ہوا تو اس کے لیے روزہ رکھ لینا جائز ہے۔

باب ۱۰

نیّتِ روزہ

ہر عمل کے لیے نیت ضروری ہے کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ کوئی عبادت بھی نیت کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اسلامی عبادات کے لیے نیت کرنا ضروری ہے۔ روزہ رکھنے کے لیے نیت شرط ہے جس طرح کہ نماز، زکوٰۃ اور حج کی نیت کی جاتی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں عبادت کی قبولیت کے لیے نیت کا بہت دخل ہے، لہٰذا ہر عبادت کے لیے یہ سوچ رکھنا ضروری ہے کہ وہ اللہ کے لیے ہے۔ نیت جتنی پُرخلوص ہو گی اسی قدر عبادت اللہ کو پسند آئیگی۔ روزہ کی نیت سے مراد یہ ہے کہ ہر روزہ کے آغاز سے قبل دل میں ارادہ کیا جائے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کیے جائیں۔ اصل نیت تو دل کی ہے لیکن زبان سے نیت کے الفاظ کی ادائیگی سنت ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا مطلب غافل دل کو خبردار کرنا ہے۔

ہر روزہ کی روزانہ نیت کرنا ضروری ہے۔ پورے رمضان المبارک کے روزوں کی یکبارگی نیت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ روزہ ہر روز کا ہوتا ہے۔ رمضان المبارک میں رات ہی سے روزہ رکھنے کا ارادہ کر لینا نیت کے مترادف ہے۔ نیت کے بغیر اگر کوئی نہ کھائے پیئے تو اس کا روزہ نہ ہوگا۔ نیت کے متعلق ضروری مسائل اور آداب حسبِ ذیل ہیں،

۱۔ رمضان المبارک کے ہر روزے کی نیت رات سے کی جائے اور سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے تک بھی کی جا سکتی ہے۔ یعنی نیت کا وقت غروبِ آفتاب کے بعد سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے تک ہے۔ اس دوران جب بھی چاہیں

نیت کریں روزہ ہو جائے گا۔

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صِیَامَ لِمَنْ لَمْ یَفْرِضْہُ مِنَ اللَّیْلِ ؁

حضرت حفصہ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رات سے نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوتا (ابن ماجہ)

۲۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کہنا شرط نہیں۔ مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ اگر رات میں روزۂ رمضان کی نیت کریں تو یوں کہیں؛

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ ؁

میں نے ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔

۳۔ اگر دن کو نیت کی جائے تو اس کے الفاظ یہ ہیں؛

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی ؁

میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آج دن کا روزہ رکھنے کی نیت کی۔

مستحب اور افضل یہ ہے کہ نیت رات کو یا سحری کھاتے وقت اور طلوعِ فجر سے پہلے کی جائے۔

۴۔ اگر آپ نے یوں نیت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی تو روزہ نہیں، اور اگر نہ ہوئی تو روزہ ہے۔ یہ نیت صحیح نہیں۔ بہر حال آپ روزہ دار نہ ہوں گے۔ (عالمگیری)

۵۔ آپ نے اگر رات میں روزہ کی نیت تو کی مگر پھر رات ہی رات پکا ارادہ کر ڈالا کہ روزہ نہیں رکھوں گا۔ تو اب وہ آپ کی ہوئی نیت باقی رہی۔ اگر نئی نیت نہ کی اور دن بھر بھوکے پیاسے بھی رہے اور جماع سے بھی بچ کر رہے تب بھی روزہ نہ ہوا۔ (دُرِ مختار)

۶۔ غروبِ آفتاب کے بعد سے لے کر کسی وقت میں بھی نیت کی، پھر اس کے

بعد رات ہی میں کھایا پیا تو نیت نہ ٹوٹی، وہی پہلے والی نیت کافی ہے۔ پھر سے نیت کرنا ضروری نہیں۔ (جوہرہ)

۷۔ ماہِ رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیت کی نہ ہی یہ کہا کہ روزہ نہیں، اگرچہ معلوم ہے کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے تو روزہ نہ ہوگا۔ (عالمگیری)

۸۔ روزے کے دوران توڑنے کی صرف نیت کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک توڑنے والی کوئی چیز نہ کرے۔ یعنی صرف یہ نیت کر لی کہ بس اب میں روزہ توڑ دیتا ہوں۔ تو اس طرح اس وقت تک روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک حلق کے نیچے کوئی چیز نہ اتاریں گے۔ یا کوئی ایسا فعل نہ کر گزریں گے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو۔

۹۔ نفل روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر صبح کی نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا رکھے۔ (ہدایہ)

۱۰۔ کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا لیکن پھر صبح ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔ (فتاوی عالمگیری)

۱۱۔ روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہیئے۔ البتہ اگر دو رمضان کے کچھ کچھ روزے قضا ہوں تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے قضا روزے رکھتا ہوں۔ (درمختار)

۱۲۔ سحری کھانا بھی نیت ہے۔ چاہے رمضان کے روزہ کی سحری ہو یا کسی اور روزہ کی۔ ہاں اگر سحری کھاتے وقت یہ ارادہ کیا کہ صبح کو روزہ نہ رکھوں گا، تو یہ سحری کھانا نیت کی جا نہیں۔

۱۳۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے۔ یہ مقرر نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے۔ یا نفل روزہ کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا۔ البتہ اگر اس جمعہ کو قضا کا روزہ رکھ لیا اور

نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا۔ یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھ لیا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ قضا کا روزہ ہو جائے گا۔ نذر کا روزہ پھر رکھے۔ (عالمگیری)

۱۴۔ کئی روزے قضا ہوں تو نیت میں یہ ہونا چاہیئے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا، دوسرے کی قضا، اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہو گئے کچھ پچھلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیت ہونی چاہیئے کہ اس رمضان کی قضا، اور اُس رمضان کی قضا، اور اگر دن معین نہ کیا جب بھی ہو جائیں گے۔ (عالمگیری)

۱۵۔ جن روزوں کے لیے دن متعین ہیں مثلاً رمضان ہے یا نذرِ معین ہے۔ اس میں ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک دن میں نیت کرسکتا ہے اور نفل میں بھی کرسکتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور روزہ واجب مثلاً کفارہ اور قضا وغیرہ میں نیت دن میں نہیں کرسکتا اور جن روزوں میں دن کی نیت کی اجازت بھی ہے، ان میں بھی افضل یہی ہے کہ دن نکلنے سے پہلے رات ہی میں نیت کرلی جائے (تنویر، عالمگیری)

۱۶۔ ادائے رمضان اور نذر معین اور نفل کے علاوہ باقی روزے مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معین اور نفل کی قضا (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا) اور نذر معین کی قضا اور کفارے کا روزہ اور تمتع کا روزہ، ان سب میں عین چمکتے وقتِ صبح صادق یا رات میں نیت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے، خاص اسی مخصوص روزے کی نیت کریں۔ اگر ان روزوں کی نیت دن میں (یعنی صبح صادق کے بعد) کی تو نفل ہوئے۔ پھر بھی ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔ توڑیں گے تو قضا واجب ہوگی۔ اگرچہ یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ میں جو روزہ رکھنا چاہتا تھا۔ یہ وہ روزہ نہیں ہے بلکہ نفل ہی ہے (درمختار)

۱۷۔ رمضان المبارک کے ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے۔ رمضان کے سارے روزوں کے لیے صرف ایک دن نیت کرلینا کافی نہیں ہے۔

۱۸۔ مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان میں کسی اور واجب روزے کی نیت نہ کرلے۔ رمضان کے فرض روزے کی نیت کرے یا نفلی روزے کی نیت کرے ہر طرح صحیح ہے۔

۱۹۔ رمضان کے ادا روزوں میں فرض کہہ کر نیت کرنا ضروری نہیں۔ صرف روزے کی نیت کرلینا کافی ہے۔ البتہ کوئی مریض اگر رمضان کا روزہ رکھے تو وہ فرض کی تعیین کرے اس لیے کہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں ہے۔ مریض اگر محض روزے کی نیت کرے یا نفلی روزے کی نیت کرے تو اس کا روزہ رمضان کا روزہ نہ ہوگا۔

باب ۵

سحری

رات کے پچھلے پہر نمازِ فجر کی اذان سے قبل روزہ رکھنے کی نیت سے کھانے پینے کو سحری کہا جاتا ہے۔ صبح ہونے سے ذرا پہلے وقت کو سحر کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے قبل از صبح کے کھانے کو سحری کہا گیا ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ اس وقت میں اللہ کے خاص بندے اسے یاد کرتے ہیں۔ اس کے حضور سجدہ ریزی کرتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں التجائیں کرتے ہیں اس لیے سحری کے لیے اس وقت کو منتخب کیا گیا ہے۔ یہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت پسند تھا۔ آپ اس وقت میں نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ جب روزے فرض ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کھانے پینے کی اجازت عطا فرما دی۔ جو سحری کے نام سے منسوب ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کچھ نہ کچھ ضرور تناول فرماتے تھے اسی وجہ سے سحری کے وقت ہمارے لیے روزہ کی نیت سے کھانا پینا سنت قرار پایا ہے۔

قرآن میں سحری کی آیت کا نزول

قرآن پاک میں سحری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ

اور تم کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ظاہر ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

(بقرہ: ۱۸۷)

اس آیت مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سحری کھانے کی اجازت دی

اور اس کا وقت صبح صادق میں سفیدی ظاہر ہونے تک مقرر کیا۔ کیونکہ صبح ہونے سے پہلے صبح کی سفیدی مشرق میں ایک باریک دھاگے کی مانند نمودار ہوتی ہے اس دھاری دار سفیدی کے ظاہر ہونے سے رات کی سیاہی بھی دھاری کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ سفید دھاری ظاہر ہونے کا مطلب رات کی سیاہی سے روشنی کا ظاہر ہونا ہے جسے پو پھٹنا بھی کہا جاتا ہے۔ لہذا پو پھٹنے یعنی اذان سے پہلے صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت ہے۔

سحری کی وجہ دلیل

سحری کی وجہ دلیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ ابتدا میں لوگ روزہ رکھنے کے لیے سونے سے پہلے کھانا کھا لیتے تھے۔ ان میں یہ بات بھی رائج تھی کہ رات کو جب تک کوئی جاگتا رہتا کھا پی سکتا تھا۔ لیکن جونہی رات کو کوئی شخص سو جاتا تو اس کے لیے سو کر اٹھنے کے بعد کھانا پینا ممنوع ہو جاتا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ عشاء کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ اس لیے ۲۴ گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا پینا انتہائی تکلیف دہ تھا۔ اس طریقہ میں تبدیلی کا باعث ایک صحابی کا واقعہ بنا۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ أَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو کوئی روزہ سے ہوتا اور افطار سے پہلے سو جاتا تو رات کو کچھ نہ کھا سکتا تھا اور نہ دوسرے دن۔ حتیٰ کہ شام ہو جاتی۔ قیس رضی اللہ عنہ بن صرمہ انصاری ایک بار روزے سے تھے۔ افطار کے وقت اپنی بیوی کے پاس آ کر پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ جواب دیا نہیں۔ البتہ میں جاتی ہوں کچھ تلاش کر کے لاتی ہوں۔ اس

كهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا وَّنَزَلَتْ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ؕ

زمانہ میں یہ مزدوری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نیند نے غلبہ کر لیا اور سو گئے۔ بیوی نے واپس آ کر دیکھا تو کہا افسوس! دوسرے دن دوپہر کو (بھوک اور نقاہت کے باعث) بیہوش ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو یہ آیت اتری "روزہ کی راتوں کو بیوی سے شب باشی حلال ہے"۔ صحابہؓ اس سے بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی در کھاؤ پیو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے واضح نہ ہو جائے۔

(بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا آیت ان کے حق میں نازل ہوئی۔ جس سے سحری کھانے کی اجازت مل گئی۔ اس وقت سے لے کر مسلمانوں کا روزہ صبح صادق سے لے کر شام تک ہو گیا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُنْزِلَتْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ لَمْ يَنْزِلْ مِنَ الْفَجْرِ فَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِيْ رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْاَسْوَدَ وَلَمْ يَزَلْ يَاْكُلُ

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جب وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ نازل ہوئی اور مِنَ الْفَجْرِ کا لفظ نہیں اترا تھا تو کچھ لوگوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگہ باندھ لیا اور برابر کھاتے پیتے رہے۔ جب تک کہ ان کا رنگ نہ کھلا تب من الفجر کا لفظ نازل ہوا۔ اب

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهٗ رُؤْیَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ اِنَّمَا یَعْنِی اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ

لوگ جان گئے کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

(بخاری شریف)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے؛

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ: حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ قَالَ اَخَذْتُ عِقَالًا اَبْیَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ فَوَضَعْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِیْ فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَتَبَیَّنْ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِکَ فَقَالَ اِنَّ وِسَادَکَ اِذًا لَطَوِیْلٌ عَرِیْضٌ اِنَّمَا هُوَ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّمَا سَوَادُ اللَّیْلِ وَبَیَاضُ النَّهَارِ ؕ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت "یہاں تک کہ تمھارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے" نازل ہوئی تو میں نے ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگا لیا اور انھیں اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ میں دیکھتا رہا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ تمھارا تکیہ تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ اس سے مراد رات اور دن ہے۔ عثمان راوی نے کہا کہ وہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(ابوداؤد)

اس آیت کے لفظ خَیْطُ الْاَبْیَض سے دن کا اجالا اور خَیْطُ الْاَسْوَد سے رات کی سیاہی مراد ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث کے آخر میں عثمان بن ابو شیبہ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سمجھے کہ شاید سوت کا سفید اور سیاہ دھاگا مراد ہے کہ ان دونوں قسم کے دھاگوں میں پہچان ہونے تک کھا پی سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس سمجھے ہوئے مفہوم پر ہنسے کہ تم نے تو اپنے سرہانے کو اتنا لمبا چوڑا بنا دیا جس میں دن اور رات چھپ

جاتے ہیں اور سمجھا دیا کہ اس سے سُوت کے سفید و سیاہ دھاگے مراد نہیں بلکہ دن اور رات مراد ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں اللہ تعالے نے مسلمانوں کی سہولت کے پیشِ نظر اور اہلِ کتاب کے روزہ سے مسلمانوں کے روزہ میں انفرادیت پیدا کر کے روزے کی حد طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک مقرر کر دی۔ غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ صبح صادق تک کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت دیدی۔ سحری کے وقت کھانے پینے کی اجازت میں یہ حکمت ہے کہ طلوعِ فجر سے عین پہلے آدمی اچھی طرح کھا پی لے۔ تاکہ دن کے وقت کمزوری محسوس نہ ہو۔ تاکہ روزہ دار دُنیا داری کے کام احسن طریقے سے سرانجام دے سکے۔

سحری کا امتیازی وصف

اہل اسلام کے روزوں کی سحری ایک امتیازی وصف ہے جو کہ رات کے پچھلے پہر میں کی جاتی ہے جو یہود و نصاریٰ میں نہیں۔ یہی فرق مسلمانوں کو اہل کتاب سے جُدا کرتا ہے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فَصْلَ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُکْلَۃُ السَّحَرِ ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے (یعنی ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ نہیں کھاتے۔ (ابو داؤد)

روزہ کی سحری اور افطاری کے سلسلہ میں اہل کتاب کے طرز طریقہ ترک کر [illegible] جس حدیث یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ ۞

دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود اور نصاریٰ دیر کیا کرتے ہیں۔ (ابو داؤد)

یوں تو اس حدیث میں اہلِ کتاب کی افطاری کے بارے میں بیان ہوا ہے لیکن ان کی سحری اور افطاری کا طرزِ عمل مسلمانوں سے بالکل الگ تھا وہ روزہ کھولنے میں تاخیر کرتے اور سحری بھی نہ کرتے بلکہ صوم وصال رکھتے تھے۔ اگرچہ ایسا کرنا ان کی شریعت میں جائز تھا لیکن ان کی بیک وقت سحری اور افطاری کی آڑ میں ان کے علماء اور اہلِ دانش نے دنیا سے کنارہ کشی کا راستہ اختیار کر کے رہبانیت کو جنم دے دیا ان کی اس روش کی اصلاح کی خاطر اسلام میں دو مختلف اوقات میں سحری اور افطاری کا حکم ہوا۔

فضائلِ سحری

سحری کرنا بڑی فضیلت والا کام ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حسب ذیل احادیثِ مبارکہ وارد ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً ۞

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت میں، ثرید میں اور سحری کھانے میں برکت ہے یعنی یہ تینوں چیزیں باعثِ برکت ہیں۔ (طبرانی)

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِغَدَاءِ السُّحُوْرِ فَاِنَّهٗ هُوَ الْغَدَاءُ الْمُبَارَكُ ۞

سیدنا حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، صبح کا کھانا اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ صبح کا کھانا مبارک ہے (نسائی شریف)

حضرت شاہ ولی اللہ رح سحری کی برکات میں فرماتے ہیں کہ اس میں دو برکتیں ہیں ان میں سے ایک برکت تو یہ ہے کہ روزہ دار کا جسم خراب نہیں ہوتا اور نہ ہی ضعیف ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک پورے دن کا امساک روزہ کی مقدار ہے پس اس میں زیادتی نہیں کرنی چاہیئے اور دوسری برکت دینی تدبیر کے متعلق ہے کہ دین میں تحریف و تغیر داخل نہیں ہوتا۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔ ج ۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (طبرانی)

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ ھَلُمَّ اِلَی الْغِدَآءِ الْمُبَارَکِ یَعْنِیْ السَّحُوْرَ۔

سیدنا حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا، صبح کے بابرکت کھانے کے لیے آؤ۔ (نسائی شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سحری کے وقت کھانا پورے کا پورا خیر ہے لہذا اسے مت چھوڑو، اگرچہ ایک پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ پی لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (مسند امام احمد رح)

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ سحری کے وقت سے یَا وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ کا ورد رکھو۔ اس کے پڑھنے والے کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ قَالَ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی السَّحُوْرِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ ھَلُمَّ اِلَی الْغَدَآءِ الْمُبَارَکِ۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سحری کھانے کے لیے بلایا تو فرمایا آؤ صبح کا کھانا کھا لو جو بڑی برکت والا ہوتا ہے (ابو داؤد)

سحری کی برکات کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رح فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات متعدد وجوہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک تو اس میں اتباعِ سنت ہے اور اہلِ کتاب کی مخالفت ہے، دوسری اس سے عبادت میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ تیسری اس سے اس بداخلاقی کا تدارک ہوتا ہے جو شدت بھوک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے سحری کھانے کے لیے اٹھنے سے سائل کو صدقہ دینے یا اپنے ساتھ شریکِ دستر خوان کرنے کی بھی سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔ سحری کے باعث قبولیت دعا کا موقعہ بھی ملتا ہے۔ غرضیکہ سحری کھانا ہر لحاظ سے باعثِ برکت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی جتنا بھی کھالیں انشاء اللہ ان سے کوئی حساب نہ ہوگا بشرطیکہ کھانا حلال ہو۔ اول روزہ دار کا افطار کے وقت کھانا، دوسرے سحری کھانے والے، تیسرے مجاہد جو اللہ کے راستہ میں سرحدِ اسلام کی حفاظت کرے (طبرانی کبیر)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَالْقَيْلُوْلَةَ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ ؛

حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دن کے روزے رکھنے پر سحری کے کھانے سے مدد طلب کرو۔ اور رات کے قیام کے لیے قیلولہ سے مدد طلب کرو۔ (ابن ماجہ)

حدیث پاک میں ہے کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے سے ہر لقمہ کے بدلے ساٹھ برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ (انیس الواعظین)

سحری کے بارے میں ان احادیثِ مطہرہ میں بڑی تاکید اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔ یہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر کرم ہے کہ رمضان کی راتوں میں کھانے پینے کی تاکید فرمائی تاکہ امت کو روزے رکھنے میں آسانی رہے اور رات کے کھانے پینے کا ثواب بھی ملے۔ گویا "ہم خرما و ہم ثواب" والا معاملہ ہے۔ جب روزے فرض ہوئے تو حکم یہ تھا کہ رمضان کی راتوں کو سونے سے پہلے کھا پی سکتے تھے۔ اگر

کوئی ذرا بھی سو جاتا تو اب اگلی شام تک کھا پی نہیں سکتا تھا۔ اس صورت میں کافی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خدائے ذوالمنن نے اپنے محبوب کی امت پر دوسری امتوں کے برخلاف یہ کرم فرمایا کہ انھیں طلوعِ فجر تک کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کو سحری کہتے ہیں جو اہل کتاب کو مرحمت نہیں فرمائی گئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجازت کو اپنی امت کے لیے سنت ٹھہراتے ہوئے ضروری اور باعثِ برکت قرار دے دیا۔ تاکہ ایک جانب اس کھانے پینے کا بھی ثواب ملے اور دوسری طرف روزے میں کافی حد تک آسانی ہو جائے۔

سحری کا افضل طریقہ

سحری کے وقت کھانا کھانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے وقت کھانا کھایا کرتے تھے اس لیے آپ کی پیروی میں ہر مسلمان کے لیے بہتر ہے کہ وہ سحری کرے۔ اگر کوئی ارادۃً سحری کو روزہ کا حصہ سمجھ کر نہیں کھاتا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے خلاف ہے۔

سحری کے وقت روزہ رکھنے کے لیے میانہ روی سے کھانا چاہیے۔ نہ تو اتنا ٹھونس کر کھایا جائے کہ سارا دن طبیعت بوجھل رہے اور نہ ہی اتنا کم کھائے کہ شدتِ بھوک کے باعث اس کے لیے روزہ نبھانا مشکل ہو جائے۔ اگر سحری کے وقت کچھ کھانے کو دل نہیں چاہتا تو کھجور یا پانی پی لیا جائے تو بھی سحری کا ثواب مل جائے گا۔ کیونکہ اس طرح سنتِ سحری پوری ہو جاتی ہے۔

میرے خیال کے مطابق سحری کھانے کا افضل طریقہ تو یہ ہے کہ رات کے پچھلے وقت میں بیدار ہو جائے اور نمازِ تہجد کے نوافل پڑھے اور اس کے بعد تھوڑی دیر ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ پھر سحری کے طعام کا بندوبست کرے۔ اتنے میں جب سحری کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو تو کھانا تناول کرے اور اللہ کا شکر کرے کہ اس نے اسے سحری کھانے کی توفیق دی۔ وقت اتنا تنگ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ سحری کا کھانا اطمینان سے نہ کھایا جاسکے بلکہ کشادہ وقت ہو تو اس میں بڑے

اطمینان کے ساتھ جو اللہ کا رزق میسر آئے اس سے سحری کرے۔ البتہ مرغن غذائیں استعمال کرتے سے گریز کرے۔ لطیف قسم کی غذا استعمال کرے جس سے طاقتِ جسم بھی بحال رہے اور آسانی سے روزہ نبھ سکے اور سحری کا کھانا کھا کر روزہ کی نیت کی دعا پڑھ لے اور وقت ختم ہونے پر کھانا پینا بند کر دے۔ البتہ بحالتِ مجبوری اگر کھانے کا کچھ قلیل حصہ باقی رہ گیا ہو تو اسے کھا لے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ روزہ رکھنے کے لیے آدمی کھانا کھا رہا ہوتا ہے تو ادھر سحری ختم ہونے کا اعلان ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں کھانا مکمل کر لینا چاہیئے۔ لیکن اس طرح کرنا معمول نہیں بنانا چاہیئے ورنہ روزہ نہ ہو گا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں حدیث ہے کہ "حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور اس وقت برتن ابھی اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ برتن کو اپنے ہاتھ سے نہ رکھے جب تک کہ اپنی حاجت اس سے پوری نہ کر لے"۔ (ابو داؤد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سائرن وغیرہ کا رواج نہ تھا۔ جب اذان ہوتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ اب سحری کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اس حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر سحری کا وقت ختم ہونے کے وقت کوئی شخص کھا پی رہا ہے تو جلدی جلدی کھانا کھا لے۔ تاہم اس سے یہ مراد نہیں کہ آدمی اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا معمول بنا لے بلکہ صرف اپنی حاجت پوری کر لینی چاہیئے۔

آٹھ پہر کا روزہ

اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلے۔ سب کے سب سوئے رہیں تو بغیر سحری کھائے آٹھ پہر کا روزہ رکھ لیا جائے اور روزہ کی نیت کر لی جائے تو اس طرح بھی روزہ ہو جائے گا لیکن اس طرح سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا اچھی بات نہیں بلکہ روزہ چھوڑنا کم ہمتی کی دلیل ہے لہذا بحالتِ مجبوری آٹھ پہر کا روزہ رکھنے کی بھی گنجائش ہے

اگر اس طرح روزہ رکھا تو روزہ چھوڑنے کی قضا لازم آئے گی۔

یاد رہے کہ سحری روزہ کی ضروری شرائط میں سے نہیں ہے۔ سحری کھانے کے بغیر بھی روزہ ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک عظیم سنت ہے لہذا اسے چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔

سحری کا مسنون وقت

سحری کھانے کا مسنون وقت رات کا پچھلا پہر ہے جس کے تقویمی طور پر اوقات مقرر ہو چکے ہیں۔ جو وقت پہلے وقتوں میں تھی وہ اب نہیں ہے لہذا اذان سے پہلے تک سحری کھا سکتے ہیں۔ احادیث میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ جب سحری کا وقت ختم ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی ہو تو اس وقت سحری کھانا مناسب ہے جو سحری میں تاخیر کے مترادف ہے۔ اس کے متعلق احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) عَنْ قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا يَهِيْدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْاَحْمَرُ۔

حضرت قیس بن طلق نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ اور پیو (سحری کے وقت) اور اوپر چڑھنے والی روشنی تمہیں نہ روکے۔ لہذا کھاتے پیتے رہو جب تک چوڑائی میں سرخ روشنی نہ ظاہر ہو جائے۔ (ابوداؤد)

(۲) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّحُوْرِ قَالَ قَدْرَ خَمْسِيْنَ اٰيَةً۔

حضرت زید بن ثابت رض روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ انس رض کہتے ہیں میں نے دریافت کیا اذان اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ کہا کہ پچاس آیات کے پڑھنے کے برابر۔

(بخاری شریف)

(۳) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَذَانِهِمَا اِلَّا اَنْ يَرْقٰى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا ؕ

حضرت عائشہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت بلال رضؓ رات سے اذان دیا کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاتے پیتے رہو جب تک کہ ابن ام مکتوم رضؓ اذان نہ کہیں، کیونکہ ابن ام مکتوم اس وقت تک اذان نہیں کہتے جب تک کہ صبح صادق نہیں ہو جاتی۔ قاسم (اس حدیث کے ایک راوی) کہتے ہیں بس اتنا فرق تھا ایک (منبر پر) چڑھتے اور دوسرے اترتے۔ (بخاری شریف)

(۴) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِيْ اَهْلِيْ ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِيْ اَنْ اُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؕ

حضرت سہل بن سعد رضؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر پر سحری کیا کرتا تھا پھر میں جلدی کرنے لگا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کر سکوں۔

(بخاری شریف)

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْ قَالَ يُنَادِيْ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ اَنْ يَقُوْلَ هٰكَذَا وَجَمَعَ يَحْيٰى كَفَّهٗ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَمَدَّ يَحْيٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلال رضؓ کی اذان تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے نہ روکے۔ کیونکہ وہ اذان کہتے ہیں یا فرمایا کہ ندا کرتے ہیں تا کہ تم میں سے قیام کرنے والا فارغ ہو جائے اور سونے والا خبردار ہو جائے اور وہ فجر کا وقت نہیں ہوتا جو کہے کہ یوں۔ چنانچہ یحیٰی نے اپنی مٹھی بند کی اور کہا کہ یوں۔ اور یحیٰی نے اپنی شہادت کی دونوں

بِأَصَابِعِهِ السَّبَّابَتَيْنِ ۞ انگلیاں پھیلادیں۔ (ابوداؤد)

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْاُفُقِ هٰكَذَا حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ ۞

حضرت عبداللہ بن سوادہ قشیریؒ کے والد نے سنا کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ خطبہ دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلالؓ کی اذان تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے نہ روکے اور نہ افق کی وہ سفیدی جو اس طرح پھیلتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سحری کے وقت کے لیے حضرت بلالؓ اذان دیتے تاکہ جو لوگ سحری کھانے کے لیے بیدار نہیں ہوئے وہ بیدار ہوجائیں اور جنھوں نے تہجد نہیں پڑھی وہ تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ تو اس لیے فرمایا گیا کہ اگر اس وقت تم میں سے کوئی سحری کھا رہا ہو تو اسے نماز فجر کی اذان سمجھ کر کھانا پینا نہ چھوڑے اور بغیر سحری کھائے اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا نہ کرے۔ حضرت بلالؓ صبح کاذب کے وقت رمضان المبارک میں اذان کہا کرتے تھے۔ صبح کاذب سے فجر کا وقت شروع نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی رات ہی کا ایک حصہ ہے اور اس وقت سحری کھانے میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت کھجوریں تناول فرمائیں۔ اس کے متعلق حدیث مبارک یہ ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ عِنْدَ السُّحُوْرِ يَا اَنَسُ اِنِّيْ اُرِيْدُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت مجھ سے فرمایا اے انسؓ! میں روزہ

الصِّيَامَ أَطْعِمْنِي شَيْئًا — رکھنا چاہتا ہوں اور مجھے کچھ کھلاؤ۔ میں
فَأَتَيْتُهُ بِتَمْرٍ وَإِنَاءٍ فِيْهِ — نے کھجور اور پانی کا ایک برتن حاضر خدمت
مَاءٌ — کیا۔ (ابوداؤد)

کھجور میں انسان کے جسم کے لیے تمام غذائی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت
ہے۔ لہذا اگر کوئی اور غذا نہ مل سکے یا سنتِ رسول کی پیروی میں کھجور ہی سے
سحری کی جائے تو یہ انسانی قوت کے لیے کافی ہوں گی۔ اور اس کی احادیث کے
پیشِ نظر ہی اسے سحری کے لیے بہترین قرار دیا گیا ہے۔

صوفیاء سحری کے وقت نہایت ہی قلیل غذا استعمال کرتے ہیں، کیونکہ عوام
الناس ان کے تقوے تک نہیں پہنچ سکتے اور کئی صوفیاء تو رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی پر عمل کرتے ہیں جس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ مومن
کے لیے بہترین سحری کھجور ہے اور صوفی لوگ چند کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے ہیں
ان کی بھوک حکمتِ خداوندی اور نورانی تجلیات سے دور ہو جاتی ہے اس لیے
انھیں خوراک کے معدے میں زیادہ پڑنا نہیں پڑتا۔

باب ۹

افطاری

روزہ کھولنے کو افطار کہا جاتا ہے۔ سحری کے وقت روزہ رکھ کر کھانے پینے کی جو پابندی لگتی ہے وہ شام کے وقت ختم ہو جاتی ہے۔ اس پابندی کے اٹھ جانے کو افطار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ — پھر روزے کو رات تک پورا کرو

(بقرہ: ۱۸۷)

اسلام میں روزے کو افطار کرنے کا مسنون وقت غروبِ آفتاب ہے اس کے متعلق حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ الَّيْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ۚ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اس طرف سے آئے اور دن اس طرف چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔

(بخاری شریف)

اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی جانب سے رات کی تاریکی چھانا شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہ بات یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی — حضرت عبداللہ بن ابی اوفی روایت کرتے ہیں

قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ ؏

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے اور آپ روزہ سے تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو کسی سے فرمایا اے فلاں! اٹھو اور میرے لیے ستو بناؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ شام ہونے دیجیے۔ فرمایا اُترکر میرے لیے ستو بناؤ۔ وہ پھر بولا یا رسول اللہ ابھی دن باقی ہے۔ فرمایا اترو اور میرے لیے ستو بناؤ۔ چنانچہ وہ اترا اور آپ کے لیے ستو گھولے۔ آپ نے نوش فرمائے اور فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس طرف سے آگئی تو روزہ کے افطار کا وقت ہو گیا۔

(بخاری شریف)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب سے پہلے روزہ افطار کرنا مسنون ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج غروب ہونے پر روزہ افطار کیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میرے طریقہ پر رہے گی جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے گی لہذا افطار میں اتنا انتظار کرنا کہ خوب ستارے نکل آئیں جائز نہیں ہے۔ مستحب وقت یہی ہے کہ غروب ہونے کے بعد روزہ افطار کیا جائے۔

افطار میں جلدی کا مفہوم

اسلام سے قبل اہل کتاب میں روزہ افطار کرنے کا یہ دستور تھا کہ وہ روزہ اس وقت کھولتے تھے جب آسمان پر ستارے اچھی طرح نمودار ہو جاتے، اور

افطاری میں جتنی دیر کرتے اس کو اچھا سمجھتے تھے اور اس دیر کو تقوٰی قرار دیتے تھے۔ یعنی دیر سے روزہ افطار کر کے وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ انھیں ابھی بھوک نہیں لگی۔ اور کھانے کے لیے بیتاب نہیں ہیں۔ یہ ایک نمائشی تقوٰی تھا جسے اسلام نے ناپسند کیا اور لوگوں کو افطار کرنے کا یہ حکم دیا کہ سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لیا جائے۔ اس سے مراد جلدی کرنا ہے کیونکہ اس حکم سے پہلے لوگ اہل کتاب کی طرح دیر سے روزہ کھولتے تھے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق روزہ میں جس وقت اللہ تعالیٰ نے کھانے سے منع کیا ہے اس وقت اس کی سختی سے پابندی کرنی چاہیئے اور جب اللہ کی طرف سے پابندی ختم ہو جائے تو اس وقت کھانے پینے کی طرف آنا عین اطاعت ہے روزے میں انسان اپنی خواہشات بھوک پیاس اور ہر چیز پہ پابندی لگاتا ہے اور یہ سب اللہ کی عائد کردہ پابندی کے تحت کرتا ہے۔ تو جب اللہ کی طرف سے پابندی ہٹالی گئی تو اس وقت کھانا پینا اور اپنی خواہشات کو پورا کرنا عین رضائے الٰہی کے مطابق ہے۔ اسی پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افطاری کرنے میں سرعت کرو تاکہ مسلمانوں میں بھی اہل کتاب کے خیالات غالب نہ آجائیں اور افطاری میں دیر نہ کرنے لگیں۔

احادیث افطار

افطاری کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث حسب ذیل ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ عَجِّلُوا الْفِطْرَ فَاِنَّ الْیَهُوْدَ یُؤَخِّرُوْنَ ۝

حضرت ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک افطار میں عجلت کریں گے۔ لہٰذا تم افطار جلدی کیا کرو کیونکہ یہود تاخیر سے افطار کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا ؛

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے۔

(ترمذی)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْاِفْطَارَ ؛

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔ (ابن ماجہ)

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ فَقُلْنَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْاٰخَرُ یُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَیُؤَخِّرُ الصَّلٰوةَ ۔ قَالَتْ اَیُّهُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَتْ کَذٰلِکَ کَانَ یَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

عمارہ بن عمیر نے ابوعطیہ سے روایت کی ہے کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے سلے ام المؤمنین! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے دو حضرات ہیں جن میں سے ایک تو افطاری اور نماز میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے صاحب دیر سے افطار کرتے اور دیر سے نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جلدی افطار کرنے والے اور جلدی نماز پڑھنے والے کون صاحب ہیں؟ عرض گزار ہوئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

احادیث مطہرہ میں سورج غروب ہونے کے بعد جلدی روزہ افطار کرنے کی

بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم اپنی امت کو محبت و شفقت کے تحت دیا ہے اور روزہ افطار کرنے میں دیر کرنے کو یہاں تک کہ تارے نظر آنے لگیں یہود و نصاریٰ کا فعل قرار دیا ہے اور ان کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

افطار میں جلدی کرنے سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ ابھی افطار کا صحیح وقت نہ ہو اور روزہ افطار کر لیا جائے۔ افطار کے وقت میں ابھی شک رہتا ہو تو اس صورت میں افطار کرنے سے قضا ضروری ہے۔ بعض لوگ اذان سننے کے لیے بیتاب ہو جاتے ہیں کہ فلاں مسجد سے اذان کی آواز آ رہی ہے اگر اس مسجد میں صحیح وقت پر اذان دینے کا اہتمام ہے تو اس کی آواز پر افطار کر لینا چاہیئے۔ بعض مساجد میں خود جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے ایسے مؤذنوں کی آواز پر روزہ افطار نہ کریں جو جلد بازی سے کام لیں۔ جب تک کہ سورج اچھی طرح غروب نہ ہو جائے بعض جگہ پر توپ گولہ چھوڑنے یا سائرن بجانے کا اہتمام ہوتا ہے تو ذمہ دار شخص کے اس اعلان پر روزہ افطار کر لینا چاہیئے۔ وقت سے قبل روزہ افطار کرنے پر سزا ملے گی لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ روزہ افطار کرنے کا اعلان ریڈیو پر کیا جاتا ہے۔ اس اعلان کے مطابق روزہ افطار کر لینا بہت مناسب ہے۔

قبل از وقت روزہ افطار کرنے کی سزا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ دو شخص آئے اور میرے بازو پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا کہ چڑھیے۔ میں نے کہا کہ مجھ میں طاقت نہیں۔ انھوں نے کہا اللہ آسان کر دے۔ میں چڑھا۔ بیچ میں پہنچا تو سخت آوازیں سننے میں آئیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں؟ کہا جہنمیوں کی آوازیں ہیں۔ پھر مجھے آگے لے جایا گیا۔ ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ الٹے لٹکائے گئے ہیں ان کی باچھیں چیری ہوئی ہیں کہ جن سے خون بہتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے

روزہ افطار کرتے تھے۔ پس اتنی جلدی نہ کرو کہیں وقت سے پہلے افطار کرنے سے روزہ ٹوٹ نہ جائے اور قضا لازم آجائے۔

مطلع ابر آلود ہونے پر جلد افطاری کا ازالہ

اگر آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوں اور کوئی افطار کا وقت سمجھ کر افطار کرلے۔ بعد میں کسی ذریعہ سے معلوم ہو جائے کہ افطاری کا وقت نہ ہوا تھا کہ روزہ افطار کرلیا گیا ہے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا۔ رمضان کے بعد اس کے بدلے میں قضا روزہ رکھ کر تعداد پوری کرے کیونکہ حدیث پاک میں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اَفْطَرْنَا یَوْمًا فِیْ رَمَضَانَ فِیْ غَیْمٍ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ قُلْتُ لِهِشَامٍ اُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ وَلَا بُدَّ مِنْ ذٰلِكَ۔ (ابو داؤد)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں رمضان کے ایک ابر آلود دن کا روزہ ہم نے افطار کرلیا۔ پھر سورج نکل آیا۔ ابو اسامہ کا بیان ہے کہ میں نے ہشام سے کہا، کہ انہیں قضا کا حکم دیا گیا ہوگا؟ فرمایا اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

مسئلہ: اگر افطار کرنے کے بعد کنارہ سورج نظر آگیا اور ثابت ہو گیا کہ دن تھا مگر بروقت افطار یقین تھا کہ سورج نہیں ڈوبا۔ یا گمان[۱] تھا یا شک[۲] تھا۔ یا بعد افطار تو کچھ ظاہر نہیں ہوا کہ دن تھا یا نہیں مگر یقین[۴] تھا کہ دن ہے یا گمان[۵] غالب تھا کہ دن ہے یا شک[۶] اور تردد تھا۔ ہو سکے ایسے ہو سکے اور باوجود اس کے پھر افطار کرلیا تو قضا ان سب صورتوں میں لازم ہے مگر کفارہ بعض میں بلا خلاف لازم ہے اور بعض میں اختلاف۔ پہلی اور دوسری صورت میں بالاتفاق کفارہ بھی ہے۔ تیسری شکل میں اختلاف ہے۔ مگر ابن الہمام فرماتے ہیں کہ میں نے

نہیں جانا کہ وجوبِ کفارہ میں کسی نے خلاف کیا ہو۔ چوتھی صورت میں بھی بالاتفاق کفارہ ہے۔ پانچویں شکل میں اختلافِ روایت ہے مگر صاحب بدائع نے عدم وجوبِ کفارہ کی تصحیح کی ہے۔ چھٹی صورت میں زیلعی اور ابن الہمام نے وجوب کفارہ میں اختلاف نقل کیا ہے مگر صاحب سراج نے عدم وجوب کفارہ پر اجماع نقل کیا ہے۔ (حیات الصائمین)

افطاری کی مسنون اشیاء

رزقِ حلال سے جو میسر ہو اس سے روزہ افطار کیا جائے مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیا جائے۔ اور آپ کا بھی یہی طریقہ تھا کہ آپ تازہ کھجور سے افطار کرتے۔ اگر کھجور نہ ملتی تو چھوہاروں سے روزہ افطار کر لیتے۔ اور اگر اتفاق سے وہ بھی نہ ملتے تو پانی کے ایک دو گھونٹ پی کر روزہ افطار فرماتے۔

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُفْطِرْ عَلَی الْمَاءِ فَاِنَّہٗ طَھُوْرٌ۔

حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے۔ کیونکہ یہ ایک پاک شئے ہے۔

(ابن ماجہ)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدَ تَمْرًا فَلْیُفْطِرْ عَلَیْہِ وَمَنْ لَّا فَلْیُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَاِنَّ الْمَاءَ طَھُوْرٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور پائے اس سے افطار کرے اور جسے نہ ملے پانی سے افطار کرے۔ کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

(ترمذی)

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فَعَلٰى تَمَرَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ۔

ثابت بنانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے پہلے تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار فرماتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خشک کھجوروں سے۔ یہ بھی نہ ہوتا تو پانی کے چند گھونٹ پی لیا کرتے (ابوداؤد)

روزہ افطار کرنے وقت اس امر کا خاص خیال رکھیں کہ جس چیز سے بھی روزہ زائل کیا جائے وہ رزق حلال سے ہو۔ اللہ کے خاص اور نیک بندے اس بات کا ضرور خیال کرتے ہیں کہ وہ روزہ اس چیز سے ہی کھولتے ہیں جس پر انھیں پورا بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ حلال کمائی سے ہے۔ اس لیے مساجد میں لوگوں کے افطار کے لیے بھیجی ہوئی اشیاء سے صوفیاء ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ کیا معلوم وہ حلال کمائی سے ہے کہ نہیں۔ اس لیے میرے خیال کے مطابق روزہ بھی نیک کمائی سے خریدی ہوئی چیز سے افطار کرنا چاہیے اور نیک کمائی ہی سے دوسروں کا روزہ بھی افطار کرانا چاہیے۔

روزہ افطار کرنے کا بہترین مقام تو مسجد ہے۔ اگر مسجد میں روزہ نہ کھولے تو جس جگہ پر افطاری کا وقت آجائے افطار کرے۔ افطار کے سلسلے میں مساجد میں روزہ داروں کی افطاری کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بھیجنا عین ثواب ہے لیکن دیکھنے میں آتا ہے کہ مساجد میں اور خاص کر خانقاہوں کی ملحقہ مساجد میں جو تبرک آتا ہے لوگ اسے مستحقین تک نہیں پہنچاتے۔ حقیقت میں اکثر اوقات فقراء اور غریب لوگ جن کے لیے اس قسم کا اہتمام کیا جاتا ہے حصہ سے محروم رہ جاتے ہیں اور کھانے والے ہی کھا لیے جاتے ہیں۔ ایسا کرنا صوفیاء اور اہل تقویٰ کے مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ میرے خیال کے مطابق جذبہ ایثار کے تحت

کھانے پینے لوگوں کی ہر ممکن کوشش ہونی چاہیئے کہ حقدار اور مستحق کی ہر ممکن امداد کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دے۔

افطار کی دُعا افطار کرتے وقت دعا مانگنی چاہیئے۔ دعا دراصل اللہ کی دی ہوئی طاقت سے روزہ پورا ہونے پر ایک قسم کا شکرانہ ہے۔ سحری سے لے کر افطار کے وقت تک کچھ نہ کھائیں پئیں تو روزہ مکمل ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اگر اللہ کی یاد کی جائے اور ان تمام لوازمات کو پورا کیا جائے جو عبادت کے لیے ضروری ہوتے ہیں تو اس طرح سے روزہ کے اجر میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر اللہ کی یاد میں کوتاہی کی جائے گی روزہ تو پورا ہو جائے گا لیکن روزے کے اجر اور قدر و منزلت میں فرق آجائے گا۔ پھر جب روزے کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے تو اس وقت بھی اگر اللہ کا نام لے کر پاک رزق سے روزہ افطار کیا جائے تو اللہ کی ذات اپنے بندوں پر از حد خوش ہو جاتی ہے۔

دعا ایک ایسی عبادت ہے جو رب العزت کو بہت ہی مقبول ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ عبادت کے بعد دعا کو شامل کیا جائے تاکہ عبادت کی قدر و قیمت زیادہ ہو جائے۔ روزہ افطار کرتے وقت اور بعد کی دعائیں یہ ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

(۱) حضرت معاذ بن زہرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ۔ اے اللہ! تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔ (ابوداؤد)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو فرماتے:

ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہوا انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ابوداؤد)

(۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ ؂

حمد ہے اللہ ہی کے لیے جس نے میری مدد کی تو میں نے روزہ رکھا اور مجھ کو رزق دیا تو میں نے افطار کیا۔

(۴) اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؂

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔ پس میری طرف سے قبول فرما بے شک تُو سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

روزہ افطار کرتے وقت ان دعاؤں میں سے جو دعا چاہے پڑھ لے لیکن افطار کے وقت روزہ دار عموماً یہ دعا پڑھتے ہیں: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ؂

روزہ افطار کرانے کا اجر

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ نیکی کرنے والے کے لیے اس کی نیکی کا اجر ہے لیکن شریعتِ اسلامیہ میں اس اصول کو بھی سراہا جاتا ہے کہ نیکی کے ذرائع فراہم کرنے والے کے لیے اجر اور بدلہ ہے یعنی کسی بھی نیکی کے کام میں کسی کی مددگاری اور معاونت کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور جزا سے خالی نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا اس نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ اچھا کام کرنے والے کے ثواب میں سے کم کرکے اس کی مدد کرنے والے کو بھی اجر دیا جاتا ہے۔ بعینہٖ روزہ افطار کرانے والے کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا کہ روزہ رکھنے والے کے لیے ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِمْ

حضرت زید بن خالد الجہنی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کو روزہ افطار کرایا تو اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا اور اس کا ثواب

مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا ۞ — بھی کم نہ کیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

یہی بات بیہقی میں حضرت زید بن خالدؓ سے یوں مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا کسی غازی کے لیے سامانِ جہاد فراہم کرے تو اس کے لیے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا اور غازی کو جہاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (بیہقی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اَفْطَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۞

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کے ہاں روزہ افطار کیا اور فرمایا روزہ دار تمہارے ہاں روزہ افطار کریں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث سے عیاں ہوتا ہے کہ دوسروں کا روزہ افطار کرانے کا کتنا اجر ہے بظاہر تو افطاری ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے مگر اس کی جزا اتنی ہے جتنی کہ ایک روزہ دار کو سارا دن بھوک، پیاس، ضبطِ نفس اور خواہشات کو دبا دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ نیکی کی طرف رغبت دلانا اور مدد کرنا بھی اللہ کے ہاں بہت ہی مقبول فعل ہے کیونکہ اس طرح سے لوگوں میں نیکیوں کی طرف مائل ہونے کا رجحان عام ہوتا ہے۔

افطار کراتے وقت انسانی نیت کا درست ہونا ضروری ہے کہ افطاری صرف رضائے الٰہی کی خاطر کرائی جائے۔ افطاری کا کسی پر احسان نہیں ہونا چاہیے۔ اور افطاری کے وقت جتنے بھی روزہ داروں کی افطاری کا اہتمام کیا گیا ہے ان سب کو ایک جیسا طعام دیا جائے اور کوئی امتیازی حیثیت قائم نہ کی جائے۔ افطاری کے لیے

کسی بھی روزہ دار کو خواہ کتنی ہی تھوڑی چیز کیوں نہ دی جائے اس کا ثواب ضرور ملتا ہے مگر افطاری کے لیے کسی غریب مند کا پیٹ بھر کر طعام کا بندوبست کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت مقبول ہے مگر اسراف سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ پھر افطاری کراتے وقت نفس کی ریاکاری کو دبایا جائے اور صرف اللہ کی رضا مدنظر رکھا جائے۔ لہٰذا جن حضرات کو اللہ نے توفیق ارزانی ہو انھیں یہ ثواب حاصل کرنے سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔

دنیاداروں کی بجائے فقراء، صوفیاء اور ایسے مستحقین جنھیں پیٹ بھر کر خوراک میسر نہیں ہوتی ان کی افطاری اور کھانے کا بندوبست کرنا تو بہت ہی افضل ہے کیونکہ اللہ کے فقیر عموماً دنیا کے دھندوں سے آزاد ہوتے ہیں اور سلسلۂ روزگار سے بے نیاز ہو کر اللہ کے حضور جھکے ہوتے ہیں گو اللہ کی طرف سے انھیں کسی چیز کی کمی نہیں آتی۔ وہ جو اللہ سے مانگتے ہیں پاتے ہیں لیکن یہ اہل دنیا کی سعادتمندی ہے کہ اللہ کے ایسے فقیروں اور صوفیاء کی خدمت کریں تاکہ اس سے کئی گنا زیادہ اللہ سے اجر ملنے کے مستحق ہو جائیں۔

باب ۱۱

آدابِ روزہ

روزہ کا ادب یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حالت کو ضبط میں رکھا جائے۔ اور جسمانی اعضاء اور نفس کو گناہ والے کاموں سے روکا جائے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبے میں بیشمار آداب بجالانے کا درس دیا ہے۔ کیونکہ آدابِ زندگی کو ملحوظِ خاطر رکھنا بہت بڑی معراج ہے۔ جس طرح معاشرتی زندگی میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے، کھانے پینے اور سونے، گویا کہ ہر شعبہ کے کچھ نہ کچھ آداب ہیں۔ ایسے ہی اسلامی عبادات کے بھی آداب ہیں۔ لہذا عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی، اسے ادب و احترام کے ساتھ ہی سرانجام دینا چاہیئے۔ یہ آداب دراصل انسان میں اعلیٰ انسانیت پیدا کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ روزہ رکھ کر روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ روزہ ان لوازمات کے ساتھ پورا کرے جو بارگاہِ ربّ العزت میں شرفِ قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

روزے کا سب سے بڑا ادب تو یہ ہے کہ روزہ میں اپنے تمام اعضاء کو کھانے پینے اور جماع سے روکنے کے ساتھ ہر قسم کی بُری حرکات اور ناشائستہ امور سے بچایا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اِذَا صُمْتَ فَلْیَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ وَكُلُّ عُضْوٍ مِّنْكَ ٭	جب تو روزہ رکھے تو اپنے کان، آنکھ اور زبان کا بھی روزہ رکھ اور تیرا ہر عضو روزہ رکھے۔

ایک اور حدیث میں یوں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنَ الصِّیَامِ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے ایسے روزہ دار ہوتے ہیں کہ ان کا روزہ نہیں ہوتا۔ ہاں وہ بھوکے ضرور ہوتے ہیں اور بہت سے قیام کرنے والے قیام کرتے ہیں لیکن ان کا قیام نہیں ہوتا بلکہ صرف جاگتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت سید علی ہجویری ؒ کا ارشاد

حضرت سید علی ہجویری ؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اِحْبِسْ حَوَاسَّکَ (اپنے حواس کو قابو میں رکھ) کیونکہ اپنے حواس کو بند رکھنا ہی مکمل مجاہدہ ہے۔ اس لیے کہ تمام کے تمام علوم انہی پانچ دروازوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا دیکھنا، دوسرا سننا، تیسرا چکھنا، چوتھا سونگھنا اور پانچواں چھونا۔ اور یہ پانچوں حواس علم اور عقل کے سپہ سالار ہیں۔ ان میں سے چار حواس کا مقام تو مخصوص ہے لیکن ایک ایسا ہے جو تمام اعضاء کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آنکھ مقام نظر ہے کہ وہ جہان اور اس کے رنگوں کو دیکھتی ہے۔ کان محلِ سماعت ہے کہ وہ خبر اور آواز سنتا ہے۔ زبان محلِ ذوق ہے کہ مزہ اور بدمزہ کو جانتی ہے۔ اور ناک سونگھنے کا محل ہے کہ وہ خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتا ہے۔ البتہ چھونے کے لیے کوئی عضو مخصوص نہیں اور یہ تمام اعضاء میں پایا جاتا ہے کہ وہ گرمی سردی اور سختی و نرمی کو جانتے ہیں۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں جو آدمی کے احاطۂ علم میں نہ آسکے۔ اسی طرح بدیہی اور الہامی علوم کے علاوہ کوئی ایسا علم نہیں جو پانچ دروازوں کے علاوہ کسی طرح حاصل ہو سکے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے الہام میں کوئی نقص نہیں۔ جبکہ ان حواس

ہیں سے ہر حاسہ ہیں صفائی بھی ہے اور کدورت بھی کہ جس طرح ان میں علم و عقل اور روح کا عمل دخل ہے اسی طرح نفس اور خواہشات کا عمل دخل بھی ہے کیونکہ اطاعت و معصیت اور سعادت و شقاوت تمام امور میں یہ حواس آلہ مشترک ہیں۔ پس آنکھ اور کان میں صحیح دیکھنا اور سچی خبر سننا تو حق تعالیٰ کی ولایت ہے جبکہ جھوٹ سننا اور بُری نگاہ سے دیکھنا یہ نفس کی ولایت ہے۔ اسی طرح چھونے، چکھنے اور سونگھنے میں حکم خداوندی کی متابعت اور سنت کی پیروی ولایتِ حق ہے جبکہ فرمانِ الٰہی کی نافرمانی اور شریعت کی مخالفت یہ نفس کی ولایت ہے۔ پس روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ ان تمام دروازوں کو بند کرے تاکہ مخالفتِ حق سے موافقت کی طرف آجائے اور یوں حقیقی روزہ دار ہو جائے۔ ورنہ صرف کھانے اور پینے سے رُکے رہنا تو بچوں اور بوڑھی عورتوں کا روزہ ہے جب کہ روزہ دراصل خواہشات لہو و لعب اور غیبت وغیرہ بُرے کاموں سے بچنے کا نام ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ۝	ہم نے ان کے (انسانوں کے) جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھائے پیئے بغیر رہ سکیں۔

اور فرمایا:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝	کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؛

ہم نے طبائع کو ضرورت مند بنایا ہے اور مخلوق کو کھیل کود کی خاطر پیدا نہیں کیا۔ (کشف المحجوب)

بصری گناہوں سے بچنا

روزے کے بنیادی آداب میں سے ہے کہ انسان اپنے آپ کو بصری گناہوں سے بچائے

انسانی آنکھ کا گناہ یہ ہے کہ وہ دنیاوی گناہوں کو دیکھ کر ان میں رغبت دلاتی ہے

بُری نظر سے عورت یا کسی اور کو دیکھنا اچھا نہیں اور خاص کر روزہ رکھ کر عورتوں کو دیکھتے پھرنا بہت ہی بُرا ہے اور اس طرح روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی روزہ دار کو چاہیئے کہ فلم نہ دیکھے اور نہ عریاں تصویریں دیکھے۔ ناچ گانا اور دوسری بُری حرکات نہ دیکھے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ روزے کا پہلا ادب یہ ہے کہ تو آنکھ کو ہر اس چیز سے بچائے جو غیر اللہ کی طرف رغبت دلانے والی ہو۔ بالخصوص ایسی چیز سے جو شہوت انگیز ہو۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے کہ آنکھ شیطانوں کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے اور جو کوئی خوفِ الٰہی سے اس سے دور رہتا ہے اسے وہ خلعتِ ایمانی عطا کیا جاتا ہے جس کی حلاوت اس کا دل ہی محسوس کر سکتا ہے (یعنی اس کی خوبی بیان سے باہر ہے)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں روزہ کو توڑ دیتی ہیں یعنی جھوٹ، چغلی، نکتہ چینی (جھوٹی) سوگند اور شہوت بھری آنکھ۔ (کیمیائے سعادت)

جھُوٹ اور فحش کلامی سے بچنا

روزے کا دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان کو ہر قسم کے گناہوں سے بچایا جائے یعنی زبان سے جو گناہ ہو سکتے ہیں ان سے بچے۔ نہ زبان سے انسان بیہودہ باتیں نہ کرے بلکہ زبان کو یاد الٰہی میں اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھے۔ نہ زبان سے جھوٹی اور لغو باتیں نہ کرے اور زبان کو گالی دینے سے بچائے۔ بعض مالک اپنے نوکروں کو، حاکم اپنی رعایا کو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاد اپنے طالب علموں کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، بے تکلف دوست اپنے دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں دینے کے عادی ہوتے ہیں بلکہ ان کے کلام کا آغاز گالی سے ہوتا ہے۔ عام حالات میں بھی اور خاص کر روزہ میں ایسا کرنا بالکل خلاف شرع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ صَائِمًا فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْهَلْ فَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ اِنِّیْ صَائِمٌ ٭

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بیہودہ باتیں نہ بکے۔ اور نہ جاہلانہ کام کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالیاں دے تو کہہ دینا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ دار ہوں۔

(ابوداؤد)

جھوٹ یوں تو انتہائی قابلِ مذمّت ہے لیکن روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا بہت ہی بُرا ہے۔ حدیث پاک میں روزہ کی حالت میں جھوٹ کی ممانعت یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ٭

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹی بات کہنا اور بُرے کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

(بخاری شریف)

روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا نہایت ہی قابلِ افسوس ہے۔ یہ کہاں کا دستور ہے کہ بندہ حاکم کو حاکم بھی مانے مگر اس کے حکم پر عمل بھی نہ کرے۔ روزہ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں۔ جھوٹ کا خاتمہ تو ہم نے روزہ سے حاصل کرنا ہوتا ہے اگر روزہ رکھ کر ہی جھوٹ بولا جائے تو پھر روزہ رکھنے سے کیا حاصل، زبان میں جھوٹ کی بجائے صداقت پیدا کرنی چاہیئے۔ پھر دیکھیئے روزے سے انسان کو کتنا سکون قلبی میسّر آتا ہے۔

غیبت سے بچنا

روزہ رکھ کر کسی کی غیبت بالکل نہ کرنی چاہیئے کیونکہ یہ فساد کی جڑ ہے. لیکن اکثر عورتوں کو غیبت کا مرض ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھ کر غیبت کرتی ہیں. بہر حال غیبت روزہ کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے؛

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِالْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَكُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ قَالَا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ اور دونوں روزہ دار تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، اپنا وضوا اور اپنی نماز دہراؤ اور سنیفا اس روزے کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھنا۔ وہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا کہ تم نے فلاں کی غیبت کی ہے۔ (بیہقی)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔ عرض کی گئی کہ اگر وہ برائی میرے بھائی میں موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں؟ فرمایا کہ جو تم کہہ رہے ہو اگر اس میں وہ برائی ہے تو غیبت ہوئی اور جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں نہیں تو یہ اس پر بہتان ہے (مسلم)

ایک حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں روزہ رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں انھوں نے بھوک اور پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں افطار کرنے کے لیے پیغام بھیجا۔ (افطار کی اجازت چاہی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ایک قدح بھیجا اور فرمایا کہ ان سے کہو کہ انھوں نے جو کچھ کھایا ہے اس پیالہ میں قے کردیں۔ ان میں سے ایک نے قے کردی۔ اس قے میں نصف حصہ خالص خون کا تھا اور نصف حصہ تازہ گوشت کا (اور آدھا پیالہ بھر گیا) پھر دوسری عورت نے قے کی۔ اس کی قے بھی پہلی عورت کی طرح تھی۔ اس طرح وہ پیالہ بھر گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے اُن چیزوں کو کھا کر روزہ رکھا تھا جو ان کے لیے حلال تھیں لیکن انھوں نے ان چیزوں پر روزہ افطار کیا جو حرام تھیں۔ (عوارف المعارف ص۴۹) اس واقعہ سے روزہ دار خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ کسی حالت میں بھی غیبت کرنا اچھا نہیں۔

حضرت مجاہدؒ کا غیبت کے بارے میں قول ہے کہ غیبت اور جھوٹ روزہ کو خراب کردیتے ہیں۔

دل آزاری کی باتوں سے بچنا

روزہ رکھ کر دل آزاری سے بھی باز رہنا چاہیئے کیونکہ دل آزاری سے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ دل آزاری بہت طرح سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا۔ ان کا تمسخر اور مذاق اڑانا یا تکلیف دینے والا کام کرنا سب دل آزاری کی صورتیں ہیں۔ روزہ رکھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ روزے کا مقصد اللہ کے بندوں کے درمیان ایک دوسرے کی تکالیف کا احساس پیار اور محبت پیدا کرنا ہے۔ اور خاص کر اللہ کے بندوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے دل آزاری کو بہت بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل

احادیث میں بتایا گیا ہے:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِي قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ ❊

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئی کہ آپ کو صفیہ کا اتنی بڑی ہونا کافی ہے (یعنی پست قد) فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے دریا میں گھولا جائے تو اسے رنگین کر دے۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا ❊

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ کسی کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے اتنا کچھ ملے۔ (ترمذی)

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ يَعْنِي مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ ❊

خالد بن معدان نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے ملامت کرے تو اس وقت تک وہ نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو کر نہ لے جبکہ اس نے توبہ کر لی ہو۔ (ترمذی)

مختلف لوگوں میں یہ وبا عام ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خوب تمسخر اڑاتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور ایسی فضا پیدا کرتے ہیں کہ ہوائی قلابے کہاں سے کہاں ملا جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ روزہ دار بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسا کرنے سے ان کے پیش نظر یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس طرح ہنسی مذاق سے روزہ آسانی سے نبھ جاتا ہے۔ حالانکہ انھیں جاننا چاہیئے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ صریحاً روزہ کی

روح کے خلاف ہے۔ لہٰذا روزہ رکھ کر جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ اور دوسروں کی دل آزاری وغیرہ کرنے سے روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ہر روزہ دار کو ایسی باتوں سے بچنا چاہیئے۔

بُری باتیں سننے سے بچنا

روزہ رکھنے کا ایک اور ادب یہ بھی ہے کہ کان کو بری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ بُری باتیں سننے کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ غیبت نہ سُنے، جھوٹی باتیں، لطیفے، گانے اور فحش باتیں نہ سنے کیونکہ شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں انھیں سننا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ بری باتوں کے سننے سے بھی اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا کہنے سے ہوتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اُخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ ؕ (ابوداؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مجھے میرے کسی صحابی کی شکایت نہ پہنچائے کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمھارے پاس سے صاف سینہ لے کر جاؤں۔

اس حدیث پاک سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی بُری بات سننے کو بھی بہت ناپسند کیا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کانوں کو ایسی باتوں کے سننے سے بچائے جن کا سننا جائز نہیں۔ کیونکہ جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی جائز نہیں اور سننے والا کہنے والے کا برابر کا شریک ہوتا ہے اور غیبت و دروغ کے گناہ میں اس کا حصہ دار ہوتا ہے۔

دل کو برے خیالات سے پاکیزہ رکھنا

روزے کا ایک اور ادب یہ ہے کہ دل ہر قسم کے برے اور گندے خیالات سے پاک رہے کیونکہ دل کی حفاظت از حد ضروری ہے کیونکہ روزہ کا زیادہ دخل تو دل ہی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ خائن آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق روزے کا سارا تعلق ہی انسانی دل سے وابستہ ہے لہٰذا دل میں ہر طرح سے خلوص ہونا چاہیئے بلکہ خوفِ خدا ہونا نہایت ضروری ہے۔

جسم کے ہر عضو کو گناہ سے محفوظ رکھنا

جسم کے ہر عضو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کا بھی روزہ ہے کہ ان سے کوئی بھی خلافِ شرع فعل سرزد نہ ہو۔ چنانچہ روزہ دار کا ہر فعل دیانت اور صداقت کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ زندگی کے معاملات اور لین دین میں ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دے مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں نے روزہ بھی رکھا ہوتا ہے لیکن دیانت اور ایمانداری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ تاجر لوگ اور کارخانہ دار ناپ تول میں کمی کر لیتے ہیں یا کسی خالص میں ناخالص کی ملاوٹ کر لیتے ہیں یا کوالٹی (جنس) میں فرق ڈال لیتے ہیں اور گوالے دودھ میں پانی ڈال لیتے ہیں تو ایسا روزہ رکھنے سے انسان کو کیا حاصل ہوگا کیونکہ اس نے روزہ رکھ کر اسلام کے معاملاتی احکامات کو مدنظر نہیں رکھا اور روزہ میں بددیانتی سے کام لیا۔ اگر کوئی ایسے روزہ دار کو سمجھانے کی کوشش بھی کرے تو وہ جواب دیتا ہے کہ روزہ اپنی جگہ اور کاروبار اپنی جگہ میں اپنی روٹی نہ کماؤں مگر وہ نادان اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور ایمانداری سے رزق کمانے کا حکم دیا ہے مگر وہ روزہ رکھ کر بھی امانت اور صداقت سے کام نہیں لیتا اور اپنے پیٹ کو دوزخ سے بھرنے پر تلا ہوا ہے۔ تو جب اس طرح سے روزے رکھنے کے ساتھ اسلام کے دوسرے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا تو پھر روزہ سے کیا مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

روزہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایک مثال ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ کوئی شخص کسی مالک کا نوکر ہو یا ملازمت کرتا ہو۔ وہ روزانہ حاضر ہو جاتا ہے لیکن حاضر ہونے میں وقت کی پابندی کا خیال نہ رکھتا ہو یا حاضر ہو کر سارا دن ادھر ادھر کی باتوں میں اپنے وقت کا ضیاع کرے۔ یا حاضر تو ہے لیکن وہ کام سرانجام نہ دے جو مالک نے مقرر کیا ہو اور اپنی مرضی سے جو چاہے کرتا پھرے۔ یا کام تو اس نے کر دیا لیکن اس کا کیا ہوا کام اس معیار پر نہیں ہے جس کا اس کو کہا گیا تھا تو کیا ایسے ملازم سے مالک خوش ہو جائے گا جس نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں محنت مشقت، امانت کو مدنظر نہ رکھا ہو۔ چنانچہ مالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ جس مقصد کے لیے میں نے ملازم کو رکھا تھا وہ اس معیار پر پورا نہیں اترا۔ چنانچہ اس کی سزا یہ ہوگی کہ مالک اس کو ملازمت سے سبکدوش کر دے گا۔ ایسے ہی جو انسان روزہ رکھ کر روزے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جائیں گے اور موت کے بعد اگلے جہان میں سزا یعنی عذاب پائے گا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ بیان فرماتے ہیں کہ روزہ کی حقیقت رکنا ہے اور رُکے رہنے کی بہت سی شرائط ہیں مثلاً معدے کو کھانے پینے سے روکے رکھنا، آنکھ کو شہوانی نظر سے روکے رکھنا، کان کو غیبت سننے، زبان کو بیہودہ اور فتنہ انگیز باتیں کرنے اور جسم کو حکم الٰہی کی مخالفت سے روکے رکھنا روزہ ہے۔ جب بندہ ان تمام شرائط کی پیروی کرے گا تب وہ حقیقتاً روزہ دار ہو گا۔

عوام الناس میں سے اکثر لوگ روزہ کے آداب کی پیروی نہیں کرتے۔ صرف وہ بھوکے رہنے ہی کو بہت بہادری تصور کرتے ہیں۔ وہ روزہ رکھ کر بیشمار ایسے افعال کرتے ہیں جو خلافِ شرع ہوتے ہیں لیکن یاد رہے کہ ایسا روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ اور مقصد حاصل نہیں ہو گا۔

باب ۱۱

روزہ توڑنے والے امور

جن کاموں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے انھیں مفسدات صوم کہا جاتا ہے۔ یوں تو ہر روزہ دار کو علم ہوتا ہے کہ قصداً کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ روزہ تو اسی کا نام ہے کہ سحری سے لے کر افطاری تک اپنے آپ کو خوراک اور جماع سے روکا جائے۔ پس جان لیں کہ جو روزہ دار نیتاً روزہ رکھنے کے بعد قصداً کھائے پیئے گا یا اپنی بیوی سے جماع کرے گا اس کا روزہ جاتا رہے گا۔ نہ صرف روزہ ہی جاتا رہے گا بلکہ ایسا کرنے سے وہ گناہ کا مرتکب ہوگا جس کا کفارہ لازم ہے۔

روزہ رکھ کر بلا کسی شرعی عذر اور مجبوری کے قصداً روزہ توڑ دینا نادانی اور بیوقوفی ہے اور جو ایسا کرے، سمجھ لیں کہ اس میں ایمان کی پختگی نہیں۔ اہل تقویٰ اور صوفیاء کا تو یہی طرز عمل رہا ہے کہ انھوں نے جان دینا قبول کر لیا لیکن کسی حال میں بھی روزہ توڑنا گوارا نہیں کیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ فِیْ غَیْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللّٰهُ لَهٗ لَمْ یَقْضِ عَنْهُ صِیَامُ الدَّهْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی شرعی رعایت کے بغیر رمضان المبارک کا ایک روزہ بھی ترک کر دے تو پھر عمر بھر کے روزے بھی اس کمی کا ازالہ نہیں کر سکتے۔

(ابوداؤد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر شرعی عذر کے نہ رکھا تو پھر وہ خواہ عمر بھر کے روزے رکھتا رہے تو بھی اس روزے کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے۔ یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں روزہ رکھنے کی تھی، کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو جب جان بوجھ کر روزہ نہ رکھنے پر یہ وعید ہے تو روزہ رکھ کر توڑ دینا اس سے بدرجہا برا ہے۔ قصداً کھانے پینے کے علاوہ بہت سی ایسی صورتیں بھی ہو جاتی ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حقہ اور سگریٹ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حقہ سگریٹ اور تمباکو نوشی سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن شرعاً حقہ اور سگریٹ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ طالبانِ حق و صداقت کے لیے ان اشیاء کا استعمال تو ویسے بھی عام حالات میں اچھا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ روزہ رکھ کر ایسا کیا جائے۔

۲۔ پان یا ذائقہ دار چیز پان یا کوئی اور ذائقہ دار چیز اگرچہ خوراک نہ ہو بعض لوگوں کے منہ میں ڈالے رکھنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس طرح پان یا کوئی اور چیز جو منہ میں ڈالی رہے عموماً اس کے ذرات حلق میں چلے جاتے ہیں اس لیے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا روزہ رکھ کر پان وغیرہ منہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔

۳۔ دانتوں سے خون کا نکلنا کلی یا مسواک کرنے وقت اگر دانتوں سے تھوڑی مقدار میں خون نکل آتا ہے اور روزہ دار اسے تھوک دیتا ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ بہت زیادہ مقدار میں دانتوں سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے اور روزہ دار کو اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ روزہ رکھ کر دانت نکلوانا

روزہ دار کو دانت نہیں نکلوانا چاہیئے۔ کیونکہ دانت نکلواتے وقت بہت سا خون خارج ہوتا ہے جو بڑی احتیاط کے باوجود بھی حلق میں چلا جاتا ہے تو اس طرح خون کے اندر جانے سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر دانت خود بخود ٹوٹ جائے اور دانتوں سے خون بہنے لگے تو ہر ممکن طریقے سے احتیاط کرے کہ خون کو تھوک دیوے اور اپنے اندر حلق میں نہ جانے دیوے تو اس طرح سے روزہ نہیں ٹوٹیگا۔

۵۔ کان میں پانی ڈالنا

اگر کوئی روزہ دار خود اپنے کان میں پانی ڈال لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا نقصان دہ ہے اور روزہ دار نے خود کان میں پانی ڈالا اس لیے اس کے اپنے فعل سے روزہ فاسد ہو جائے گا البتہ نہر میں نہاتے ہوئے یا کسی اور طریقہ سے خود بخود پانی کان کے اندر چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۶۔ کان میں دوائی یا تیل ڈالنا

کان میں درد ہو تو روزہ دار درد کے لیے بطور دوا کوئی دوائی یا تیل ڈالے تو بھی روزہ جاتا رہے گا لیکن بعض ائمہ کے نزدیک اس طرح روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ قے

قصداً قے کرے تو اس طرح روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر قے خود بخود آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ کسی نے قصداً قے کی مگر منہ بھر کر نہ تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اختیار قے ہو جائے اور منہ بھر کر نہ ہو، کچھ حصہ لوٹ کر اندر چلا جائے یا کوئی خود لوٹا لے تو اس طرح روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۸۔ انجکشن لگوانا

روزہ میں انجکشن لگوانے کے بارے میں فقہاء اور علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ٹیکہ کے ذریعے چونکہ خوراک جسم کے اندر نہیں جاتی ہے اس لیے روزہ نہیں ٹوٹتا اور بعض کہتے ہیں کہ ٹیکہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق بھی ٹیکہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ٹیکہ جسم میں مدافعتی قوت کا کام دیتا ہے اس لیے

ٹیکہ سے روزہ نہیں رہتا لہذا روزہ میں ٹیکہ نہ لگوایا جائے البتہ حالت مجبوری میں اگر ٹیکہ لگوانا پڑے تو اس کی قضا لازم آئے گی۔

۹۔ زخم پر دوائی لگوانا زخم اگر جلد کے اوپر ہی ہو، دماغ یا پیٹ میں گہرا نہ ہو تو اس پر دوائی لگائی جا سکتی ہے لیکن اگر زخم گہرا ہو اور دوائی کسی ورید یا شریان میں چلی جائے تو روزہ جاتا رہے گا۔

۱۰۔ سوتے میں کسی چیز کا اندر چلا جانا سوتے وقت کسی آدمی کا منہ کھلا ہو تو اس کے گلے میں کوئی پانی ڈال دے یا بارش کا پانی یا اولا وغیرہ اندر چلا جائے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ ٹوٹنے یا توڑنے کی مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت صورتیں ہیں لیکن ان تمام صورتوں میں کفارہ اور قضا یا صرف قضا لازم ہوگی۔ اور اس کے مفصل احکامات بیان کیے جاتے ہیں۔

باب ۱۲

روزہ ٹوٹنے کی قضا والے امور

رمضان المبارک میں اگر کسی کا روزہ خود بخود ٹوٹ گیا ہو یا کسی وجہ سے رہ گیا ہو تو رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد کو پورا کر لینے کو قضا کہا جاتا ہے۔ قضا سے مراد یہ ہے کہ پہلے روزہ نہیں ہوا تو بعد میں اس کو رکھ کر پورا کر لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شریعت مطہرہ میں بڑی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ قضا کی سہولت بھی انہی سہولتوں میں سے ہے۔

روزہ ٹوٹنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ روزہ خود بخود کسی وجہ سے ٹوٹ جائے یا کسی شرعی عذر کی بنا پر روزہ چھوڑنا پڑے۔ روزہ ٹوٹنے کی دوسری صورت ارادہ کے بغیر کسی شبہ یا غلطی کی بنا پر ہے۔ اور روزہ ٹوٹنے کی تیسری صورت کسی کا زبردستی روزہ تڑوانا ہے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ کی قضا لازم آئے گی۔ اور جس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بعد اس روزہ کو پورا کرے۔

شریعتِ اسلامیہ میں بعض مخصوص حالات میں سہولتیں تو ضرور دی گئی ہیں لیکن شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے احکامات پر بہر صورت کسی نہ کسی طرح عمل منظور ہو جائے کیونکہ رضائے الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ اللہ کی اطاعت اور بندگی میں مصروف رہے۔ جن صورتوں میں قضا لازم آتی ہے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کُلّی کا پانی حلق میں جانا

کُلّی کرتے ہوئے ارادے کے بغیر پانی حلق میں نیچے چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ایسے ہی غسل کرتے ہوئے منہ میں پانی ڈال کر غرارہ کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا

جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس صورت میں رمضان کے بعد اس روزے کے بدلے میں روزہ رکھنا ضروری ہوگا جو روزے کی قضا ہوگی۔

۲۔ حادثے کا پیش آنا اتفاق سے اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش آجائے جس سے اس کے ہوش باتے رہیں اور لوگ اسے ہوش میں لانے کے لیے منہ میں پانی ڈال دیں یا کوئی دوا ڈال دیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ بعد ازاں اسے صرف قضا کا روزہ رکھنا پڑے گا۔

۳۔ سحری کے وقت کے بعد سحری کھانا ایسے علاقے جہاں پر سحری کا وقت ختم ہونے کا پتہ نہیں چلتا یا موسم ابر آلود ہونے کی صورت میں یا اندر بیٹھے ہوئے دیر تک سحری کھائی جائے اور خیال کیا جائے کہ صبح نہیں ہوئی حالانکہ صبح ہوگئی ہو تو اس صورت میں روزہ نہ ہوگا اور اس روزہ کے بدلے میں قضا کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی دیر سے جاگے اور وہ سحری کا وقت سمجھ کر کھالے بعد میں پتہ چلے کہ سحری کا وقت تو ختم ہو چکا ہے تو اس صورت میں بھی قضا روزہ رکھنا لازمی ہے۔

۴۔ روزہ ٹوٹنے کا گمان کرنا کسی نے روزے میں بھول کر کھا پی لیا۔ یا خود بخود قے آگئی۔ پھر خیال کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے تو قصداً کھا پی لیا۔ تو اس صورت میں روزہ جاتا رہا۔ اسے صرف ٹوٹے ہوئے روزے کے بدلے میں روزہ رکھنا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا روزہ نہ ٹوٹا تھا۔

۵۔ وقت سے قبل افطار کر لینا اگر کوئی غروب آفتاب سے پہلے ہی یہ سمجھ کر روزہ افطار کرے کہ سورج غروب ہوگیا ہے تو قضا واجب ہے۔ ایسے ہی اگر کہیں روزہ افطار کرنے کے وقت کا پتہ نہ چلے اور بادل چھائے ہوئے ہوں۔ ایسا پہاڑی علاقوں میں عموماً ہو جاتا ہے

تو خیال کیا کہ غروب آفتاب ہو گیا ہے اور روزہ افطار کر لیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ روزے کا وقت نہیں ہوا تھا یا سورج ظاہر ہو گیا تو اس صورت میں قضا ادا کرنی پڑے گی۔

۶۔ جبری روزہ تڑوانا کسی شخص نے مجبوراً کسی جابر کے کہنے پر روزہ توڑا تو ایسی صورت میں روزہ کی قضا ادا کرنا پڑے گی کیونکہ بعض غیر مسلم جابر یا ظالم زبردستی کسی شخص کو روزہ توڑنے کے لیے کہے تو اس صورت میں جان بچانے کے لیے عام مسلمان کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ روزہ توڑ لے اور بعد میں قضا پوری کرے لیکن صوفیاء ایسا نہیں کرتے کیونکہ حق اور باطل کی ٹکر میں وہ جبر کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں کو ظالموں پر غالب کر دیتا ہے۔

۷۔ جنسی لذت کسی شخص کی بیوی غافل سو رہی تھی تو اس نے اس سے ہم بستری کر لی تو اس طرح عورت پر صرف قضا لازم آئے گی۔ ایسے ہی روزہ دار اپنی بیوی کے پاس بیٹھا تھا نفسانی خواہش کے غلبہ سے انزال کیفیت ہوئی یا عورت کو چھونے اور بوسہ لینے سے انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور روزہ کی قضا پوری کرنا ضروری ہے۔

۸۔ مجبوراً دوائی لینا کسی تکلیف کے باعث حقنہ استعمال کیا یا ناک میں دوائی چڑھائی تو ان صورتوں میں صرف قضا لازم آئے گی۔

۹۔ روزے کی نیت نہ کرنا کسی نے روزے کی نیت ہی نہیں کی لیکن کھانے پینے وغیرہ سے رکا رہا یا نیت کی مگر نصف النہار کے بعد کی تو ان صورتوں میں روزہ نہ ہو گا اور قضا لازم ہو گی۔

۱۰۔ کسی چیز کو نگل جانا کسی نے روزے میں کوئی کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا کوئی اور ایسی چیز کھا لی جس کو نہ بطور غذا کھاتے

ہیں نہ بطور دوا۔ تو اس صورت میں روزہ جاتا رہا اور صرف قضا لازم ہو گی۔

۱۱۔ آنسو یا پسینے کا اندر چلا جانا روزے میں کسی کے منہ میں آنسو، یا پسینے کے قطرے چلے گئے اور پورے منہ میں اس کی نمکینی محسوس ہوئی اور وہ ان قطروں کو نگل گیا تو روزہ جاتا رہا قضا لازم ہے۔

۱۲۔ دانتوں کے خون کا اندر چلا جانا دانتوں سے خون نکل کر حلق کے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا کم یا برابر تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا اور اگر مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا تو روزہ نہ گیا۔

۱۳۔ قصداً قے سے روزے کا ٹوٹنا کسی مجبوری کی بنا پر اگر کسی نے قصداً منہ بھر قے کی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس صورت میں صرف قضا لازم آئے گی۔

۱۴۔ متوقع امور پر روزہ توڑ لینا عورت کے لیے آج کی تاریخ حیض آنے کے لیے معین تھی۔ اس لیے عورت نے قصداً روزہ توڑ دیا۔ حیض نہ آیا۔ یا آج باری کا دن تھا، یہ سمجھ کر کہ آج بخار آئے گا قصداً روزہ توڑ دیا مگر بخار نہ آیا۔ یونہی یقین تھا کہ آج دشمن سے لڑائی ہو گی اور قصداً روزہ توڑ دیا مگر لڑائی نہ ہوئی تو اس روزہ توڑنے کی قضا لازم ہے۔

۱۵۔ قضا کا اصول روزے کے منافی امور میں سے صورتاً یا معناً فقط کسی ایک امر کا موجود ہونا موجب قضا ہے اس لیے کہ ایک کے وجود سے جرم میں نقصان رہتا ہے۔ کمالِ جرم نہیں بنتا لہذا اس سے کفارہ نہیں فقط قضا واجب ہو گی۔ اسی طرح اگر صورت اور معنی افطار دونوں باہم جمع ہو جائیں مگر کسی عذر کے ساتھ افطار نہ ہوا یا افطار کے بعد مباح

کرنے والا کوئی شرعی عذر بیماری وغیرہ خدا کی جانب سے پیش آجائے یا کوئی شبہ اور خطا کی بنا پہ روزہ افطار کیا یا جبر و اکراہ سے توڑا۔ یا وہ روزہ افطار کیا جس کی نیت نہ دال سے قبل دن میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں بھی قضا لازم ہوگی کیونکہ جرم ہلکا ہو گیا۔

باب ۱۳

کفّارہ

رمضان المبارک کی عظمت اور اہمیت کے پیش نظر قصداً روزہ توڑنے کی سزا کفارہ ہے۔ کفارہ سے مراد وہ زائد عمل ہے جو کسی شرعی حکم کو توڑنے کے بدلہ میں بطور تنبیہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ اگر کسی شرعی حکم کو توڑنے کے بدل میں مقرر کفارہ ادا نہ کیا جائے تو اس گناہ کی سزا آخرت میں ملے گی۔ ایسے افراد جن پر روزہ فرض ہے اگر وہ رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر بلا کسی شرعی عذر کے روزہ توڑ دیں تو ان پر قضا اور کفارہ لازم آئے گا۔ مگر فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزہ توڑنے پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ روزہ توڑنے کا کفارہ اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ روزہ کی حرمت قائم رہے۔ اگر رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کی سزا یعنی کفارہ نہ رکھا جاتا تو روزہ دار روزہ توڑنے کے فعل کو معمولی جانتا اور جب دل چاہتا روزہ توڑ لیتا۔ اس طرح سے اللہ کا حکم اور رمضان المبارک کا وقار مجروح ہوتا۔ چنانچہ روزہ کی حرمت قائم رکھنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ میں روزہ توڑنے کا ہرجانہ (کفارہ) رکھا گیا ہے۔

قصداً روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ روزہ توڑنے والا ایک غلام یا باندی آزاد کروائے لیکن آج کل غلام رکھنے کا رواج ختم ہو چکا ہے لہٰذا ایسا کرنا ممکن نہیں۔ جہاں غلام ہوں تو وہاں غلام آزاد کرایا جا سکتا ہے۔ غلام آزاد نہ کرانے کی صورت میں کفارہ ادا کرنے کا دوسرا طریقہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے۔ دو ماہ کے مسلسل روزوں میں کوئی ناغہ نہ ہونا چاہیے اگر کوئی ناغہ ہو گیا تو روزے پھر شروع سے رکھنے پڑیں گے۔ کفارہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ

اگر کفارہ ادا کرنے والا روزے نہیں رکھنا چاہتا یا اس میں روزے رکھنے کی صلاحیت نہیں تو اسے چاہیئے کہ وہ دو وقت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ کھانا ساٹھ آدمیوں کو ایک وقت میں یا ایک مسکین کو ۶۰ دن تک دو وقت کا کھانا کھلایا جا سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایک بار ہی کھانا کھلایا جائے۔ کھانا کھلانے کا یہ مطلب ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔

ایک ہی رمضان المبارک میں اگر دو روزے توڑے ہوں اور پہلے روزے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی مرتبہ کفارہ ادا ہو جائے گا اگر دو رمضان المبارک میں علیٰحدہ علیٰحدہ دو مرتبہ روزہ توڑا ہو تو دو مرتبہ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

کفارہ کے روزے رکھتے ہوئے عورت کے لیے اسلامی شریعت میں رعایت رکھی گئی ہے کہ روزے رکھتے ہوئے اگر اسے حیض آجائے جس کی بنا پر وہ روزہ نہیں رکھ سکتی تو سلسلہ منقطع ہوتے پر وہ اس سے آگے گنتی کو پورا کرے گی ورنہ قصداً ناغے کی صورت میں روزے از سر نو شروع کرنے پڑیں گے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ فَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی اِمْرَاَتِیْ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُ قَالَ صُمْ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا اُطِیْقُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا قَالَ لَا اَجِدُ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا آپؐ نے فرمایا تو کس طرح ہلاک ہو گیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان میں بیوی سے ہم بستر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ایک غلام آزاد کر دو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس مال نہیں۔ آپؐ نے فرمایا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔ اس نے جواب دیا مجھ میں اس کی قوت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کیا اس کے

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أُتِيَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقُ فَقَالَ اذْهَبْ فَتَصَدَّقْ بِهٖ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجَ إِلَيْهِ مِنَّا قَالَ انْطَلِقْ فَأَطْعِمْهُ عِيَالَكَ ؂

پیسے میرے پاس مال نہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں کھجوروں کی ایک بھری بوری آئی۔ آپ نے فرمایا، جاؤ اسے صدقہ کردو۔ اس نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا مدینہ میں میرے گھر والوں سے زیادہ اس کا کوئی محتاج نہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے اپنے گھر والوں کو کھلادو۔ (ابن ماجہ)

جب کوئی شخص قصداً رمضان المبارک کا روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ مذکورہ شخص پر بھی کفارہ لازم آیا تھا جس نے رمضان کے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کرلی تھی۔ ضروری تو حکم خداوندی کے تحت یہی تھا کہ وہ ایک غلام آزاد کرتا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاتا۔ یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھتا لیکن اس نے جب اس بارگاہ میں اپنی مجبوری کا اظہار کیا جو پروردگار عالم کے محبوب کی بارگاہ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سزا کو عطا سے بدل دیا سبحان اللہ! یہ اللہ کے نبی کا اظہار تھا کہ اس خاص شخص کے لیے حکم میں تخصیص فرمادی۔

اگر روزہ توڑنے والا نہ غلام آزاد کرسکتا ہو اور نہ ساٹھ روزے رکھ سکتا ہو اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہو تو اس کے لیے یہی حکم ہے کہ صاحب ثروت اس کی مدد کریں، اور اگر کوئی مدد نہ کرے تو اسلامی بیت المال میں سے اس کے کفارے کا بندوبست کیا جائے۔

کفارہ کی صورتیں

روزہ توڑنے کی وہ صورتیں جن میں کفارہ ادا کرنا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) روزہ میں کھانا پینا روزہ کے منافی ہے لہٰذا غذا یا دوا یا کوئی اور چیز جو

جسم کے لیے نفع بخش ہو اسے جسم کے اندر پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ عائد ہو گا۔ یاد رہے کہ تمباکو جیسی اشیاء کے استعمال سے انسان کو لذت آئے اور طبیعت میں میلان ہو تو لہذا حقہ، سگریٹ، تمباکو نوشی سے بھی کفارہ لازم آئے گا۔

(۲) بعض عورتوں کو ملتانی مٹی جسے عموماً گاچی کہا جاتا ہے کھانے کی عادت ہوتی ہے لہذا اگر کوئی روزہ دار عورت گاچی وغیرہ کھالے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس صورت میں کفارہ لازم آئے گا۔

(۳) روزہ دار کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اسے گمان پیدا ہو جائے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے حالانکہ اس سے روزہ نہ ٹوٹا ہو تو اس طرح روزہ ٹوٹنے کے گمان میں قصداً کھا پی لے یا ایسا فعل کرے جس سے واقعی روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس سلسلہ میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔

(۴) قصداً مباشرت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم آئے گا۔ رمضان کا مہینہ ہے خاوند روزے سے ہے۔ بیوی کا بھی روزہ ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کا روزہ تھا۔ خلوت گاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک نفسانی خواہشات کے بھوت کا غلبہ ہو گیا۔ میاں اور بیوی نے جذبات کی رو میں مباشرت کر لی، انزال ہو گیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور دونوں پر قضا اور کفارہ واجب ہو گا۔ مباشرت کے علاوہ اگر کوئی غیر فطری فعل کرتا ہے یا کسی اور طریقے سے اپنے نفس کی پیاس بجھاتا ہے تو اس کا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا اور کفارہ واجب ہو گا۔

(۵) عورت غافل سو رہی تھی یا بیہوش پڑی تھی اور مرد نے اس سے جماع کر لیا دونوں پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(۶) قضا اور کفارہ صرف رمضان المبارک کے روزہ کا ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کسی اور روزہ کے توڑنے کا کفارہ واجب نہیں ہوتا چاہے غلطی سے

روزہ ٹوٹ جائے یا کوئی قصداً روزہ توڑے ۔

(۷) کفارے کے وجوب کی دوسری شرائط روزہ کا قصداً توڑنا ہے ۔ کسی شرعی عذر سے یا بھول کر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہ ہوگا ۔ بلکہ صرف قضا لازم ہوگی ۔

(۸) روزہ توڑنے والی اشیاء کا کھانا پینا انسان کا اختیاری فعل ہو ۔ اور اگر مجبوراً روزہ توڑا گیا تو کفارہ واجب نہیں صرف قضا واجب ہے ۔

(۹) کھانے پینے والی چیز یا پیٹ کے اندر جانے والی چیز منہ کے راستے گئی ہو ۔ پس اگر کوئی چیز کان یا آنکھ کے راستے جسم میں داخل نہ کی گئی تو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے کا کفارہ واجب ہوگا ۔

(۱۰) روزہ توڑنے کے ارادہ سے ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا اور کھانے والی چیز معدہ میں ابھی نہ پہنچی تھی اور اسے نکال دیا بلکہ حلق ہی میں تھی نیت میں آیا کہ روزہ توڑنا بہت بری چیز ہے ۔ اس سے روزہ تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ خوراک جسم میں داخل ہو چکی ہے لیکن کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضا واجب ہوگی ۔

(۱۱) کفارہ کے وجوب کی یہ بھی شرط ہے کہ روزہ دار کو علم ہو کہ اسلام میں قصداً بلا عذر شرعی روزہ توڑنا حرام ہے تو اسے روزہ توڑنے پر کفارہ ادا کرنا پڑے گا ۔ اگرچہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے اگر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ روزہ توڑنا حرام ہے لیکن اس نے ارادۃً روزہ توڑ لیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ۔

(۱۲) رمضان کا قضا روزہ رکھا یا کفارے کے روزے رکھ رہا تھا لیکن قصداً روزہ توڑ لیا تو ایسا روزہ توڑنے پر دوبارہ کفارہ واجب نہ ہوگا ۔

(۱۳) جن لوگوں کے بارہ میں شرائط وجوب نہ پائی جائیں تو ایسے روزہ توڑنے سے بھی کفارہ واجب نہ ہوگا ۔ مثلاً مسافر کا روزہ ، نابالغ بچے کا روزہ ، حیض اور

نفاس والی عورتوں کا روزہ۔

(۱۴) کسی شبہ کی بنیاد پر اگر کوئی اپنا روزہ فاسد کرے تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

(۱۵) اگر کوئی چیز خود بخود پیٹ میں پہنچ جائے یا اس کے نفع بخش ہونے کا خیال نہ ہو یا کوئی ایسا فعل کیا جائے جس سے نفسانی لذت مقصود نہ ہو تو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہ آئے گا۔

باب ۱۴

روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند صورتیں ایسی ہیں کہ ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا یعنی روزہ میں ان امور کے ہو جانے سے روزہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا لہذا جن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ حسب ذیل ہیں :

۱۔ روزہ میں مسواک کرنا سنّت ہے

روزہ کی حالت میں مسواک کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ مسواک کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا اُحْصِيْ يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بار روزے کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے ۔ (ترمذی شریف)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ دار کے بہترین کاموں میں سے ایک مسواک کرنا ہے۔ (ابن ماجہ)

مسواک خشک ہو یا تر، روزہ میں ہر وقت کی جا سکتی ہے لیکن احتیاط یہ رکھنی چاہیے کہ دانتوں سے خون نہ نکلے ۔ روزہ میں منجن ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ سے دانت صاف نہیں کرنے چاہئیں ۔

۱۔ روزہ میں سرمہ لگانا

روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے کی کوئی ممانعت نہیں کیونکہ سرمہ لگانے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر فقہاء میں اس ضمن میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سرمہ لگانے کی اجازت ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَتْ عَيْنِيْ اَفَاَكْتَحِلُ وَاَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں جبکہ میں روزہ سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! (لگا سکتا ہے)

(ترمذی)

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عبیداللہ بن ابوبکر بن انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں سرمہ لگا لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِكْتَحَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا۔ (ابن ماجہ)

يَحْيَى ابْنُ عِيْسٰى عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ يُرَخِّصُ اَنْ يَّكْتَحِلَ الصَّائِمُ بِالصَّبِرِ۔

یحییٰ بن عیسیٰ، اعمش نے فرمایا کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا برا جانتا ہو۔ اور ابراہیم روزہ دار کو سرمہ لگانے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ (مصبر کا سرمہ)

(ابوداؤد)

۲۔ بھول کر کھانا پینا

بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل۔ یعنی شریعت ہیں، اس امر رعایت ہے کہ اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو کہ اس کا روزہ ہے اور کھا پی لے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ اَوْشَرِبَ نَاسِیًا فَلَا یُفْطِرُ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ ؛

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بھول کر کھایا یا پیا وہ روزہ نہ توڑے یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا۔ (ترمذی)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بھی مروی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَکَلْتُ وَشَرِبْتُ نَاسِیًا وَّاَنَا صَآئِمٌ فَقَالَ اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَسَقَاكَ ؛

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ یا رسول اللہ! میں بھول کر کھا پی بیٹھا حالانکہ میں روزے سے ہوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا پلایا ہے (ابوداؤد)

اگر کوئی روزے میں بھول کر کھا پی بیٹھے تو یاد آنے پر یہ نہ سمجھے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ کیونکہ روزہ اسی طرح قائم ہے اور اس کھانے پینے کو خدا کی طرف سے مہمانی شمار کرے کہ اس نے اپنے بندے کو بھلا کر کھلا پلا دیا۔ ہاں اگر کھاتے پیتے وقت یاد آیا تو جو کھا پی چکا وہ معاف لیکن اب کھانے کا ایک دانہ یا پانی وغیرہ کا ایک قطرہ بھی حلق سے پار نہ لے جائے بلکہ فوراً اگل دینا چاہیے کیونکہ اب کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اگر کوئی روزہ دار کسی روزہ دار کو بھول کر کھاتا پیتا دیکھے تو اسے یاد دلانا

واجب ہے۔ یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا مگر جبکہ روزے دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا
تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہو گا،
اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کرلے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کرلے گا
تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔ بعض مشائخ نے کہا جوان کو دیکھے۔ تو
یاد دلادے اور بوڑھے کو دیکھے تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں مگر یہ حکم اکثر کے
لحاظ سے ہے کہ جوان اکثر قوی ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور۔ اور دراصل حکم یہ
ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کو کوئی دخل نہیں بلکہ قوت وضعف کا لحاظ ہے لہٰذا
اگر جوان اس قدر کمزور ہو تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں اور بوڑھا قوی ہو تو یاد
دلانا واجب (ردالمحتار)

بھولے سے کھانا کھا رہا تھا۔ یاد آتے ہی لقمہ پھینک دیا۔ یا پانی پی رہا تھا،
یاد آتے ہی منہ کا پانی پھینک دیا تو روزہ نہ گیا، اور اگر منہ کا لقمہ یا پانی یاد آنے
کے باوجود نگل گیا تو روزہ گیا۔

صبح صادق سے پہلے کھا یا پی رہا تھا اور صبح ہوتے ہی (یعنی سحری کا وقت
ختم ہوتے ہی) منہ میں سے سب کا سب اگل دیا تو روزہ نہ گیا اور اگر نگل گیا تو
جاتا رہا۔ (عالمگیری)

۴۔ نیند میں جسم ناپاک ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

دن کو سوتے میں اگر کسی کے کپڑے ناپاک
ہو جائیں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ
سحری کے وقت کھانا کھا کر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سو جاتے ہیں یا گرمیوں میں
دوپہر کو آرام کر لیتے ہیں۔ اس سونے کے دوران اگر کسی کو احتلام ہو جائے تو
اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس کے متعلق حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ عَنْ رَجُلٍ مِنْ

زید بن اسلم نے اپنے ایک ساتھی سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک

اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ وَلَا مَنِ احْتَلَمَ وَلَا مَنِ احْتَجَمَ ؂	صحابی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قے آ جائے احتلام ہو جائے یا پچھنے لگوائے تو روزہ نہ توڑے ۔

(ابوداؤد)

۵۔ پچھنے لگوانا

پچھنے لگوانا طبی نقطہ نظر سے ایک طریقہ علاج ہے ۔ جسم کے کسی حصے پر تیز دھار آلے یا نشتر سے ہلکے ہلکے نشان لگا دیے جاتے ہیں جن سے خون رسنے لگتا ہے پھر سنگی سے اسے چوس لیا جاتا ہے ۔ اسے پچھنے لگوانا کہا جاتا ہے ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ روزہ دار ضعف محسوس نہ کرے اگر پچھنے لگوانے سے کمزوری ہونے کا خوف ہو تو پچھنے نہیں لگواتے تاکہ کمزوری کی بنا پر روزہ رکھنے کی طاقت کم نہ ہو جائے ۔

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ يُسْأَلُ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضُّعْفِ ؂	ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالکؓ سے دریافت کیا گیا آپ لوگ روزہ دار کے پچھنے لگوانا مکروہ خیال کرتے تھے جواب دیا نہیں البتہ کمزوری لاحق ہونے کے خدشہ سے اسے مکروہ سمجھتے تھے ۔

(بخاری)

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ ؂	حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے ۔ (ابوداؤد)
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ ۔

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے روزے میں احرام باندھے ہوئے

(ابوداؤد)

ان احادیث سے اگرچہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر آپ کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے پچھنے لگوانے سے منع بھی فرمایا ہے لہٰذا روزہ میں احتیاط کے طور پر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ پچھنے نہ لگوائے جائیں ویسے بھی علاج کا یہ طریقہ تقریباً متروک ہو چکا ہے

۶۔ روزہ میں قے کے احکام

روزہ میں اگر قے آجائے تو اس کے بارے میں حکم ہے کہ اگر وہ خود بخود آئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگر عمداً قے کی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہ حکم مندرجہ ذیل احادیث سے اخذ ہوتا ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَرَعَہُ الْقَیُّ فَلَا قَضَاءَ عَلَیْہِ وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَیْہِ الْقَضَاءُ ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے خود بخود قے آجائے اس پر قضا نہیں اور جان بوجھ کر قے کرے تو اس پر قضا ہے۔

(ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَرَعَہُ الْقَیْءُ فَلَیْسَ عَلَیْہِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْیَقْضِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر قے غالب آجائے اس پر قضا نہیں اور جو جان بوجھ کر قے کرے اسے قضا روزہ رکھنا چاہیے۔ (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں خود بخود کتنی ہی قے ہو جائے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر روزہ یاد ہونے کے باوجود قصداً (جان بوجھ کر) قے کی

اور اگر وہ منہ بھر ہے تو اب روزہ ٹوٹ جائے گا۔

قصداً منہ بھر ہونے والی قے سے بھی روزہ اس صورت میں ٹوٹے گا جبکہ قے میں کھانا (یا پانی) یا صفراء (یعنی کڑوا پانی) یا خون آئے۔ اگر قے میں صرف بلغم نکلا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

قصداً قے کی مگر تھوڑی سی آئی۔ منہ بھر نہ آئی تو اب بھی روزہ نہ ٹوٹا۔ منہ بھر سے کم قے ہوئی اور منہ ہی سے دوبارہ لوٹ گئی یا خود ہی لوٹا دی تو اس صورت میں بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

منہ بھر قے بلا اختیار ہوگئی تو روزہ تو نہ ٹوٹا البتہ اگر اس میں سے ایک چنے کے برابر بھی واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک چنے سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹا۔ منہ بھر قے سے مراد یہ ہے کہ اسے روکا نہ جائے منہ بھر قے سے روزے کے ٹوٹ جانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں بھی ہے۔

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ يُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِيْ يَوْمٍ كَانَ يَصُوْمُهُ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَشَرِبَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْيَوْمُ كُنْتَ تَصُوْمُهُ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ قِئْتُ ؁

حضرت فضالہ بن عبید نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے آپ نے پانی منگوایا اور پیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج تو آپ کا روزہ تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن مجھے قے آگئی تھی۔

(ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نفلی روزہ تھا اور آپ کو جب منہ بھر قے آئی تو آپ کا روزہ افطار ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷۔ گرد و غبار کا حلق میں چلا جانا

روزہ یاد ہونے کے باوجود بھی غبار یا دھواں حلق میں چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ غبار آٹے کا ہو جو چکی پیسنے یا آٹا چھاننے میں اڑتا ہے

یا غلہ کا غبار ہو۔ یا ہوا سے خاک اڑی یا جانور کے کھر سے اڑی اور حلق میں چلی گئی یا دوا کوٹی اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۸۔ اگربتی کا دھواں اگر بتی سلگ رہی ہے اور اس کا دھواں ناک میں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں اگر لوبان یا اگر بتی سلگ رہی ہوا ور روزہ یاد ہونے کے باوجود منہ قریب لے جا کر اس کا دھواں ناک سے کھینچا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۹۔ بس کار کا دھواں بس کار کا دھواں یا ان سے غبار اڑ کر حلق میں پہنچا۔ اگرچہ روزہ دار ہونا یاد تھا روزہ نہیں جائے گا۔

۱۰۔ پانی کی خنکی کا محسوس ہونا غسل کیا اور پانی کی خنکی (ٹھنڈک) اندر محسوس ہوئی جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

۱۱۔ منہ کی تری کا تھوک میں مل جانا کُلّی کی اور پانی بالکل پھینک دیا۔ صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی، تھوک کے ساتھ اسے نگل لیا۔ روزہ نہیں ٹوٹا۔

۱۲۔ کان میں پانی کا چلا جانا کان میں پانی چلا گیا جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا بلکہ خود پانی ڈالا جب بھی نہیں ٹوٹا۔

۱۳۔ کان کھجانا تنکے سے کان کھجایا اور اس پر کان کا میل لگ گیا پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا گیا اگرچہ چند بار ایسا ہوا ہو، جب بھی روزہ نہ ٹوٹا۔

۱۴۔ دانتوں کی بچی ہوئی چیز دانت یا منہ میں خفیف (معمولی) چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خود ہی اُتر جائے گی روزہ نہیں ٹوٹا۔

دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر حلق سے نیچے نہ اترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا۔ (در مختار، فتح القدیر)

۱۵۔ خوشبو سونگھنا خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خوشبو خواہ کسی چیز کی ہو، پھول کی ہو، مشک، عنبر یا عطر وغیرہ ہو۔

۱۶۔ بالوں اور جسم پر تیل لگانا بالوں میں تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ایسے ہی جسم پر تیل کی مالش کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

باب ۱۵

مکروہاتِ روزہ

مکروہاتِ روزہ وہ ناپسندیدہ فعل ہیں جن کے بچنے سے عبادت میں حسن اور تزکیہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا روزہ رکھ کر ان امور سے بچنا از حد ضروری ہے۔

۱۔ روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باورچی کا مالک بدمزاج ہے اگر نمک کم و بیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آج کل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لیے اس میں سے تھوڑا کھا لینا اگر یوں ہو تو کراہیت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا۔ بلکہ کفارہ کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کر لیں اور اسے تھوک دیں۔ اس میں سے حلق میں کچھ نہ جائے۔

۲۔ منہ میں کوئی چیز چباتا یا یونہی ڈالے رکھنا۔ مثلاً کوئی خاتون اپنے ننھے بچے کو کھلانے کے لیے اپنے منہ میں کوئی چیز دبائے یا نرم کرنے یا ٹھنڈا کرنے کے لیے منہ میں ڈالے تو یہ مکروہ ہے البتہ مجبوری کی صورت میں جائز ہے مثلاً کسی کا بچہ بھوکا ہے اور وہ صرف وہی چیز کھاتا ہے جو منہ میں چبا کر اسے دی جائے اور کوئی بے روزہ آدمی بھی موجود نہ ہو تو اس صورت میں چبا کر کھلانا مکروہ نہیں۔

۳۔ کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ (در مختار)

۴۔ بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہیت نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو۔ (رد المحتار)

۵۔ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو۔ جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے۔ اگر مؤذن نے اذان کہہ دی ہے تو ابر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیئے۔ (ردالمحتار)

۶۔ گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا، داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جبکہ زینت کے لیے سرمہ لگایا یا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے۔ (درمختار)

۷۔ اگر دن نکلنے سے پہلے ہی سفر شروع کر دیا۔ پھر دن میں کسی شہر میں پہنچ کر نیت اقامت کر کے روزہ توڑ دیا تو اس کا ایسا کرنا مکروہ ہوگا کیونکہ آج کے دن سفر اور اقامت دونوں جمع ہو گئے ہیں، ترجیح اقامت کو ہے سفر کو ترجیح دینا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ قاضیخاں)

۸۔ رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیئے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔ یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں تاکہ روزہ آسانی سے ادا کرسکیں (درمختار)

۹۔ روزہ دار کے لیے کُلّی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کُلّی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ منہ بھر پانی لے۔ اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں ہے۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار وغیرہما)

۱۰۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا، یہ تو بغیر روزہ کے بھی ناپسندیدہ ہے

اور روزہ میں مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

۱۱۔ نہاتے وقت تالاب میں پانی کے اندر ریاح خارج کرنے سے روزہ نہیں جاتا مگر مکروہ ہے اور روزے دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے یعنی اور دنوں میں یہ حکم ہے کہ استنجا کرنے میں نیچے کو زور دیا جائے اور روزے میں یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۲۔ عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے جبکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا مطلقاً مکروہ ہے۔

۱۳۔ فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جبکہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو، اندیشہ ہو تو مکروہ ہے اسے چاہیئے کہ غروب تک مؤخر کرے۔ (عالمگیری)

۱۴۔ اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

۱۵۔ سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہونے کا شک ہو جائے۔ (عالمگیری)

۱۶۔ غسل کی حاجت ہو اور موقع بھی ہو پھر بھی کوئی شخص بلا وجہ قصداً صبح صادق کے بعد تک غسل نہ کرے تو یہ مکروہ ہے۔

۱۷۔ روزے میں غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، شور و ہنگامہ کرنا، مارنا پیٹنا اور کسی پر زیادتی کرنا مکروہ ہے۔ ایسے ہی روزہ میں لڑنا جھگڑنا، گالی دینا، خواہ انسان کو ہو یا بے جان کو یا کسی بھی جاندار کو، ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ قصداً حلق میں دھواں یا گرد و غبار پہنچانا مکروہ ہے اور اگر لوبان وغیرہ سلگا کر اس کو سونگھا یا حقہ سگریٹ اور بیڑی وغیرہ پی لیا تو روزہ جاتا رہا۔

۱۹۔ خرید و فروخت اور تجارت کے لیے گھی اور شہد کو چکھ کر لینا تاکہ اچھے یا بُرے کی تمیز ہو جائے مکروہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ کسی وجہ سے خریدنا ضروری ہو

یا نقصان کا اندیشہ ہو تو حرج نہیں مگر چکھنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کو نگل بھی جائے بلکہ زبان سے رگا کر مزا چکھ کر تھوک دینا مراد ہے ۔ (عالمگیری)

۲۰۔ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن شوہر اگر روزہ سے ہے یا بیمار ہے یا احرام کی حالت میں ہے تو مکروہ نہیں (عالمگیری)

باب ۱۶

قضا روزے رکھنے کے مسائل

وہ روزے جن کی قضا ادا کرنا شرعی طور پر لازم ہے یا ایسے روزے جو رمضان المبارک میں نہ رکھے ہوں تو ان کو آئندہ رمضان تک سال کے اندر پورا کر لینا چاہیے

(۱) قضا کے روزے رکھتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ نصف شعبان سے پہلے پہلے روزے رکھ لیے جائیں تاکہ شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنے کے باعث کمزوری ہونے کی وجہ سے کہیں فرض روزے نہ رہ جائیں۔

(۲) جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں خواہ سب ایک دم (لگاتار) رکھ لیں، خواہ تھوڑے تھوڑے کر کے رکھیں، دونوں طرح سے درست ہے لیکن لگاتار رکھنا مستحب ہے۔ (ہدایہ)

(۳) قضا کے روزے رکھنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دن اور تاریخ وغیرہ مقرر کر کے رکھے جائیں بلکہ جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں ان کے بدلے اتنے ہی روزے رکھ لینے چاہئیں۔

(۴) اگر رمضان کے دو سال کے کچھ روزے رہ گئے ہوں تو یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ کس سال کے روزوں کی قضا رکھ رہا ہے اس لیے یہ نیت کر کے روزے رکھے کہ میں فلاں سال کے قضا روزے رکھ رہا ہوں۔

(۵) قضا روزے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ رات سے نیت کی جائے اگر صبح صادق کے بعد قضا کی نیت کی تو قضا درست نہیں یہ روزہ نفل ہو جائے گا اور قضا کا روزہ پھر رکھنا واجب ہے

(۶) جن کے ذمہ ابھی رمضان کے روزوں کی قضا باقی ہے اگر وہ اسی عذر میں

فوت ہو جائیں اور انھیں اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر ان روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب نہیں۔ اگر وصیت کی تو وہ صرف تہائی مال میں جاری ہوگی۔ اگر انھیں قضائے رمضان کا موقع ملا اور پھر نہ رکھے تو اب ان پر فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے۔ اگر وصیت نہ کی تو وارث پر فدیہ دینا واجب نہیں۔ ہاں اگر دے دے تو بہت ہی بہتر ہے۔

(۷) اگر بیماری سے صحت نہیں ہوئی اور اسی حالت میں موت آگئی یا سفر میں مر گیا تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ قضا رکھنے کی اس کو مہلت نہ ملی تھی۔ (در مختار)

(۸) اگر بیماری کے سبب رمضان المبارک کے روزے چھوٹ گئے تھے۔ صحت ہونے کے بعد پانچ دن زندہ رہا لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں۔ صرف پانچ روزوں کے نہ رکھنے پر مواخذہ ہوگا۔ اتنے دنوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرے جبکہ اس کے پاس مال ہو۔ (در مختار)

(۹) اگر سفر سے واپسی کے بعد اتنی مہلت مل گئی کہ چاہتا تو سب روزوں کی قضا رکھ لیتا تو اس کو اپنے تمام قضا شدہ روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کر دینی چاہیے۔ (عالمگیری)

باب ۱۷

روزہ میں ازدواجی تعلّقات کی حدود

روزوں میں بیوی سے میل جول کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ روزہ افطار کرنے سے لے کر سحری تک اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلقات کو جائز قرار دیا ہے اور روزہ رکھنے سے لے کر شام کو افطار تک مباشرت کو ناجائز قرار دیا ہے اور ہر روزہ دار کے لیے ان حدود اللہ کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقاتِ ازدواجی کی یوں اجازت فرمائی ہے:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ؕ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ ۔

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمھارے لیے حلال کر دیا گیا۔ وہ تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ جان گیا بیشک تم اپنے ساتھ خیانت کرتے تھے تو اس نے تمھاری توبہ قبول کی۔ اور تمھیں معاف فرمایا۔ پس ان سے صحبت کرو اور اللہ نے تمھارے لیے جو لکھا ہے اسے تلاش کرو۔ (پ ۲، بقرہ: ۱۸۷)

پیارے رسول کی پیاری امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر آسانیاں پیدا کی ہیں۔ ابتدائے اسلام میں صحابہؓ پورے رمضان کے مہینہ میں عورتوں کے پاس مباشرت کے لیے نہ جاتے۔ صرف افطار سے لے کر عشاء تک کھانا پینا اور عورتوں سے جماع کرنا حلال تھا۔ لیکن افطار سے لے کر رات بھر صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت مل گئی تو ان آیات کے ذریعہ سے اپنی بیویوں

کے ساتھ مباشرت کی بھی اجازت مل گئی تو ان آیات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے امت مسلمہ کے لیے کس قدر آسانی کردی جو سابقہ شریعتوں میں نہ تھی۔

عورت مرد کا لباس ہے اور مرد عورت کا لباس اور زینت ہے۔ یعنی مرد اور عورت میں خفیہ راز ہوتا ہے کیونکہ مرد اور عورت کا آپس میں اتنا قریبی تعلق ہوتا ہے جتنا انسان کے جسم کے ساتھ لباس کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک کو دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔

روزہ افطار کرنے سے لے کر سحری تک جو مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا چاہیں وہ رمضان المبارک میں کر سکتے ہیں اور جو حضرات تقویٰ اور مجاہدہ کی خاطر نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں ان پر بھی کوئی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ عوام الناس کو یہاں تک آسانی دی گئی ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کے بعد حالتِ جنابت میں غسل کا وقت نہ پائے تو حالتِ جنابت میں روزہ رکھ لے اور بعد ازاں فوراً نہا لے۔

روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس جسمانی قربت اور پیار محبت کے لیے بیٹھنا ایک نہایت ہی نازک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کا حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَۃِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَہٗ وَاَتَاہُ اٰخَرُ فَنَھَاہُ فَاِذَا الَّذِیْ رَخَّصَ لَہٗ شَیْخٌ وَالَّذِیْ نَھَاہُ شَابٌّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے مباشرت کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے اسے اجازت مرحمت فرمادی اور دوسرا آیا تو اسے منع فرمادیا کیونکہ جس کو اجازت دی تھی، وہ بوڑھا تھا اور جسے منع کیا تھا وہ جوان تھا۔

(ابوداؤد)

مباشرت لپٹنے کو کہتے ہیں یعنی کھڑے ہی کھڑے اپنی بیوی کے جسم کو اپنے جسم سے لگاتا یا لیٹ کر ایسا کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان آدمی کو اس سے منع فرمایا اور بوڑھے کو اجازت مرحمت فرمادی۔

اس حدیث سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے شہوانی جذبات کو قابو میں رکھ سکتے ہوں وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس وہ آدمی جو بیوی کے پاس قربت میں بیٹھ کر اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکتے ہوں اور اس بات کا امکان ہو کہ وہ بیوی سے جماع کیے بغیر نہ رہ سکیں گے تو ان کے لیے بیوی سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ البتہ بیوی کے پاس ویسے گھر میں بیٹھنے اٹھنے باتیں وغیرہ کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

صوفیاء اور اہل تقویٰ کے خیال کے مطابق اہلِ خانہ کی صحبت اور جذباتی قربت سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے۔ ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں وغیرہ نہ کرنی چاہئیں بلکہ روزہ رکھ کر زیادہ سے زیادہ یادِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے اس طرح سے نفس کو زیادہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

اس ضمن میں صاحبِ تفسیر نعیمی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا زمانہ گویا ماہ رمضان ہے۔ نفس گویا بی بی ہے اور حقوق نفس کا ادا کرنا گویا جامعت ہے۔ فرمایا گیا کہ زمانہ حضور میں غفلت کے اوقات میں تم اپنے نفوس کے حصے ان کو دے سکتے ہو۔ کیونکہ اس کو روح کے ساتھ وہ تعلق ہے جو لباس کو جسم سے ہوتا ہے۔ جیسے جسم کی حفاظت کے لیے کپڑے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یونہی روحانی نگرانی کے لیے نفس کا بھی خیال رکھو رب جانتا ہے کہ راہ طریقت طے کرنے کی حالت میں تم سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے اس کی معافی دی گئی اور آئندہ کے لیے تمھیں اجازت ہے کہ بقاعدہ فنا کی حالت میں کبھی دنیوی حقوق بھی ادا کرو مگر اس کو ذریعہ تقویٰ سمجھ کر اور یہ جان کر کہ معبود نے

اپنے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا اور یہ اس کی رضا کا ذریعہ ہے (از ابن عربی) خلاصہ یہ کہ ترکِ دنیا کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ دنیا کو دین بنا لیا جائے لہٰذا چاہیئے کہ کبھی تو تارک الدنیا ہو کر ملائکہ مقربین کی طرح عبادت میں مشغول رہے۔ یہ ہے روزہ۔ اور کبھی دنیا میں مشغول ہو کر ملائکہ مدبرین کی طرح دنیوی انتظام کرے۔ یہ ہیں روزے کی راتیں۔ اس صورت میں وہ ہر وقت عابد ہی رہے گا (تفسیر نعیمی جلد دوم)

باب ۱۸
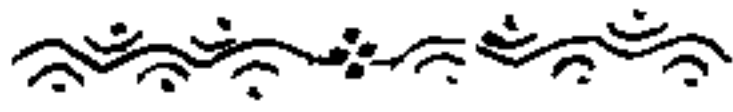
روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذرات

شریعت اسلامیہ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے قوانین اور اصولی ضابطوں میں یکسانیت اور جاودانیت ہے جس کی بنا پر ان کا اطلاق طلوعِ اسلام سے لے کر تا قیامت اس خطۂ ارضی میں رہنے والے ہر دور کے انسانوں کے لیے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ اس دین کے معاملاتی قوانین اور عباداتی اصولوں میں خاص حالات اور وجوہات کی بنا پر مستثنیٰ صورتیں ہیں اور کئی ایک آسانیاں ہیں جن کی بنا پر ہر انسان کے لیے عمل پیرا ہونا نہایت ہی آسان ہے۔

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے سلسلے میں بہت سی شرعی سہولتیں ہیں جنھیں شرعی عذرات یعنی مجبوریاں کہا جاتا ہے جن کی بنا پر وقتی طور پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ مگر یہ خیال نہ کریں کہ مجبوری کی بنا پر روزہ معاف ہو جاتا ہے بلکہ جب وہ مجبوری یا شرعی عذر ختم ہو جائے تو اس چھوڑے ہوئے روزے کا رکھنا فرض ہے۔ البتہ قضا کا گناہ نہیں ہوگا۔ اس طرح قضا کیے ہوئے روزے سال بھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔

سفر، حمل، بچہ کو دودھ پلانا، مرض، بڑھاپا، خوف، ہلاکت، اکراہ، نقصانِ عقل اور جہاد روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذرات سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجمالاً ان شرعی عذرات کا جو قرآن پاک میں ہیں۔ یوں ذکر فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کے لیے ہدایت اور راہنمائی

لِلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور فیصلہ کی روشن باتوں والا ہے تو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں پورے کرلے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو۔ اور اللہ کی بڑائی بولو۔ اس پر کہ اس نے تمھیں ہدایت کی اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

(پ ۲، بقرہ ۱۸۵)

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۗ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

گنتی کے دن ہیں۔ تو تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جنھیں اس کی طاقت نہ ہو تو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمھارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو

(پ ۲، بقرہ ۱۸۴)

۱۔ مرض

مرض کی حالت میں اسلام نے مسلمان کو روزہ نہ رکھنے کی سہولت دی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ جب بیماری ختم ہو جائے تو روزوں کی قضا کو پورا کرلو یا فدیہ دے دو۔ معمولی بیماری کی صورت میں تو روزہ رکھنا چاہیے مثلاً معمولی سر درد یا طبیعت خراب یا نزلہ زکام کی وجہ سے

روزہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اگر انسان معمولی سا بیمار ہو۔ مگر بیماری کے بڑھنے اور شدت اختیار کرنے کا خدشہ ہو تو روزہ چھوڑ بھی سکتا ہے۔ اور اکثر بیمار کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی بیماری کس نوعیت کی ہے یا کوئی مسلم طبیب یا ڈاکٹر روزہ نہ رکھنے کی تلقین کر دے تو روزہ نہ رکھے۔ ایک ایسا شخص جو بیمار تو نہیں مگر اسے یقین ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیمار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ انسان سالہا سال اس میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اگر اس صورت میں روزہ رکھے تو مرض یکدم شدت اختیار کر کے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایسی بیماریوں میں مریض روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر روزہ رکھے تو بیماری کے یکدم حملہ کا خدشہ ہوتا ہے تو اس صورت میں اس مریض کے لیے سہولت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

قرآن پاک میں بیماری کی حالت میں روزہ کی جو سہولت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

تم میں سے جو کوئی مریض یا مسافر ہو تو اتنے دنوں کی گنتی کو بعد میں پورا کرے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ فدیہ دے دیں۔ یعنی مسکین کا کھانا۔ پس جو اپنی مرضی سے زیادہ بھلائی کرے پس وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لیے یہ بہتر ہے، اگر تم جانتے

(سورۃ پ۲ ۔ بقرہ ۱۸۴)

یہاں یہی بات بتائی گئی ہے کہ مرض اور سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھ

سکتا تو نہ رکھے۔ لیکن بعد میں جتنے روزے مرض کی وجہ سے چھوٹے ہوں پورے کرلے۔ اگر بیماری ایسی ہے کہ روزہ نہیں رکھا جا سکتا تو اس صورت میں فدیہ دے دیا جائے۔

اسی آیت کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ مخواہ بیماری کا بہانہ بنا کر روزہ نہ رکھنا اچھی بات نہیں۔ جو کوشش کرنے سے روزہ رکھ سکتا ہو روزہ رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ روزے کا اجر بے پناہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اس کے اجر کی حقیقت جان جاؤ تو روزہ رکھ لینا ہی سب سے بہتر ہے۔

۲۔ سفر سفر کی حالت میں شریعت مطہرہ نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ مسافر وہ ہے جو ساڑھے ترانوے کلومیٹر اپنی آبادی سے باہر دور نکلے، اسے روزہ قضا کر کے رکھنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے:

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

اور جو تم میں سے مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ (پ ۲، بقرہ ۱۸۵)

اس حکم سے مریض اور مسافر کو روزے چھوڑنے کی اجازت ہے۔ اس سے مطابقت رکھنے والی احادیث یہ ہیں:

(۱) عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ ؕ

حضرت کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی بھلائی نہیں۔ (ابن ماجہ)

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا

وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ ... اچھا نہیں ہے۔
الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ ۞ (ابن ماجہ)

پرانے وقتوں میں بعض حالات میں سفر بڑے کٹھن اور تکلیف دہ ہوتے تھے یعنی سواری آسانی سے نہیں ملتی تھی۔ بعض اوقات موسم میں اتنی شدت ہوتی تھی کہ انسان کے لیے روزہ رکھ کر اسے پورا کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا تھا تو ان صورتوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا بہتر نہیں ہے۔ ایسے ہی ایک شخص کو سفر میں روزہ رکھ کر سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو اللہ کی دی ہوئی رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

(۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يُظَلَّلُ عَلَيْهِ وَالزِّحَامُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ ۞

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر سایہ کیا گیا تھا۔ اور لوگوں کی اس کے پاس بھیڑ لگی ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ دورانِ سفر روزہ رکھنے میں بھلائی نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں سفر میں روزہ رکھنے والے کو حضر میں روزہ نہ رکھنے والے کے برابر کہا گیا ہے۔ اس طرح یہ ترغیب دی گئی ہے کہ روزہ قضا کر کے بعد میں رکھ لینا بہتر ہے۔

(۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ ۞

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہی ہے جیسے حضر میں افطار کرنے والا۔ (ابن ماجہ)

(۵) عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ يَعْنِيْ نِصْفَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَ عَنِ الْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ ؞

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسافر پر روزہ اور آدھی نماز معاف فرادی اور اگر حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو نقصان کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھیں اور بعد میں قضا کر لیں۔ (نسائی شریف)

سفر میں روزہ رکھ کر دِقّت برداشت کرنے کا ایک واقعہ حدیث میں یوں بیان ہوا ہے۔

(۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ وَ اتَّخَذْنَا ظِلَالًا فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَسَقَوُا الرِّكَابَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ ؞

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے۔ ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے افطار کیا۔ ایک دن گرمی سخت تھی۔ ہم نے اتر کر سائے لگائے۔ روزے دار تھک کر گر پڑے اور بے روزے والے اٹھے۔ اونٹوں کو پانی پلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، افطار کرنے والے آج کا اجر و ثواب لے گئے

(نسائی شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر سفر میں مشقت درپیش ہو تو روزہ کو قضا کر کے بعد میں رکھ لینا ہی بہتر ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث ایسی بھی ہیں جن سے یہ بات

عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے سفر میں روزہ رکھ لینے کی بھی اجازت دی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب سفر ایسا ہو کہ جس میں جسمانی مشقت تکلیف دہ نہ ہو تو روزہ رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۵) احادیث جن میں سفر پر روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کو روزہ دار کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیَّ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّوْمِ فِی السَّفَرِ وَکَانَ یَسْرُدُ الصَّوْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَ اِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ ؀

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزے کے بارے میں پوچھا۔ اور وہ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چاہو تو رکھو۔ اور نہ چاہو تو نہ رکھو۔

(ترمذی)

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ کُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ فَمَا یُعَابُ عَلَی الصَّآئِمِ صَوْمُہٗ وَ لَا عَلَی الْمُفْطِرِ فِطْرُہٗ ؀

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان میں سفر کیا کرتے تھے تو روزہ دار کا روزہ اور افطار کرنے والے کا افطار معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا

(ترمذی)

(۳) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ کُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَعِبِ الصَّآئِمُ عَلَی الْمُفْطِرِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تو روزہ دار روزہ نہ رکھنے والوں کو اور روزہ نہ رکھنے

وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ

والے روزہ داروں کو ملامت نہیں کرتے تھے ۔ (بخاری شریف)

---

(۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ وَلَا الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهٗ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَحَسَنٌ وَمَنْ وَجَدَ ضُعْفًا فَاَفْطَرَ فَحَسَنٌ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کرتے تو ہم میں سے بعض کا روزہ ہوتا اور بعض بغیر روزہ کے ہوتے دونوں ایک دوسرے پر غضب ناک نہ ہوتے تھے بلکہ ان کا نظریہ تھا کہ جس نے قوت پائی اور روزہ رکھا اس نے بھی اچھا کیا اور جس نے کمزوری کے باعث نہ رکھا اس نے بھی اچھا کیا۔

(ترمذی)

(۵) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ غَزَوَاتِهٖ فِیْ حَرٍّ شَدِیْدٍ حَتّٰی اَنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ يَدَهٗ عَلٰی رَاْسِهٖ اَوْ كَفَّهٗ عَلٰی رَاْسِهٖ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ مَا فِيْنَا صَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ رَوَاحَةَ ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور گرمی زوروں پر تھی۔ یہاں تک کہ گرمی کے باعث ہم میں سے کوئی تو اپنے سر پر ہاتھ یا اپنے سر پر ہتھیلی رکھ لیا کرتا۔ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کے سوا اور کسی نے روزہ نہیں رکھا تھا۔

(ابوداؤد)

---

(۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَاَفْطَرَ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا اور افطار بھی فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ)

ائمہ فقہاء نے مسافر کے لیے بحالتِ سفر روزہ ترک کرنے کو مباح قرار دیا ہے بشرطیکہ سفر اتنا ہو جس میں قصر واجب ہوتا ہے۔ بعض فقہاء نے دراصل یہ بات انسان کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دی ہے کہ وہ حالات اور اپنی قوتِ برداشت کا اندازہ خود کرے۔ اگر اسے سفر میں سہولتیں میسر ہیں تو اسے روزہ رکھنا چاہیئے۔ مگر یہ بات بھی اچھی نہیں ہے کہ سفر میں اپنے آپ کو انتہائی مشکلات میں ڈال کر انسان روزہ رکھے۔

موجودہ دور کے اسبابِ سفر رسول پاکؐ کے زمانہ سے کہیں مختلف ہو گئے ہیں۔ اس وقت سفر کی سواری اور راستے میں خاصی مشکلات ہوتی تھیں اور پھر سفر میں قیام کرنے کا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ مگر آج کل کا سفر نہایت آرام دہ ہے۔ ہوائی اور بحری جہازوں، ریلوں، بسوں اور دوسری گاڑیوں کی وجہ سے سفر میں وہ مشکلات پیش نہیں آتیں جو اس زمانہ میں تھیں۔ یہاں تو انسان تھوڑی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ پھر صاحبِ ثروت لوگوں کے لیے قیام و طعام کا ہر جگہ اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام ہوتا ہے تو ان حالات میں مسلمانوں کے لیے بہتر ہے کہ وہ سفر میں بھی روزہ رکھیں۔ مگر ایسے غریب، نادار اور مفلس لوگ جنھیں سفر کی سہولتیں میسر نہ ہوں تو وہ سفر میں روزہ نہ رکھیں اور بعد میں اتنی تعداد کو پورا کریں۔

اللہ کے خاص بندے یعنی صوفی درویش اور فقراء اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے اور سنتِ رسولؐ کی پیروی کے پیشِ نظر حالات کے مطابق عمل کرتے ہیں کیونکہ اطاعتِ خداوندی میں وہ تمام دنیاداروں سے بڑھ کر مشقت اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سفر میں بھی روزہ قضا نہیں کرتے۔ کیونکہ

سفر میں چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد ہر صورت میں پوری کرنا ہوتی ہے اس لیے وہ سفر میں بحالتِ مجبوری روزہ چھوڑتے ہیں۔ ورنہ وہ عموماً روزہ رکھ لیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاکؐ سے عرض کیا کہ میں اپنے اندر اتنی طاقت پاتا ہوں کہ سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھوں۔ اگر میں ایسا کروں تو کیا میں گنہگار تو نہیں ہوں گا۔ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رعایت ہے۔ اگر کوئی شخص اس رعایت سے فائدہ اٹھائے تو اچھی بات ہے لیکن اگر کوئی شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس کے لیے کوئی گناہ بھی نہیں۔ (مسلم)

وہ روزے جو سفر کی وجہ سے رمضان المبارک میں نہ رکھے جائیں اور بعد میں پورے کیے جائیں تو ان کے اجر میں کوئی فرق نہ ہوگا اور یہ تصور نہ کرنا چاہیئے کہ سفر میں اگر روزہ نہ رکھا تو اجر کم ہو جائے گا اور بعد میں قضا پر اتنا ثواب نہ ملے گا جو رمضان میں ملتا ہے تو اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ سفر میں یہ سہولت اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے اس لیے پھر اجر کم کیسے ہو سکتا ہے لیکن روزہ رکھنے کی لذت جو رمضان میں حاصل ہوتی ہے وہ شاید نہ مل سکے۔

یاد رہے کہ روزہ رکھنے کے بعد کوئی شخص اگر مسافر بن جائے تو اسے اس دن کا روزہ پورا کرنا چاہیئے۔

۳۔ دودھ پلانا

شیر خوار بچوں کو عورت کا اپنا دودھ پلانا بھی ان شرعی عذرات میں سے ہے جن کی بنا پر شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے لہذا جس طرح حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے خواہ وہ بچہ اس کا اپنا ہو یا کسی دوسرے کے بچہ کو باجرت یا مفت دودھ پلاتی ہو۔

بشرطیکہ اپنی صحت وتندرستی کی خرابی یا بچے کی مضرت کا خوف ہو۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس بارہ میں "دودھ پلانے والی عورت" سے صرف دایہ ہی مراد ہے غلط ہے کیونکہ درج ذیل حدیث میں مطلقاً دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے چاہے وہ ماں ہو یا دایہ۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمَّ اِلَى الْغَدَاءِ فَقَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلٰوةِ وَعَنِ الْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دن کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، آؤ اور کھانا کھاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! میں روزہ دار ہوں، آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ جل شانہٗ نے مسافر کو روزہ اور نصف نماز معاف فرمادی ہے۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ معاف ہے (جب ضرر کا اندیشہ ہو لیکن پھر قضا کرنا ضروری ہے)۔ (نسائی)

--٭--

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ قُشَيْرٍ عَنْ عَمِّهٖ حَدَّثَنَا ثُمَّ اَلْقَيْنَاهُ فِيْ اِبِلٍ لَّهٗ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ قِلَابَةَ حَدِّثْهُ فَقَالَ الشَّيْخُ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ اَنَّهٗ ذَهَبَ فِيْ اِبِلٍ لَّهٗ فَانْتَهٰى

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ راوی ہیں آپؓ نے قشیر قبیلہ کے ایک بوڑھے سے سنا اس نے اپنے چچا سے سنا۔ ایوبؓ نے فرمایا کہ پہلے اس بوڑھے نے ہم سے ایک حدیث شریف بیان کی۔ بعدازاں اسے ہم نے اس کے اونٹوں میں دیکھا تو حضرت

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ أَوْ قَالَ يَطْعَمُ فَقَالَ اُدْنُ فَكُلْ أَوْ قَالَ اُدْنُ فَاطْعَمْ فَقُلْتُ إِنِّي صَائِمٌ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامَ وَعَنِ الْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ

- ٭ -

ابو قلابہ نے اسے فرمایا کہ حدیث شریف بیان کیجئے۔ اس نے بتایا کہ مجھ سے میرے چچا نے حدیث بیان کی وہ اپنے اونٹوں کے ساتھ گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قریب آئیے اور کھانا کھائیے۔ میں نے عرض کیا کہ میں روزہ دار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز اور روزہ کو معاف کر دیا ہے اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ معاف فرما دیا ہے

(نسائی شریف)

اسی طرح بعض مائیں جسمانی طور پر دبلی پتلی اور کمزور ہوتی ہیں اور اگر وہ خوراک نہ کھائیں بلکہ فاقہ بھی ہو جائے تو دودھ کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرح دودھ کی کمی بچے کو برداشت کرنا پڑے گی اور یہ بچے کے ساتھ ناانصافی ہو گی چنانچہ اسلام میں یہ حکم دیا گیا کہ دودھ پلانے والی عورت اگر چاہے تو رمضان المبارک میں روزے نہ رکھے جبکہ بچہ ماں کا دودھ پیتا ہو لہذا عورت کو اس سہولت سے فائدہ اٹھا لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

۴۔ حمل حمل والی عورت کے لیے یہ رعایت کہ وہ حمل کی وجہ سے روزے نہ رکھے کیونکہ حاملہ کو اگر اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا خوف ہو یا عقل میں فتور آ جانے کا اندیشہ ہو مثلاً اگر حاملہ کو یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے خوداپنی دماغی وجسمانی کمزوری انتہا کو پہنچ جائے گی یا ہونے والے بچہ کی زندگی اور صحت پر اس کا برا اثر پڑے گا یا خود کسی بیماری و

ہلاکت میں مبتلا ہو جائے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ قضا کر دے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُبْلٰى الَّتِىْ تَخَافُ عَلٰى نَفْسِهَا اَنْ تُفْطِرَ وَلِلْمُرْضِعِ الَّتِىْ تَخَافُ عَلٰى وَلَدِهَا ؁

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے لیے جسے اپنی جان کا خطرہ ہو، افطار کی اجازت دی۔ اسی طرح دودھ پلانے والی کے لیے اگر اسے اپنی یا بچے کی جان کا خطرہ ہو۔ (ابن ماجہ)

(۲) عَنْ رَجُلٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ فَاِذَا هُوَ يَتَغَدّٰى قَالَ هَلُمَّ اِلَى الْغَدَاءِ فَقُلْتُ اِنِّىْ صَائِمٌ۔ قَالَ هَلُمَّ اُخْبِرْكَ عَنِ الصَّوْمِ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ نِصْفَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ وَرَخَّصَ لِلْحُبْلٰى وَ الْمُرْضِعِ ؁

ایک صاحب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کھانا صبح کا تناول فرما رہے تھے آپ نے حکم فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ میں روزہ دار ہوں۔ آپ نے فرمایا ادھر آؤ میں تمھیں روزہ کا حکم بتاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز اور روزہ معاف فرما دیا ہے اور اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو رخصت دی ہے۔ (نسائی شریف)

---

(۳) عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ قِلَابَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِىْ صَاحِبِ الْحَدِيْثِ فَدَلَّنِىْ عَلَيْهِ

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو قلابہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی اور پھر فرمایا کہ آپ اس حدیث کے بیان کرنے والے سے ملیں گے۔ بعد ازاں

فَلَقِيْتُهُ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ قَرِيْبٌ لِّيْ يُقَالُ لَهُ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِبِلٍ كَانَتْ لِيْ اُخِذَتْ فَوَافَقْتُهُ وَهُوَ يَاْكُلُ فَدَعَانِيْ اِلٰى طَعَامِهٖ فَقُلْتُ اِنِّيْ صَائِمٌ فَقَالَ اُدْنُ اُخْبِرْكَ عَنْ ذٰلِكَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلٰوةِ ۞

مجھے اس کی نشانی بتائی۔ میری ملاقات ان سے ہوئی اور انھوں نے مجھے بتایا کہ مجھے میرے عزیز نے بتایا جنھیں انس بن مالکؓ کہا جاتا ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے اونٹ لے کر گیا جب میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپؐ نے مجھے کھانے کے لیے یاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ میں روزہ دار ہوں۔ آپؐ نے مجھے فرمایا کہ قریب آجائیے۔ میں تمھیں بیان کروں، اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لیے آدھی نماز اور روزہ معاف فرما دیا ہے۔

(نسائی شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حمل والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی سہولت دی گئی ہے کہ حمل میں اگر عورت کی طبیعت غیر معمولی طور پر ناگوار ہو اور تکلیف محسوس ہو تو اس کو دورانِ حمل روزے چھوڑنے کی سہولت ہے مگر اس سبب کے رفع ہونے کے بعد روزے پورے کرنے پڑیں گے حمل کے بالکل ابتدائی دنوں میں اور پھر بچہ پیدا ہونے سے قبل عورت کی طبیعت پر حمل کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں اور درمیانی وقفہ میں اگر حاملہ آسانی سے روزے رکھ سکتی ہو تو رکھ لے تو اس کے لیے بہتر ہوگا۔

۵۔ حیض و نفاس

عورت کو جتنے دن حیض آئے اتنے دن عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر جب حیض سے پاک ہو جائے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔ حیض کی حالت میں جتنے روزے

قضا ہوئے ہوں انہیں رمضان المبارک کے بعد رکھے تاکہ رمضان کے روزوں کی تعداد پوری ہو جائے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ ؁

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ماہواری آتی تو آپ ہمیں روزے قضا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (ابن ماجہ)

روزہ کے دوران جب کسی عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے۔ تو اس کا روزہ جاتا رہے گا۔ اس دن کی قضا بھی ضروری ہے۔ یہی بات ایک حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ اِذَا طَهُرَتْ؟ قَالَتْ اَحَرُورِيَّةٌ اَنْتِ كُنَّا نَحِيضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَطْهُرُ فَيَاْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا يَاْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ ؁

حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب حائضہ عورت حیض سے پاک ہو تو وہ نماز قضا کرے؟ آپؓ نے دریافت فرمایا کیا تو حروریہ ہے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حیض آتا اور جب ہم پاک ہو جاتیں تو حضورؐ ہمیں روزہ قضا کرنے کا حکم تو فرماتے اور ہم کو نماز کی قضا کا حکم نہ فرماتے۔ (نسائی شریف)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر بوقت سحر عورت حیض سے تو پاک ہو گئی مگر نہانے کی گنجائش نہ تھی تو اس صورت میں اگر دس دن پورے ہو گئے ہوں تو روزہ رکھنے سے روزہ ہو جائے گا۔ اگر دس دن سے کم میں فارغ ہونے

کے بعد اتنا زائد وقت بھی ضرور ملنا چاہیئے کہ غسل سے بھی فارغ ہو سکے۔
اگر چہ غسل نہ کرے اور تھوڑی سی ساعت بھی ملے اور اگر بقدر غسل و تحریمہ
وقت نہیں ملا بلکہ غسل کر رہی تھی کہ صبح نکل آئی، آدھا غسل رات میں ہوا
اور آدھا دن میں تو روزہ ٹھیک نہ ہو گا کہ غسل کی مدت بھی حیض ہی میں شامل
ہے تو گویا فجر کے بعد بھی حیض رہا اور حیض کی حالت میں روزہ جائز نہیں
یا غسل کے لیے تو وقت مل گیا مگر غسل کے بعد بقدر تحریمہ رات نہیں ملی بلکہ
فجر کے نزدیک ہی غسل ختم ہوا کہ فوراً ہی فجر نکل آئے تو بھی روزہ نہیں ہو گا۔

۶۔ ضعیف العمری اور ناتوانی

بڑھاپا اور انتہائی جسمانی کمزوری بھی شرعی عذرات میں سے ہے جس کی
بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ بڑھاپے سے مراد ایسا بڑھاپا ہے جس میں
دن بدن کمزوری بڑھتی جائے اور دوبارہ صحت و طاقت کی امید نہ رہے
اور روزہ رکھنے سے بالکل عاجز ہو جائے۔

ایسا بوڑھا جو گرمیوں میں گرمی کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا لیکن
سردیوں میں روزہ رکھ سکتا ہے تو اسے اب روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے
اور ان کے بدلے اس پر سردیوں میں روزے رکھنا فرض ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ یُطِیْقُوْنَهٗ یُكَلَّفُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ وَاحِدٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا طَعَامُ مِسْكِیْنٍ اٰخَرَ لَیْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ فَهُوَ خَیْرٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ وعلی الذین یطیقونہٗ
کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کو بیماری میں
روزہ رکھنے سے تکلیف ہو انھیں چاہیئے
کہ وہ ایک مسکین کو کھانا دیں۔ اگر کوئی
ایک اور مسکین کو دیدے تو وہ اس کے
لیے بہتر ہے۔ تاہم روزہ رکھنا بہتر ہے
یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اس شخص کے لیے

لَهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ لَا يُرَخَّصُ فِيْ هٰذَا اِلَّا الَّذِيْ لَا يُطِيْقُ الصِّيَامَ اَوْ مَرِيْضٌ لَا يَشْفِيْ ۞

رخصت ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جیسے کمزور، ضعیف، ناتوان جسے نقصان پہنچتا ہے یا بیماری جس سے وہ تندرستی نہیں پا سکتا۔

احکامِ فدیہ بڑھاپے کمزوری اور بیماری کے باعث جو شخص روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اس کے لیے ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دینا ضروری ہے۔ فدیے سے مراد ہر روزہ کے عوض ایک مسکین یا محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ اگر کھانا نہ کھلا سکے تو ہر روزہ کے بدلے میں نصف صاع گندم یعنی سوا دو سیر (۲ کلو ۶۰ اگرام) یا اس کی قیمت ادا کرے۔ اس کے بارے میں فقہی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: ایسا بوڑھا جو ہر روز کمزور ہو رہا ہو، نہ اب روزہ رکھنے پر قادر ہے اور نہ بظاہر آئندہ قادر ہو سکے گا، ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ دے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ بوڑھا شخص جو فدیہ دیتا رہا پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ نفل ہو گا، روزہ کی قضا لازم ہے (در مختار)

مسئلہ ۲: فدیے کا غلہ یا قیمت ایک مسکین کو دینا بھی درست ہے اور کئی مسکینوں میں تقسیم کرنا بھی جائز ہے۔ (در مختار)

مسئلہ ۳: ایسا مریض جسے صحت مند ہونے کی امید نہ ہو تو وہ رمضان المبارک کے روزوں کے بدلے میں فدیہ دے سکتا ہے۔ اس کے برعکس جس مریض کو بعد ازاں تندرست ہو جانے کی امید ہو تو اسے تندرست ہونے پر قضا روزے رکھنے چاہئیں۔

مسئلہ ۴: فدیہ دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ فدیہ رمضان کے شروع میں ادا کرے یا آخر میں، تمام روزوں کا فدیہ ایک بار ہی ادا کر دے۔ اگر کسی وجہ سے رمضان میں فدیہ نہ دے سکا تو پھر رمضان کے بعد پہلی فرصت میں ہی

فدیہ ادا کرے۔ بہرحال اس کے لیے رمضان المبارک میں فدیہ ادا کر دینا بہت ہی اچھا ہے

۷۔ جہاد دشمن کے مقابلے میں اگر جہاد کرتا ہو یا جہاد میں جنگ جاری ہو تو اس وقت اگر اس سوچ کے تحت کہ اگر روزہ رکھے گا تو جہاد میں صحیح طریقے سے قتل و قتال نہ کر سکے گا، روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن تاریخ شاہد ہے، مومن کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ جہاد میں بھی روزہ رکھتا تھا، کیا معلوم کہ روزہ پھر میسر آتا ہے کہ نہیں۔ اس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد یہ ہے:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّہٗ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِی الْیَوْمِ الْحَارِّ شَدِیْدِ الْحَرِّ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ وَمَا فِی الْقَوْمِ اَحَدٌ صَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سخت گرمی میں بعض سفروں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ لوگ گرمی کی شدت سے اپنے سر پکڑ پکڑ کر بیٹھنے لگے لیکن لشکر میں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ کے کسی نے روزہ نہ رکھا تھا۔

(ابن ماجہ)

جہاد میں چونکہ بعض اوقات سفر بھی کرنا پڑتا تھا۔ بعض اوقات مورچہ بندی میں بھی دن لگ جاتے تھے اس لیے مجاہدوں کے لیے یہ رعایت ہے کہ جہاد میں روزے قضا کر کے بعد میں رکھ لیں۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ اَبِیْ حُیَیَّۃَ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّہٗ سَاَلَہٗ

معمر بن ابی حییہ نے حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے سفر میں روزہ نہ رکھنے کے

عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَحَدَّثَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رض قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ غَزْوَتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَ الْفَتْحِ فَأَفْطَرْنَا فِيْهِمَا ⁘

متعلق پوچھا تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان المبارک میں دو جہاد کیے۔ غزوہ بدر اور فتح مکہ۔ ہم نے ان دونوں میں روزہ نہ رکھا۔

(ترمذی)

۸۔ بھوک اور پیاس جس شخص کو بھوک اور پیاس کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے یا پانی نہ پیئے تو جان جاتی رہے یا عقل میں فتور آجائے یا ہوش وحواس ختم ہوجائے تو اس کے لیے بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور روزہ کی نیت کر لینے کے بعد اگر ایسی حالت پیدا ہوجائے تب بھی اس کو اختیار ہے' اگر روزہ توڑ دے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضا واجب ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ روزہ دار نے از خود اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں مبتلا کر کے یہ حالت پیدا نہ کر دی ہو مثلاً کسی شخص نے از خود اپنے نفس کو بایں طور مشقت میں مبتلا کیا کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے کوئی لمبی چوڑی دوڑ لگائی جس کی وجہ سے پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر روزہ توڑ ڈالا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

۹۔ جبر واکراہ جو شخص روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے اس کو بھی شریعت نے روزہ نہ رکھنے یا روزہ توڑنے کی اجازت دی ہے مثلاً کوئی شخص کسی روزہ دار کو زبردستی پچھاڑ کر اس کے منہ میں کوئی چیز ڈال دے یا کوئی شخص روزہ دار کو مجبور کرے کہ اگر تم نے روزہ رکھا تو تمھیں جان سے مار دیا جائے گا یا تمھیں ضربِ شدید پہنچائی جائے گی یا تمھارے جسم کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جائے گا تو اس صورت میں اس کے لیے روزہ توڑ دینا یا روزہ نہ رکھنا جائز ہوگا۔

۱۰۔ جنون کا طاری ہونا روزہ دار پر جب کسی وقت بھی جنون طاری ہو جائے خواہ تھوڑے ہی وقت کے لیے ہو تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر روزہ واجب رہتا ہے۔ نہ اس کی قضا واجب ہو گی۔ شافعی مسلک کے مطابق جنون متعدی ہو تو قضا لازم نہیں اگر جنون ختم ہو جائے تو قضا لازم ہو گی۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر جنون پورا مہینہ طاری رہا تو قضا واجب نہیں ورنہ قضا واجب ہو گی۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر پورے دن جنون طاری رہا۔ اور دن کے آغاز میں افاقہ رہا یا نہ رہا تو اس پر قضا واجب ہو گی، اگر آدھا دن یا اس سے کم عرصہ تک جنون کی حالت رہی اور دن کے ابتدائی حصہ میں اسے افاقہ نہیں ہوا تب بھی قضا واجب ہو گی ورنہ نہ ہو گی۔

۱۱۔ بیہوشی کی حالت اگر کسی پر روزہ میں بیہوشی طاری ہو جائے اور کئی دن تک یہی حالت رہے تو اس حالت میں جتنے روزے آئیں گے ان کی قضا واجب آئے گی۔ البتہ جس رات میں بیہوشی طاری ہوئی ہے اگر اس دن بیہوش ہونے والے سے کوئی روزہ کو فاسد کرنے والا عمل نہ ہوا ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بیہوش ہونے والے نے روزے کی نیت کی تھی یا نہیں تو اس دن اس کا روزہ تصور کیا جائے گا اس دن کی قضا لازم نہ آئے گی۔

باب ۱۹

نمازِ تراویح

نماز تراویح بڑی نفع بخش عبادت ہے اس کی بہت زیادہ برکات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے خاص بندے اسے غنیمت جانتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرنے کا بہت اچھا موقعہ ملا ہے چنانچہ اس نماز کو بڑے خشوع اور خضوع سے ادا کرنا چاہیئے تاکہ اللہ کے ہاں درجات بلند ہوں۔

ذرا اس طرف غور کیا جائے کہ کیا کام کرنے والا اور کام نہ کرنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ لامحالہ کاہل اور محنتی کا مقام اور مرتبہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نماز تراویح چھوڑنے والے ان لوگوں کے برابر ہو جائیں جو اللہ کے لیے رات کو قیام کریں، مشقت اٹھائیں اور اللہ کی عبادت میں ہمہ تن محو رہیں۔ چنانچہ نمازِ تراویح کو محض سنت خیال کر کے ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ باقی سال بھر انسان دنیا کے دھندوں میں پھنسا رہتا ہے اور اگر ایک مہینے میں تھوڑا سا وقت اللہ کی یاد میں لگا دیا جائے تاکہ اللہ راضی ہو جائے، تو انسان کے لیے اس سے بڑھ کر منفعت بخش کام اور کونسا ہو سکتا ہے۔

نمازِ تراویح کی اہمیت

تراویح کی اہمیت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں عبادت میں اتنی کثرت اور جدوجہد فرمایا کرتے تھے کہ رمضان المبارک میں بستر سے کمر لگانے کا موقعہ شاید ہی ملتا۔

حضرت عثمان غنیؓ دن میں روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں مصروف رہتے اور ایک ایک رکعت میں پورا پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے بارے

میں مشہور ہے کہ آپ رمضان میں ۶۱ بار قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار ہر رات میں تراویح میں اور ایک دن میں۔ مگر آج کل کا ایک کمزور مسلمان سارے مہینے میں ایک بار قرآن مجید سننے سے گھبراتا ہے۔ رسول پاکؐ نے فرمایا ہے کہ رمضان کا مہینہ ایسا ہے جس کے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے اور رات کے قیام کو سنت قرار دیا۔

نماز تراویح کی اس اہمیت کے پیشِ نظر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تراویح کی نماز ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت کے لیے لازم ہے اور بلا عذر اس سنت کو ترک کرنا اچھا نہیں۔ اور مردوں کے لیے باجماعت نمازِ تراویح ادا کرنا سنت علی الکفایہ ہے لہٰذا سارے رمضان المبارک میں رات کو تراویح پڑھی جائے اور ایک مرتبہ پورا قرآن پاک ضرور سنا جائے یا سنایا جائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَھُمْ فِیْہِ بِعَزِیْمَۃٍ فَیَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ فِیْ خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَۃِ عُمَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ٭

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ رمضان (نمازِ تراویح) کی طرف رغبت دلاتے لیکن تاکید کے ساتھ حکم نہ کرتے البتہ یہ فرماتے کہ جو شخص عقیدت کے ساتھ حصولِ ثواب کے لیے رمضان میں قیام کرے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کے بعد خلافتِ صدیقیؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں یہ سلسلہ جاری رہا۔

-٭-

نمازِ تراویح کی ترغیب

ماہِ رمضان میں نمازِ عشاء کے فرضوں کے بعد ۲۰ رکعت نمازِ تراویح پڑھی جاتی ہے۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کا مطلب آرام کرنا ہے۔ چونکہ نمازِ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی سی استراحت کی جاتی ہے جس میں تسبیح پڑھی جاتی ہے اس لیے اسے نمازِ تراویح کہا جاتا ہے۔

نمازِ تراویح ہر مسلمان کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے لہٰذا اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی۔ جو شخص کسی عذر کے بغیر تراویح کی نماز ترک کرے گا گنہگار ہوگا۔ یہ جس طرح مردوں کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے اسی طرح خواتین کے لیے بھی سُنتِ مؤکدہ ہے پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ نمازِ تراویح روزے کے تابع نہیں ہے۔ یعنی یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ تراویح پڑھنا صرف اسی کے لیے ضروری ہے جس نے دن میں روزہ رکھا ہو۔ بلکہ دونوں الگ الگ عبادتیں ہیں۔ جو لوگ کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں، مثلاً کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو اور روزہ نہ رکھے یا خواتین حیض و نفاس کی حالت میں ہوں اور تراویح کے وقت پاک صاف ہو جائیں تو ان کو نمازِ تراویح پڑھنا چاہیئے، نہ پڑھنے کی صورت میں ترکِ سنت کا گناہ لازم آئے گا۔

صحیح بخاری میں حضرت لیث سے مروی ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں صلوٰۃ باجماعت کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے ابتدا میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا شروع کی تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر آرام کرتے کہ آدمی اتنی دیر میں چار رکعتیں آسانی سے پڑھ سکے۔

نمازِ تراویح رمضان المبارک کی راتوں میں نہایت ہی اہم عبادت ہے اگرچہ یہ نماز سنت ہے لیکن اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور اس کی فضیلت کے پیشِ نظر مسلمانوں میں نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنے کو بہت ہی افضل اور

باعث ثواب سمجھا گیا ہے۔ نماز تراویح کے ذریعے سے دراصل اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت کی پابندی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ رات کے وقت قیام کرو۔ چونکہ نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور ایک مقررہ وقت کے لیے مسلمان نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کو سنتے ہیں اور نماز ادا کرنے کی محنت و مشقت سے اپنے اللہ کو راضی کرتے ہیں اور یہ بھی دراصل رمضان کی عبادت کا ایک ضروری حصہ ہے مگر مسلمان نماز تراویح کی خاص پرواہ نہیں کرتے اور نماز کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں دیکھنے میں آتا ہے کہ پہلے دو تین روزوں کی تراویح میں لوگ بڑے ذوق شوق سے مساجد میں تشریف لا کر نماز ادا کرتے ہیں لیکن جوں جوں روزوں کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے نمازِ تراویح پڑھنے والوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ مگر جو راسخ العقیدہ مسلمان ہوتے ہیں ان کی تعداد میں کوئی فرق نہیں آتا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهٗ لَيْلَةً وَظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ

حضرت زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا ایک حجرہ بنایا اور کئی راتوں مسلسل اس میں نماز پڑھی اور بہت سے صحابہؓ نے بھی نماز میں شرکت کی لیکن ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ سن کر صحابہؓ نے خیال کیا کہ آپ سو گئے ہیں اس لیے بعض صحابہؓ نے کھنکارنا شروع کیا تاکہ ہماری آواز سن کر آپ حجرہ شریفہ سے باہر آ جائیں۔ اس موقع پر آپ نے حجرہ سے باہر آ کر صحابہؓ سے فرمایا کہ مجھے تمہاری کیفیت اور حالات سے واقفیت ہے۔ مجھے یہ خوف

عَلَیْکُمْ مَا قُمْتُمْ بِہٖ فَصَلُّوْا اَیُّھَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوۃِ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ ۔

ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اور اگر تم پر یہ نماز (تراویح) فرض ہو جاتی تو تم اس کے لیے (آسانی سے) کھڑے نہ ہوتے لہٰذا اے صحابہ تم اس کو اپنے گھروں میں پڑھو۔ انسان کی افضل ترین نماز فرائض کے علاوہ اس کے گھر میں ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ فرضیت کے خوف کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا رمضان قیام اللیل باجماعت نہیں ہوا۔ بلکہ چند روز ہوا جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور یہ صورت حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوسرے سال تک رہی اور ۱۲ھ میں حضرت عمر فاروق رضؓ نے نماز تراویح کا امر فرمایا۔ اس روز سے لے کر ملّتِ اسلامیہ میں قیام اللیل باجماعت نے فروغ پایا اور حضرت عمرؓ اور بقیہ خلافت راشدہ کے دور میں اس مسلک پر عمل ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رمضان المبارک میں باجماعت نماز تراویح یعنی قیام اللیل صحابہ کا طرز عمل ہے اور صحابہؓ کے طرز عمل کو بھی اپنانا ہمارے لیے ضروری ہے اس کے متعلق حدیث پاک یہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَیْلَۃً اِلَی الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ یُصَلِّی الرَّجُلُ لِنَفْسِہٖ وَیُصَلِّی الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ بِصَلٰوتِہِ الرَّھْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ لَوْ جَمَعْتُ ھٰٓؤُلَآءِ

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شب حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو دیکھا کہ لوگ تنہا علیحدہ علیحدہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ ایک امام کے ساتھ ادا کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں انھیں ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ پھر

عَلٰی قَارِیٍٔ وَّاحِدٍ لَکَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَہُمْ عَلٰی اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَہٗ لَیْلَۃً اُخْرٰی وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ بِصَلٰوۃِ قَارِیِٔہِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْھَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ یُرِیْدُ اٰخِرَ اللَّیْلِ وَکَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَہٗ ؕ

فیصلہ کر کے حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کر دیا۔ جب دوسری شب مسجد کی طرف آئے تو دیکھا اب لوگ ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے اور جس نماز سے تم غفلت برتتے ہو یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم قیام اللیل کرو اور خود حضرت عمرؓ آخر شب کے قیام کو ترجیح دیتے تھے اور لوگ اول رات کو قیام کرتے تھے۔

(بخاری)

نمازِ تراویح کی جماعت کا آغاز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین رات نماز تراویح پڑھی لیکن بعد میں فرضیت کے ڈر سے چھوڑ دی۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَقُمْ بِنَا شَیْئًا مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ السَّادِسَۃُ لَمْ یَقُمْ بِنَا فَلَمَّا کَانَتِ الْخَامِسَۃُ قَامَ بِنَا حَتّٰی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (رمضان کے) روزے رکھے لیکن پورا مہینہ آپ نے قیام لیل نہیں کیا مگر جب رمضان کے سات دن باقی رہ گئے تو ایک شب آپ نے تہائی رات تک ہمارے ساتھ قیام لیل کیا اور جب چھ راتیں باقی رہیں تو اس رات آپ نے قیام نہ فرمایا لیکن پانچویں

ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا أَنْ يَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ، قَالَ السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ ؏

رات کو آپ نے ہمارے ساتھ آدھی رات تک قیام فرمایا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اس رات زیادہ قیام کرتے۔ تو رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات کو امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتا ہے تو اس کی پوری رات قیام میں شمار ہو جاتی ہے جب رمضان کی چار راتیں باقی رہ گئیں، تو آپ نے اس رات قیام نہ کیا یہاں تک کہ انتظار میں تہائی رات باقی رہ گئی لیکن جب رمضان میں تین راتیں باقی رہیں تو آپؐ نے اہل خانہ اور دوسرے لوگوں کو جمع فرمایا، اور ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر ہمیں فلاح کے ترک ہو جانے کا خطرہ ہوا راوی حدیث کہتے ہیں کہ مجھ سے سوال کیا گیا کہ فلاح سے کیا مراد ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا سحری۔ پھر بقیہ راتوں میں آپؐ نے قیام نہیں فرمایا۔ (ابن ماجہ۔ نسائی۔ ترمذی)

-:-

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھنا ساری رات کے قیام کے مترادف ہوتی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور وہ رمضان (کا مہینہ) تھا۔ اور ایک روایت

وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلُّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَصَلُّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهٖ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کے مطابق ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا ان سے لیث نے، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں آدھی رات کو نکلے۔ آپؐ نے مسجد میں نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ صبح لوگوں نے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کیا۔ دوسرے دن اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر صبح ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے سے بیان کیا۔ تیسری رات اور آدمی جمع ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد میں نہ سما سکے۔ لیکن آپ صبح کی نماز کے لیے نکلے۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمھاری موجودگی مجھ سے مخفی نہ تھی لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو بھی یہی حالت رہی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ (بخاری شریف)

نمازِ تراویح کی بیس رکعت

نمازِ تراویح کی بیس رکعت پڑھنا سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کے بعد صحابہ کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ یعنی بیس رکعت سنتِ صحابہؓ بھی ہے۔ ایسے ہی بیشتر تابعین، تبع تابعین اور صوفیاء نے بیس رکعت ہی پڑھی ہیں۔ اس کے بارے میں روایات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۲)

(۲) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرُ ۔

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے دور میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (سنن بیہقی)

(۳) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلٰثٍ وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ رمضان میں ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس تراویح کی اور تین وتر کی) (موطا امام مالکؒ)

(۴) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ اَنَّ عَلِيًّا دَعَا الْقُرَّاءَ فِيْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ

حضرت ابو عبدالرحمن سلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو ۲۰ رکعت

اَلنَّاسَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَکَانَ عَلِیٌّ یُوْتِرُ بِھِمْ ؎

پڑھاؤ۔ حضرت علی رضؓ انھیں وتر پڑھاتے تھے۔ (بیہقی)

(۵) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اَنْ یُّصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ یَصُوْمُوْنَ النَّھَارَ وَلَا یُحْسِنُوْنَ اَنْ یَّقْرَءُوْا فَلَوْقَرَاْتَ عَلَیْھِمْ بِاللَّیْلِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ھٰذَا شَیْءٌ لَّمْ یَکُنْ۔ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّہٗ حَسَنٌ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ ؎

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے انھیں فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف میں رات کی نماز پڑھایا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابی بن کعبؓ! لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قراءت قرآن بخوبی ادا نہیں کر سکتے۔ کیا اچھا ہے کہ آپ ان پر قراءت کر دیا کریں۔ انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! یہ ایسی چیز ہے جو پہلے نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ لیکن یہ کام اچھا ہے۔ پس حضرت کعبؓ نے لوگوں کو ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھائی (کنز العمال)

ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضؓ نے ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھی ہے۔ لہذا اس پہ عمل کرتے ہوئے ہر مسلمان کو ۲۰ رکعت پڑھنی چاہیئے۔

مسائل نمازِ تراویح

۱۔ نماز تراویح کا وقت نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے فرض پڑھنے کے بعد سے شروع ہو کر طلوع فجر تک ہے۔ نماز وتر تراویح سے پہلے پڑھنا جائز ہے لیکن نماز تراویح کے بعد مستحب ہے

بلکہ تراویح کے بعد وتر با جماعت پڑھنا بہت بہتر ہے۔ (در مختار)
اگر کسی وجہ سے تراویح پڑھنے کا وقت نکل جائے تو پھر ان کی قضا نہیں۔
اگر کسی نے بطور قضا تراویح پڑھ لیں تو وہ تراویح نہیں بلکہ نفل ہوں گے۔
(در مختار)

۲۔ جماعت سنتِ کفایہ ہے تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے اگر سب لوگ مسجد میں تراویح با جماعت پڑھنا ترک کر دیں گے تو سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ اگر چند لوگ با جماعت پڑھ لیں اور بعض بلا جماعت پڑھ لیں تو پھر ترکِ سنت کا گناہ نہ ہوگا۔ مگر ایسا مقتدی جس کے جماعت میں شامل ہونے سے مسجد میں جماعت بڑی ہوتی ہو اور شامل نہ ہونے کی وجہ سے لوگ جماعت میں کم آتے ہوں تو ایسے شخص کو بلا عذر جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (عالمگیری)

شافعی اور حنبلی مسلک میں تراویح کی جماعت سب کے لیے سنت ہے یعنی چند لوگوں کے جماعت سے پڑھ لینے سے یہ سنت سب کی طرف سے ادا نہیں ہو جائے گی۔ اس لیے کوشش کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہیئے حنفی مسلک میں بھی بہتر یہی ہے کہ تراویح با جماعت ادا کی جائے اور مسجد میں ادا کرنا بہترین ہے۔

تراویح مسجد میں با جماعت ادا کرنا افضل ہے۔ اگر گھر میں با جماعت ادا کیں تو جماعت ترک کرنے کا گناہ نہ ہوا لیکن وہ ثواب حاصل نہ ہوگا جو مسجد میں ادا کرنے کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۳۔ تراویح سنت مؤکدہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو تم پر فرض اور قیام (تراویح) کو سنت کیا ہے لہٰذا جو شخص ایمان اور حصولِ ثواب کی نیت سے روزے رکھے گا وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا

جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (نسائی)

اس امر پر سب کا اتفاق ہوا ہے کہ تراویح کی نماز مرد اور عورت دونوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔ (در مختار)

۴۔ تراویح میں ایک بار قرآن مجید پڑھنا سنت ہے

رمضان المبارک کی نماز تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے البتہ دو یا تین بار ختم کرنا افضل ہے اگر ایک بار قرآن پاک ختم کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو لیکن تراویح آخر رمضان تک برابر پڑھنی چاہئیں، قرآن پاک کی قرأت میں بہت جلدی کرنا اچھا نہیں بلکہ مناسب ترتیل سے قرآن پڑھا جائے تو اچھا ہے۔ اگر کسی وجہ سے تراویح میں قرآن پڑھنے کے لیے حافظِ قرآن نہ ملے تو پھر سورتوں کے ذریعے تراویح پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے جو بھی سورتیں یاد ہوں پڑھ لیں۔ (بہار شریعت)

بحر الرائق میں ہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اگر اندیشہ ہو کہ ایسا کرنے سے لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی تو بہتر یہ ہے کہ اسی قدر پڑھا جائے جس قدر لوگوں کو گراں نہ گزرے۔

اس صورت میں بعض کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں سورت اخلاص پڑھی جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ سورت فیل سے آخر قرآن تک کی سورتیں پڑھی جائیں۔ یہ تعداد میں بھی دس ہیں اور دو بار پڑھنے سے بیس رکعت ہو جائیں گی۔ (بحر، عالمگیری)

تراویح میں کسی سورت کے شروع میں ایک مرتبہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" امام کو بلند آواز سے پڑھ دینا چاہیے کیونکہ یہ بھی قرآن کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورت کا حصہ نہیں۔ اگر نہیں پڑھی تو قرآن ختم ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر منہ میں پڑھی تو مقتدیوں کے قرآن ختم ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی۔ (عالمگیری)

اگر محلے کی مسجد میں قرآن ختم ہوگا تو کسی دوسری مسجد میں جہاں قرآن پورا

پڑھا جاتا ہو تراویح پڑھنا درست ہے۔ اسی طرح اگر اپنی مسجد کا امام قرآن غلط پڑھتا ہو تو کسی دوسری مسجد میں جاکر تراویح پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر امام حافظ بھی ہو تو اس کے لیے افضل ہے کہ تراویح خود پڑھائے اور کسی دوسرے کی اقتداء نہ کرے۔ (عالمگیری)

۵۔ نمازِ تراویح میں قراءت تراویح میں قرأت کی کوئی مقدار مقرر نہیں لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طویل قرأت کیا کرتے تھے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قاری نماز تراویح میں وہ سورتیں پڑھتا تھا جو سو آیتوں سے زیادہ ہوتی تھیں یہانتک کہ ہم قیام کی طوالت سے مجبور ہو جاتے تھے کہ عصا کا سہارا لیں اور ہم فجر کے قریب اس نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ (مالک)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم رمضان میں تراویح سے فارغ ہو کر آتے تو ہم خادموں سے جلدی کھانے کے لیے کہتے اس خوف سے کہ کہیں سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ فجر ہو جانے کے اندیشے سے۔ (مالک)

حضرت اعرج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان میں قاری سورت بقرہ آٹھ رکعتوں میں پڑھتا تھا اور جب وہ بارہ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تو لوگ سمجھتے کہ ہلکی نماز پڑھی۔ (مالک)

افضل یہ ہے کہ ہر شفع (دو رکعت) میں قرأت کی مقدار برابر ہو۔ اگر ایسا نہیں کیا تو پھر بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اسی طرح ہر شفع کی پہلی اور دوسری رکعت میں قرارت مساوی ہو۔ دوسری رکعت میں قرارت پہلی سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔ (عالمگیری)

۶۔ تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہیئے

تراویح کا دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تراویح کی نماز دو دو رکعتیں کر کے پڑھا کرتے تھے۔ بخاری اور مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ہے لہذا تراویح کی دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار رکعتوں میں بھی مضائقہ نہیں اور آٹھ رکعت ایک سلام سے پڑھنے میں بھی کراہت نہیں۔ البتہ اس سے زیادہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہیں (کبیری)

تراویح کی ۲۰ رکعتیں دس سلام سے پڑھیں یعنی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیریں۔ اگر کسی نے بیس رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا تو بیس تراویح ہو جائیں گی مگر کراہت کے ساتھ اور اگر بیچ میں قعدہ نہ کیا تھا تو دو رکعت کے قائم مقام ہوئیں۔ ہر دو رکعت پر نیت کرنی چاہیئے اگر ایک ساتھ بیسوں کی نیت کرلی جائے تو بھی نیت ہو جائے گی۔ اگر اکیلے پڑھیں تو چار رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۷۔ چار رکعت کے بعد تسبیح پڑھنا

ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا چاہیئے اس بیٹھنے کے دوران نمازی کو اختیار ہے کہ وہ چپکے بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا درود شریف پڑھے یا یہ تسبیح پڑھے مگر تسبیح پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔ (بہار شریعت)

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ ط سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَ الْعَظْمَۃِ وَ الْھَیْبَۃِ وَ الْکِبْرِیَآءِ وَ الْجَبَرُوْتِ ج سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَ لَا یَمُوْتُ	پاک ذات ہے اللہ کی جو ملک اور بادشاہت والا ہے۔ پاک ذات ہے اللہ کی جو عزت والا اور عظمت والا ہے اور ہیبت والا اور قدرت والا ہے اور بڑائی والا اور دبدبہ والا ہے۔ پاک ذات ہے اللہ کی جو بادشاہ ہے، زندہ رہنے والا ہے ہمارا پروردگار،

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ ؛

جو نہ سوتا ہے نہ اس کو موت ہے، فرشتوں اور روح کا پروردگار ہے۔ اے اللہ بچا ہم کو (دوزخ کی) آگ سے۔ اے بچانے والے اے پناہ دینے والے۔ اے نجات دینے والے۔

۸۔ نمازِ تراویح سے قبل ادائیگی فرض

نماز تراویح سے پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ضروری ہیں

جس نے عشاء کی فرض نماز نہ پڑھی ہو وہ نہ تراویح پڑھ سکتا ہے نہ وتر۔ جبتک کہ فرض نماز نہ ادا کرے۔

اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیئے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھ لے۔ پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس دوران میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو چکی ہوں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے۔ (در مختار)

۹۔ نمازِ تراویح میں شریک ہونے کی شرط

اگر سب لوگوں نے عشاء کی نماز ترک کر دی تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھیں۔ ہاں عشاء جماعت سے ہوئی اور بعض کو جماعت نہ ملی تو یہ جماعتِ تراویح میں شریک ہوں۔ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ (در مختار، رد المحتار)

۱۰۔ رکعات میں کمی بیشی کا ازالہ

اگر دو رکعت تراویح کی نیت کی اور دوسری رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا۔ تو تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آنے پر بیٹھ جائے اور اگر سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور ملا کے چار رکعت کر لے دو رکعت تراویح ہو جائیں گی

اور دو نفل۔ دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کرے اور زائد رکعتوں میں پڑھا ہوا قرآن معتبر ہوگا اور اگر دوسری رکعت کے بعد التحیات پڑھ کے (قصداً یا سہواً) تیسری کے لیے کھڑا ہوگیا اور چار رکعت پڑھ لیں تو بلا سجدۂ سہو چاروں رکعت تراویح شمار ہو جائیں گی۔ اگر کسی نے دو کی بجائے چار رکعت تراویح کی نیت کی پھر درمیان میں قعدہ کرنا بھول گیا اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لیا تو اس کی دو رکعت تراویح ہوں گی۔ دو اور پڑھے اور قرآن کا اعادہ نہ کرے۔

۱۱۔ دوبارہ نماز تراویح کی جماعت نہیں

لوگوں نے تراویح پڑھ لی۔ اب دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو تنہا تنہا پڑھ سکتے ہیں۔ جماعت کی اجازت نہیں۔ افضل یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھیں اور دو کے پیچھے پڑھنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ پورے ترویحہ پر امام بدلیں مثلاً آٹھ ایک امام کے پیچھے اور بارہ دوسرے امام کے پیچھے۔ نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی۔ یہی صحیح ہے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ عشاء کی نماز میں کمی کا ازالہ

اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور پڑھ چکنے کے بعد (اداوقت ہیں) معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز میں کچھ غلطی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اسے عشاء کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح بھی دوبارہ پڑھنی چاہئیں اور وتر بھی۔

۱۳۔ عذر کے باعث بیٹھ کر تراویح پڑھنا

شرعی عذر کے باعث بیٹھ کر تراویح پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر مقتدی کے لیے یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے اور جب امام رکوع کرنے کو ہو تو وہ کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے جی سے۔

۱۴۔ نماز تراویح اکیلے پڑھنا

اگر کسی شخص نے نماز تراویح گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص مقتدا ہو کر اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ تراویح با جماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو جماعت کے ترک کا گناہ نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔ (عالمگیری)

۱۵۔ تلاوت میں آیت رہ جانے کا تدارک

نماز تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے اگر کوئی آیت، لفظ یا سورت رہ جائے اور حافظ اس آیت یا سورت کے آگے پڑھنے لگے۔ نہ ہی سامع نے لقمہ دیا اور پھر یاد آگیا کہ فلاں آیت یا سورت چھوٹ گئی ہے تو اس کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ چھٹی ہوئی آیت یا سورت کو پڑھے پھر جس قدر قرآن شریف چھوٹ جانے کے بعد پڑھ لیا تھا اس کو دوبارہ پڑھے تاکہ قرآن مجید با ترتیب ختم ہو۔

۱۶۔ رکعات میں شبہ

تراویح کی رکعات کے بارے میں اگر شک ہو جائے اور مقتدیوں میں رکعات کے بارے میں اختلاف ہو تو امام کے قول کا اعتبار ہے۔

اگر امام کو رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو مقتدیوں کی رائے پر عمل کیا جائے گا لیکن اگر مقتدیوں میں بھی اختلاف ہے تو پھر ان لوگوں کی بات مانی جائے گی جو امام کے نزدیک سچے اور قابلِ اعتبار ہیں۔

امام کو شک ہو گیا ہے کہ ۱۸ رکعتیں ہوئی ہیں یا ۲۰۔ اور مقتدیوں میں بھی اختلاف ہے اور امام کو مقتدیوں میں سے کسی کے قول پر اعتبار بھی نہیں تو اس

صورت میں امام اور مقتدی بلا جماعت دو رکعتیں تراویح پڑھ لیں۔

اٹھارہ رکعتیں پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہو گئیں اور وتر کی نیت باندھ لی لیکن دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ دو رکعتیں باقی رہ گئی ہیں پھر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ دو رکعتیں تراویح کی شمار نہ ہوں گی۔ (خانیہ)

۱۷۔ مسائلِ وتر

وتر نمازِ تراویح سے پہلے پڑھ لینا بھی درست ہے لیکن تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔ (مراقی)

رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ خواہ اسی امام کے پیچھے جس کی اقتدا میں عشاء و تراویح پڑھی ہیں یا کسی دوسرے کے پیچھے یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشاء کی نماز اور وتر پڑھائے اور دوسرا تراویح۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ عشاء اور وتر کی امامت کرتے تھے اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح کی۔ (عالمگیری)

اگر عشاء کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے اور عشاء کی نماز تنہا پڑھنے کے بعد تراویح میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسا شخص وتر تنہا پڑھے۔

اگر نمازِ عشاء با جماعت پڑھی اور تراویح بلا جماعت تو وتر کی جماعت میں شریک ہوا جا سکتا ہے۔ اگر عشاء تنہا پڑھی اور اگرچہ تراویح جماعت سے تو وتر تنہا پڑھے۔ (بہارِ شریعت)

مذکورہ صورتوں میں کوئی وتر تنہا پڑھے یا جماعت سے پڑھے، دونوں ہی صورتوں میں درست ہیں۔ لیکن رمضان المبارک میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

اگر کوئی مسبوق وتر کی نماز میں تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا تو وہ اپنی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھے کیونکہ رکوع کی حالت میں شریک ہونے سے جب پوری رکعت کا پانے والا ہو چکا تو قنوت کا پانے والا بھی ہو گیا۔ اس لیے اب

قنوت ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۸۔ امام اور امامت ایک امام دو مسجدوں میں تراویح کی امامت کرواتا ہے تو اگر دونوں مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھائے تو ناجائز ہے اور اگر گھر میں تراویح پڑھ کر مسجد میں آیا اور امامت کی تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

اگر مقتدی نے دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھیں تو مضائقہ نہیں مگر دوسری مسجد میں وتر نہیں پڑھ سکتا جبکہ پہلی میں پڑھ چکا ہو (عالمگیری)

صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ بچہ تراویح میں بالغوں کی امامت نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی تراویح نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ (عالمگیری)

ایک امام کے پیچھے عشاء اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا جائز ہے۔ (در مختار، عالم گیری)

تراویح پڑھانے کی اُجرت دینا یا لینا ناجائز ہے۔ اُجرت لینے والا اور دینے والا دونوں ہی گناہگار ہیں۔ پیشگی اُجرت مقرر کر لینا کہ یہ لیں گے یا یہ دیں گے یا اجرت کی مقدار طے نہ کی ہو بلکہ معلوم ہو کہ ہمیں کچھ ملتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر کہہ دیا جائے کہ کچھ نہیں دیا جائے گا یا حافظ صاحب کہہ دیں کہ کچھ نہیں لیں گے۔ اور تراویح پڑھا دیں۔ پھر اس کے بعد مقتدی حافظ صاحب کی خدمت کر دیں تو مضائقہ نہیں۔ (بہار شریعت)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرائے۔ (ابن ماجہ)

البتہ عورت کا عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ وہ تراویح الگ الگ پڑھ لیں۔

عورت کے لیے امام ہونا مکروہ تحریمی ہے پھر بھی اگر کوئی عورت عورتوں کی امام بنے تو کسی مرد امام کی طرح آگے تنہا کھڑی ہو کر امامت نہ کرائے بلکہ درمیان کھڑی ہو۔

مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ تراویح کی جماعت شروع ہو چکی ہو اور بیٹھا رہے اور جب امام رکوع کرنے کو ہو تو جماعت میں شامل ہو جائے۔ یہ منافقوں کے مشابہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی دکھاتے ہیں۔ (غنیہ، خانیہ)

جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اسے چاہیئے کہ تھوڑی دیر سونے کے بعد تراویح پڑھے۔ (شامی)

۱۹۔ مکروہات تراویح

ایک سلام میں آٹھ سے زیادہ رکعتیں پڑھنا مکروہ ہے (کبیری) قرات اور ارکان کی ادائیگی میں جلدی کرنا مکروہ ہے تعوذ، تسمیہ اور تسبیح کا ترک کر دینا بھی مکروہ ہے۔ (عالمگیری۔ درمختار)

ہر دو رکعت تراویح کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح دس رکعت کے بعد تسبیح وغیرہ کے لیے بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔

اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح کی نماز پڑھائے پھر بھی مقتدیوں کے لیے مستحب ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھیں۔ (خانیہ)

وتر پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آیا کہ دو رکعتیں باقی رہ گئیں تو جماعت سے پڑھ لیں۔ اگر آج یاد آیا کہ کل دو رکعتیں باقی رہ گئی تھیں تو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

اگر کوئی گھر میں تراویح پڑھ کر مسجد میں آیا اور تراویح کی امامت کی تو یہ مکروہ ہے

شبِ قدر

لیلۃ القدر ایک مقدس رات ہے جو بڑی عظمت و بزرگی اور خیر و برکت والی رات ہے۔ اس کے فضائل اور فیوض و برکات بیشمار ہیں لہذا اس رات کے انعام و اکرام سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اس رات کی عبادت میں رضائے الٰہی ہے۔ اس برکت والی رات کو اردو اور فارسی میں شبِ قدر اور عربی میں لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ لیل کے معنی رات کے ہیں اور قدر کے معنی عربی میں بزرگی عظمت اور بڑائی اور عزت کے ہیں لہذا لیلۃ القدر کے معنی عزت اور قدر و منزلت والی رات کے ہوئے۔

لیلۃ القدر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی کو عطا کی گئی ہے اور کسی اُمت کو یہ تحفہ نہیں ملا۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ،

اِنَّ اللّٰہَ وَھَبَ لِاُمَّتِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ لَمْ یُعْطِھَا مَنْ کَانَ قَبْلَھُمْ ۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری اُمت ہی کو عطا کی ہے ان سے پہلے کسی اُمت کو یہ نہیں ملی۔ (کنز العمال)

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ

اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی مختلف وجوہات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں جو لفظ "قدر" ہے اس کا معنی تقدیر و حکم کے ہیں۔ چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہوتا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذِ امور

کے لیے مامور ہیں اس لیے اس رات کا نام لیلۃ القدر رکھا گیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ "قدر" کے ایک معنی عظمت و شرافت کے ہیں کیونکہ اہل عرب اکثر اوقات یوں کہہ دیتے ہیں کہ "فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک بڑی قدر ہے۔ یعنی یہ شخص اس کے نزدیک بہت بزرگ اور مرتبہ والا ہے۔ چونکہ یہ رات بھی عظمت و شرافت والی رات ہے اسی لیے اس کا نام "لیلۃ القدر" رکھا گیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ "قدر" کے ایک معنی ضیق یعنی تنگی کے ہیں اور مفسرین اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ لفظ قرآن مجید میں ان معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کہ اس رات کو اس قدر فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں کہ زمین پر ان کے ٹھہرنے کی جگہ تنگ ہو جاتی ہے اور اس تنگی کی نسبت سے اسے قدر کہتے ہیں

یہ تینوں تاویلیں اپنی مناسبت سے درست نظر آتی ہیں لیکن لیلۃ القدر کی قدر و منزلت اس کی اہمیت اور فضیلت پر مبنی ہے اس رات کو یہ شرف اور بزرگی اس وجہ سے حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کے لیے قدر کا لفظ استعمال کیا اور پھر یہی لفظ تین مرتبہ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی قدر کی وجہ اصل میں وہ امور ہیں جو اس رات میں سرانجام پاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر وراق کا قول

حضرت ابوبکر وراق کا قول ہے کہ اس شب کا نام لیلۃ القدر اسی لیے رکھا گیا کہ ایک تو اس میں مرتبہ و نشان والی کتاب نازل ہوئی ہے۔ دوسرے ذی مرتبہ فرشتے (جبریل امین علیہ السلام) کے ذریعہ نازل ہوئی ہے۔ تیسرے ذی مرتبہ امت پر نازل ہوئی ہے۔ شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ "قدر" سورۃ القدر میں تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد

غنیتہ الطالبین میں آپ کا ارشاد ہے کہ سید البشر حضرت آدمؑ میں

اور سید العرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت سلمان فارسیؓ تمام اہل فارس کے سردار تھے۔ اسی طرح سید الروم حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سید الحبش حضرت بلال حبشیؓ۔ اسی طرح تمام بستیوں میں سرداری مکہ مکرمہ کو، وادیوں میں سب سے بزرگی وادی بیت المقدس کو حاصل ہے۔ دنوں میں جمعہ سید الایام ہے۔ راتوں میں شب قدر کو سرداری حاصل ہے۔ کتابوں میں قرآن کریم کو، سورتوں میں سورۃ البقر کو، سورۃ البقر میں آیت الکرسی کو سب آیات میں سرداری اور بزرگی حاصل ہے پتھروں میں سنگ اسود تمام پتھروں میں بزرگ ہے اور چاہ زمزم ہر کنویں سے افضل ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا ہر عصا سے برتر تھا اور جس مچھلی کے شکم میں حضرت یونس علیہ السلام رہے تھے وہ تمام مچھلیوں میں افضل تھی۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی تمام اونٹنیوں میں افضل تھی اور اسی طرح براق ہر گھوڑے سے افضل تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری تمام انگشتریوں سے برتر و افضل تھی۔ اور ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار ان سے بزرگ و افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر سید اللیالی یعنی تمام راتوں کی سردار رات ہے۔

احسان عظیم

بہرکیف لیلۃ القدر سے مراد عزت والی رات ہے۔ عزت اور قدر اس کی ہوتی ہے جس میں عام کی نسبت کوئی خاص خوبی یا وصف ہو۔ قدر والی رات میں خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت خاص سے بھرپور کر رکھا ہے اور اس میں اتنی خیر و برکت رکھی ہے کہ اس رات کی عبادت کو ایک ہزار مہینے سے افضل قرار دیا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں۔ اس رات میں عبادت کرنے کا امت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے اور لوگوں کو اپنی بخشش کا ایک ذریعہ دیدیا۔ کہ شاید مسلمان اسی رات کی قدر و منزلت کے پیش نظر میرے دربار میں آئیں اور میں ان کی تقدیر بدل دوں۔ کیونکہ اس رات میں اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جس پر اللہ کی رحمت ہو گئی اس کی تقدیر بدل گئی۔ جو اللہ کا محبوب بندہ بن گیا

تو اسے کائنات کی ہر چیز مل گئی۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

لیلۃ القدر کی فضیلت کے بارے میں کلامِ الٰہی میں ایک پوری سورۃ کا نزول ہوا ہے جسے سورۂ قدر کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے قدر والی رات کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ۙ سَلٰمٌ ۛ قف هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۠

بیشک ہم نے اسے (قرآن مجید کو) شبِ قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا کہ شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل امینؑ اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔ اس رات میں صبح طلوع ہونے تک سلامتی رہتی ہے۔

اس سورت میں پانچ آیتیں تیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف ہیں اور اس سورت کے مقامِ نزول کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اسی لیے حضرت سیوطیؒ نے اسے مکی قرار دیا ہے۔ لیکن بعض حضرات اسبابِ نزول سے قیاس کرتے ہوئے اس سورت کو مدنی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر قولِ اول قابلِ ترجیح ہے۔

شانِ نزول اس سورت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ایک معتبر راوی سے یہ روایت اپنی کتاب میں بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی امتوں کی عمروں پر توجہ کی تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اگلے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گزرا۔

میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں بھی کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ (مؤطا امام مالک ص ۲۶۰)

حضرت مجاہدؒ کی روایت

سورۂ قدر کے شانِ نزول کے بارے میں ابن ابی حاتم میں ایک روایت حضرت مجاہد سے یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار ماہ تک خدا کی راہ میں جہاد میں ہتھیار باندھے رہا۔ صحابہ کرام رضؓ کو یہ سن کر تعجب ہوا تو اللہ عزوجل نے یہ سورت اتاری کہ ایک لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔

ابن جریر میں یہی روایت یوں بیان کی گئی ہے

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يَقُومُ اللَّيْلَ حَتَّى يُصْبِحَ ثُمَّ يُجَاهِدُ الْعَدُوَّ بِالنَّهَارِ حَتَّى يُمْسِيَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ أَلْفَ شَهْرٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْآيَةَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ قِيَامُ تِلْكَ اللَّيْلَةِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص کا یہ حال تھا کہ وہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی دشمن سے جہاد کے لیے نکل جاتا۔ دن بھر جہاد میں مشغول رہتا۔ ایک ہزار مہینے اس نے اسی عبادت میں گزار دیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔ یعنی اس ایک رات میں عبادت کر لینا اس بنی اسرائیلی کی ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے۔

(ابن جریر)

حضرت شمعونؒ کا واقعہ

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے سامنے بنی اسرائیل کے حالات بیان فرمائے دورانِ وعظ آپ نے ایک عبادت گزار بندے کا بھی ذکر فرمایا جس کا نام شمعونؒ تھا جو عبادت گزاری اور اطاعت میں ضرب المثل تھا۔ ہزار مہینے تک روزے رکھتا، رات بھر خدا کی عبادت اور نماز میں مشغول رہتا۔ دن کے وقت ہتھیار باندھ کر خدا کی راہ میں جہاد کرتا، نیک اور غریب لوگوں کی حمایت کرتا، کافروں اور مشرکوں کی سرکوبی کرتا اور ان کو قتل کر کے ان کے مال کو غرباء میں تقسیم کرتا۔

جسمانی طاقت اور روحانی قوت کا یہ عالم تھا کہ لوہے کی بھاری بھاری مضبوط زنجیریں عورتوں کی چوڑیوں کی طرح اس کے ہاتھوں سے چُرمُر ہو کر گر جاتی تھیں۔ کفار نے جب دیکھا کہ شمعون پر کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا تو انھوں نے آپ کی بیوی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تاکہ حضرت شمعون کو کسی نہ کسی طرح اپنی حراست میں لیا جائے۔ چنانچہ چند فاسق لوگوں نے حضرت شمعون کی بیوی سے جا کر کہا کہ اگر تم اپنے خاوند کو رات کے وقت سوتے ہوئے مضبوط رسیوں سے جکڑ کر باندھ دو اور پھر صبح کو ہمارے حوالے کر دو تو اس کے بدلے میں تمھیں بہت سا مال و دولت دیا جائے گا۔ بیوی مال و زر کے لالچ میں آگئی اور اپنے بہادر اور پکے دیندار خاوند کی بھی کچھ پروا نہ کرتے ہوئے اسے رات کو مضبوط رسیوں سے باندھ دیا۔

صبح کو جب حضرت شمعونؒ بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا بات ہے مجھے کس نے باندھا ہے؟ ہوشیار بیوی نے اپنی محبت اور وفاداری کا نقلی ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا کہ میں تو آپ کی قوت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ میں آپ کی قوت کا کرشمہ اپنی آنکھ سے خود دیکھنا چاہتی ہوں۔ بیوی کی یہ سحر بیانی سن کر شمعون خاموش ہو گئے اور بات رفع دفع ہو گئی اور آپ نے رسیوں کو کھول لیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی بیوی اس تاک میں لگی رہی کہ جب موقع ملے کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد بیوی نے دوبارہ موقع پا کر ایک رات اپنے خاوند کو پھر لوہے کی زنجیر میں سوتے ہوئے جکڑ دیا مگر اللہ کے اس نیک بندے شمعون پر لوہے کی زنجیروں کا کچھ اثر نہ ہوا اور بیدار ہوتے ہی ایک جھٹکے میں تمام سلسلہ ختم ہو گیا اور زنجیر کی کڑی کڑی ٹوٹ کر الگ ہو گئی۔ شمعون نے دوبارہ بیوی سے پوچھا کہ اس نے کیا کیا تھا۔ اس نے پہلے کی طرح کے جواب سے دوبارہ بھی ٹال دیا اور کہا کہ میں صرف آپ کی طاقت آزما رہی تھی کہ کیا آپ پر لوہے کی زنجیر کا اثر ہوتا ہے کہ نہیں۔

شمعون نے جواب میں راز ظاہر کر دیا اور کہا کہ میں ولی ہوں اور دنیا بھر کی کوئی چیز مجھ پر اثر نہیں کر سکتی مگر میرے سر کے بال۔ آخر کار جب بیوی کے ہاتھ یہ بھید آ گیا تو ایک رات اس نے شمعون کو اس کے بالوں سے باندھ دیا آخر آپ نے انھیں کھولنے کی کوشش کی مگر تمام کوشش رائیگاں گئی۔ لالچی بیوی نے اس حالت میں شمعون کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے شمعون کو ایک ستون سے باندھ کر آپ کی ناک اور کان کاٹ دیے اور آنکھیں نکال دیں۔ اللہ کے اس ولی کی بے عزتی پر رحمت باری تعالیٰ نے ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا، اور دھوکہ دینے والی بیوی پر قہر کی بجلی گری اور وہ خاک ہو گئی۔

صحابہ کرام رضؓ نے شمعون کی تکالیف، آپ کی بندگی اور ہزار مہینے جہاد فی سبیل اللہ کا حال سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم تو کسی طرح بھی شمعون کی عبادت و ریاضت کا اجر و ثواب حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری عمریں تو اتنی لمبی ہی نہیں ہوں گی۔ تو صحابہ کرام رضؓ کی حسرت انگیز آرزو پر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر جیسی بابرکت رات عطا فرمائی کہ اس رات کی عبادت حضرت شمعون رحؒ کی ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو گی۔ (قصص الانبیاء)

چار عابدوں کا ذکر

سورۂ قدر کے شانِ نزول کے بارے میں چار عابدوں کے متعلق ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ وَعُرْوَۃَ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا اَرْبَعَۃً مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَبَدُوا اللّٰہَ ثَمَانِیْنَ عَامًا لَمْ یَعْصُوْہُ طَرْفَۃَ عَیْنٍ فَذَکَرَ اَیُّوْبَ وَزَکَرِیَّا وَحِزْقِیْلَ بْنَ الْعَجُوْزِ وَیُوْشَعَ بْنَ نُوْنٍ فَعَجِبَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِکَ فَاَتَاہُ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ عَجِبَتْ اُمَّتُکَ مِنْ عِبَادَۃِ ھٰٓؤُلَآءِ النَّفَرِ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ اِقْرَأْ عَلَیْہِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ... الخ فَقَالَ ھٰذَا اَفْضَلُ مِمَّا عَجِبْتَ اَنْتَ وَاُمَّتُکَ فَسُرَّ بِذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَالنَّاسُ مَعَہٗ

حضرت علی رضؓ و عروہ رحؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات (حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشع بن نون) علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ ان حضرات نے اسی اسی برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابہ کرام رضؓ کو تعجب ہوا۔ فوراً ہی حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ کی امت کو ان حضرات کے اسی اسی برس عبادت کرنے پر تعجب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز بھیجی ہے۔ چنانچہ آپ نے سورۃ القدر پڑھ کر سنائی اور فرمایا یہ اس سے بہتر ہے جس پر آپ اور آپ کی امت کو تعجب ہو رہا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ خوش ہو گئے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۳۶۰)

تفسیر سورۂ قدر

شب قدر کی عظمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے چار خصوصیات بیان فرمائی ہیں یعنی اس رات نزولِ قرآن، نزولِ ملائکہ، ہزار ماہ سے افضل عبادت اور پوری شب امن و سلامتی جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ا۔ نزولِ قرآن

اس رات کی عظمت اور بزرگی کی سب سے بڑی وجہ نزولِ قرآن ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔ بے شک ہم نے اسے قدر والی رات میں اتارا۔

قرآن مجید جسے ہم کلام اللہ کہتے ہیں آسمانی کتابوں کے سلسلے کی آخری اور مکمل کتاب ہے اور اب یہی کتاب تا قیامت روئے زمین کے تمام انسانوں کے لیے شمع ہدایت ہے اس لیے قرآن پاک کو دنیا کی تمام کتابوں کے مقابلہ میں لاریب ہونے کی برتری حاصل ہے۔ چنانچہ اس مقدس کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کا فرضِ عین ہے۔ یہ ایک ایسی جامع اور مکمل کتاب ہے جو ہماری زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہے، خواہ وہ معاشرتی ہو یا تمدنی۔ اقتصادی ہو یا سماجی، اخلاقی ہو یا قانونی۔ گویا کہ یہ ایک بالکل مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس کے بعد انسان کو کسی اور رہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو ہماری زندگی کے ہر پہلو میں بے پناہ عظمت اور بزرگی حاصل ہے۔

قرآن پاک جس ذاتِ اقدس کا کلام ہے وہ ساری کائنات میں عظیم ترین ہے پھر جس پیغمبر پر اس کا نزول ہوا وہ بھی عظیم ہے بلکہ اللہ کا ایسا محبوب جس کا کوئی ثانی نہیں بلکہ اسی کے دم قدم سے یہ کارخانۂ کائنات قائم دائم ہے۔ پھر جو کلام نازل فرمایا گیا ہے وہ کتاب بھی دنیا کے تمام علموں سے عظیم ہے جس شہر میں قرآن پاک اترا وہ دنیا کے تمام شہروں سے مقدس کتاب اور مقدس شہر ہے جن لوگوں

میں قرآن پاک اتارا گیا وہ دنیا کی عظیم قوم ہے۔ پھر کیوں نہ اس وقت کو بھی عظمت حاصل ہوتی جس رات میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ چنانچہ اس رات کو وہ فضیلت حاصل ہوئی کہ اللہ نے اسے قرآن مجید میں ہی لیلۃ القدر کا نام دیا ہے۔

قرآن پاک کے نزول کا آغاز جب غارِ حرا میں پہلی وحی سے ہوا تو اس وقت لیلۃ القدر تھی۔ پھر رفتہ رفتہ تئیس سال تک موقع محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات کا نزول رہا۔ آخر جب قرآن پاک کی تکمیل ہوئی اور آخری وحی آئی تو اس وقت بھی لیلۃ القدر تھی۔ اس طرح قرآن پاک کا شبِ قدر میں نازل ہونے کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ جب اس کا آغاز ہوا تو اس وقت بھی شبِ قدر تھی، جب اس کے نزول کا اختتام ہوا تو اس وقت بھی لیلۃ القدر تھی۔ چنانچہ اسی نزولِ قرآن کی وجہ سے اس رات کو وہ عزت اور عظمت حاصل ہے جو کسی اور رات کو حاصل نہیں۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں بھی یہ ارشاد ہوا ہے کہ قرآن پاک رمضان المبارک کے مہینہ میں اتارا گیا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور واضح ہدایت اور فرق کرنے والی کتاب ہے۔ پس جو تم میں سے اس مہینے کو پائے تو اس میں روزے رکھے۔ (البقرہ: ۱۸۵)

اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ قرآن پاک رمضان المبارک میں اتارا گیا۔ اس آیت کی تشریح اس آیت سے واضح ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن کا رمضان میں شبِ قدر میں نزول کا آغاز ہوا کیونکہ قرآن کریم روزِ ازل ہی سے ابتدائے کائنات کے ساتھ ہی لوحِ محفوظ پر لکھ دیا گیا تھا اور پھر وہاں سے

آہستہ آہستہ اتارا گیا۔ اور تئیس سال میں مکمل ہوا۔ لیکن اس کے نزول کے آغاز اور انتہا کے وقت لیلۃ القدر تھی۔

۲۔ ہزار مہینے سے بہتر عبادت کا اجر

لیلۃ القدر کی فضیلت اور قدر کی دوسری وجہ اس رات کی عبادت کا اجر کثیر ہے جو عام راتوں سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔

اور آپ کا ادراک کیا ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس رات کا اجر اللہ تعالیٰ نے دینا ہے جو بہت زیادہ ہے جس کے متعلق ہمارے ذہن کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے مزید واضح کیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے بنتے ہیں اگر ایک شخص کی عمر اتنی مدت سے زیادہ ہو اور وہ دن رات اللہ کی عبادت میں گزارے اور اس کی اطاعت میں کسی قسم کی کمی نہ چھوڑے تو پھر بھی اس رات کی عبادت کو فضیلت حاصل ہے۔ عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایسی اطاعت اور یاد ہے کہ جس میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو کیونکہ اگر عبادت میں اللہ کی رضا کے علاوہ کوئی اور مقصد پیش نظر رکھ لیا تو عبادت کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اور ایسی عبادت کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔

پھر عبادت میں ریاکاری سے بھی پرہیز کرنی چاہیے یعنی خالصتہً رضائے الٰہی پر مبنی عبادت کو افضل عبادت کہا گیا ہے۔ افضل اور بہتر اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ ایک ہزار مہینہ کوئی عبادت کرے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اسے اپنی عنایات

اور رحمتوں سے نوزے گا اور موت کے بعد اسے جنت عطا کی جائے گی اور دوزخ سے اسے بچا لیا جائے گا۔ یہ تمام اجر اس عبادت کا ہے جو اس نے ایک ہزار مہینہ میں انجام دی، چنانچہ شب قدر کی عبادت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا معاوضہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک ہزار مہینہ کی عبادت کا اجر ہے بلکہ شبِ قدر کا نیک عمل ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو۔

۳۔ نزولِ ملائکہ

اس رات کی فضیلت کی تیسری وجہ ملائکہ کا نزول ہے ارشادِ باری ہے:

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ"

یعنی ملائکہ انسانوں کے پاس آتے ہیں اور پھر ملائکہ کے ساتھ ملائکہ کے سردار حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی تشریف لاتے ہیں۔

ملائکہ کا نزول انسان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات میں سے ہے کیونکہ ملائکہ نوری مخلوق ہیں اور خطا و معصیت سے پاک ہیں۔ اس لیے ان کا انسانوں کے پاس آنا روحانیت اور سعادت مندی کی علامت ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو دنیا کے رنگ و بُو سے علیحدہ کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ اور وہ اللہ کو بہت اچھا لگتا ہے چنانچہ اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی نوری مخلوق کو اس کے پاس بھیجتا ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ نزولِ ملائکہ کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کی عبادت اور طاعتِ خداوندی میں خوب جد و جہد ملاحظہ کریں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے اس پر کہا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خونریزی کرے گی۔ شب قدر میں اللہ انھیں بھیجتے ہیں کہ جاؤ دیکھو جن کے بارے میں تم نے یہ کہا تھا وہ کیا کر رہے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں فرشتوں کا یہ قول مذکور ہے کہ "ہم آپ کے رب کی اجازت کے بغیر نہیں اترتے" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے زمین پر اترنے کے مامور ہیں بذاتِ خود نہیں اترتے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انھیں صالحین سے کوئی خاص محبت اور لگاؤ نہیں ہے لیکن سورۃ القدر میں جو آیا ہے کہ اپنے رب کی اجازت سے اترتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے پروردگار سے زمین پر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور جب اجازت ملتی ہے تو زمین پر آتے ہیں۔ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انھیں صالحین سے محبت اور لگاؤ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے وعدہ فرمایا ہے کہ جنت میں ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے اور انھیں سلام کریں گے اس کا نقشہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دکھانا چاہتے ہیں۔ گویا فرماتے ہیں کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول رہے تو تم پر فرشتے نازل ہو کر تمھارے پاس سلام کرنے اور زیارت کرنے کی غرض سے آئیں گے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کی فضیلت کو زمین میں اپنی طاعت و بندگی کے اندر مشغول رہتے ہیں رکھا ہے۔ چنانچہ فرشتے اس رات زمین پر اس لیے اترتے ہیں کہ ان کی طاعت و بندگی کا ثواب بھی بڑھ جائے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ اس نیت سے جائے کہ اسے اپنی اطاعت و بندگی کا اجر زیادہ ملے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اکابر علماء و زہاد موجود ہوں تو وہ ان کی موجودگی میں طاعت و عبادت بہتر طریقے سے کرتا ہے بہ نسبت خلوت میں عبادت کرنے کے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقربین کو نازل فرمایا تاکہ عبادت گزار انسان ان کی موجودگی کا احساس کر کے اور زیادہ اچھے طریقے سے عبادت کرے۔

احادیث میں فرشتوں کے زمین پہ آنے کے بارے میں جو روایات ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ کُبْکُبَۃٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِہِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِہِمْ بَاہٰی اللّٰہُ بِہِمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ فَقَالَ یَا مَلَائِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُہٗ قَالَ مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْہِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَاءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّہُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جناب جبریلؑ ملائکہ کے جلو میں آتے ہیں اور ہر اس بندے کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھے ہوئے اللہ کی عبادت میں ہوتا ہے اور جب بندوں کی عید یا افطار کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بڑے فخر و ناز سے فرماتا ہے اے فرشتو! اس مزدور کے لیے کیا ہے جو اپنا کام مکمل کرتا ہے؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب کریم! اس کا صلہ پوری مزدوری ہے جو اس کو ادا کی جائے۔ تب رب کریم فرماتا ہے کہ میرے بندوں اور بندیوں نے اپنے اوپر لازم عمل (فریضہ) کو پورا کر لیا اور اب وہ مجھے پکارتے اور دعا کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے ہیں میری عزت و جلال، کرم اور علوِ مرتبت کی قسم! میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ اس وقت اللہ فرماتا ہے۔ واپس ہو جاؤ میں نے تمھیں بخش دیا ہے تمھارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس بات کو نقل کرتے ہوئے نبی علیہ السلام

مَغْفُوْرًا لَّهٗ۔ نے فرمایا کہ جب یہ لوگ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں

ہے۔ تو ان کے گناہ بخشے جا چکے ہوتے ہیں۔ (بیہقی)

حضرت امام ابن ابی حاتم رحمۃ اپنی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلہ پر ہے اس کی بلندی جنت میں ہے اور اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اور اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کی ہر شاخ پر بے شمار فرشتے ہیں۔ ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو۔ اس درخت کے بالکل درمیان میں حضرت جبریل علیہ السلام کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریلؑ کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبریلؑ! لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ۔ یہ کُل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لیے رحم کے جذبات موجزن ہیں۔ سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبریلؑ کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں۔ تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور تمام مومن مردوں کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، ہاں گرجا گھر، مندر میں، آتش کدے اور بت خانے میں، غرض جن مقامات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کی پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا بیوی ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں۔ باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں، دل نرم پڑ جائیں۔

آنکھیں نہ نکلیں۔ اس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس وقت میرا ہاتھ حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔

جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔ اس کے پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے۔ تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ اے ابو اسحٰق! جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے؟ اس پر فرمایا کہ یہ تو نکلے گا ہی اس کے منہ سے جو سچائی سے اس کا کہنے والا ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ لیلۃ القدر کافر و منافق پر تو آتی بھاری پڑتی ہے کہ گویا اس کی پیٹھ پر پہاڑ آپڑا۔ غرضیکہ فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبریلؑ چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں۔ بالخصوص ان دو سبز پروں کو جنھیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعاعیں جاتی رہتی ہیں۔ پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں۔ پس فرشتوں کا نور اور جبریل علیہ السلام کے پروں کا نور مل کر سورج کو ماند کر دیتا ہے۔ اس دن سورج متحیر رہ جاتا ہے۔ حضرت جبریلؑ اور یہ سارے کے سارے بے شمار فرشتے اس دن آسمان و زمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے رحمت کی دعائیں مانگنے میں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گزار دیتے ہیں۔ نیک نیتی کے ساتھ روزہ رکھنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر خدا نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عمدگی کے ساتھ پورے کریں گے۔ یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ شام کو آسمان دنیا پر چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ

وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کو امسال تم نے کس حالت میں پایا تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو وہ بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا۔ پس یہ فرشتے اس پہلے شخص کے لیے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کر دیتے ہیں اور اس دوسرے شخص کے لیے دعائیں مانگنی شروع کر دیتے ہیں اور یہ فرشتے انھیں سناتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کو ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں۔ غرضیکہ ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو میرا بھی تم پر حق ہے۔ میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو خدا تعالیٰ سے محبت رکھیں ذرا مجھے تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد و عورت کا نام مع ولدیت کے بتلاتے ہیں۔ پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر۔ چنانچہ سدرۃ المنتہیٰ اس سے ذکر کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ کہتی ہے کہ خدا کی رحمت ہو فلاں مرد پر اور فلاں عورت پر۔ خدایا انھیں جلدی مجھ سے ملا۔

حضرت جبریل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ انھیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار! میں نے تیرے فلاں فلاں بندے کو سجدے میں پایا تو انھیں بخش۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے انھیں بخشا۔ حضرت جبریل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں۔ پھر سب کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی۔ یہ

حضرت جبریلؑ خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ! فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا تھا لیکن امسال تو بدعتوں میں پڑ گیا ہے اور تیرے احکام سے روگردانی کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے جبریلؑ! اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کرے گا تو میں اسے بخش دوں گا۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ خدایا تیرے ہی لیے سب تعریفیں سزاوار ہیں، الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں پر تیری مہربانی خود ان کی اپنی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی چیزیں اور پردے اور آسمان جنبش میں آجاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اس کی نیت یہ بھی ہو کہ رمضان کے بعد بھی گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر سوال وجواب کے اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوگا (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

وَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَاْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَى الْاَرْضِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيَرْكُزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِّنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا۔

جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے۔ اور وہ حسب الحکم فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین کی طرف اترتے ہیں ان کے پاس سبز پرچم ہوتا ہے جسے وہ کعبے کی چھت پر نصب کر دیتے ہیں۔ حضرت جبریلؑ کے سو پر ہیں جن میں سے وہ دو پر صرف اسی رات پھیلاتے ہیں جو مشرق اور مغرب سے آگے تک تجاوز کر جاتے ہیں۔ حضرت

فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَيَبْعَثُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلٰئِكَةَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِي جِبْرِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِي حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ وَغَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَّعَاقٌّ وَّالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَّمُشَاحِنٌ۔ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُشَاحِنُ؟ قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ۔

جبریل امین فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ امت مسلمہ میں پھیل جاؤ تو فرشتے ہر نمازی عبادت گزار اور ذکر الٰہی کرنے والے کو سلام کرتے ہیں خواہ وہ بیٹھا ہو یا کھڑا اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور دعا کے وقت ان کے ساتھ آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ پھر جب صبح ہو جاتی ہے تو جبریل امین فرشتوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ بس اب چلو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے جبریلؑ! اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے مومنوں کی حاجتوں کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ جبریل امین جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نظر رحمت سے سرفراز فرمایا ہے اور انھیں معاف کر دیا ہے اور بخش دیا ہے۔ سوائے چار شخصوں کے صحابہ کرام رضؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ چار اشخاص کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عادی شراب خور، والدین کا نافرمان، رشتے ناطے توڑنے والا اور مشاحن۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشاحن کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جو مصارم ہو یعنی دل میں بغض رکھتا ہو۔

(غنیۃ الطالبین)

شب قدر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمانی فرشتوں کا زمین پر تشریف لانا بعید از عقل نہیں کیونکہ قرآن کے بیان کے مطابق ہر وقت انسان کا اعمالنامہ لکھنے والے فرشتے بھی تو انسان کے ساتھ رہتے ہیں لیکن طبعی آنکھ سے نظر نہیں آتے۔ ایسے ہی شب قدر میں انسانوں کی قدردانی کے لیے آسمانوں کے ملائکہ اللہ کے ان نیک اور صالحین کے پاس آتے ہیں جو یادِ الٰہی میں محو ہوتے ہیں بعض صالحین اپنی باطنی یا طبعی آنکھ سے انھیں دیکھ لیتے ہیں اور بعض کو بالکل نظر نہیں آتے لیکن اللہ جسے چاہے ملائکہ دکھا دیتا ہے۔ ملائکہ کے اجسام چونکہ نورانی اور لطیف ہیں اس لیے عوام الناس کو طبعی آنکھوں سے نظر نہیں آسکتے لیکن ایسے عارف جنھیں معرفتِ الٰہیہ حاصل ہوتی ہے وہ اپنی روحانی آنکھ اور بصیرت سے انھیں بخوبی دیکھ سکتے ہیں " باذن اللہ "

طلوعِ فجر تک سلامتی

سورۂ قدر کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ "

(طلوعِ فجر تک یہ رات امن و سلامتی ہے۔

اللہ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ شب قدر کی فضیلت کی ایک وجہ "سلامؔ" ہے جو کہ اس رات طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے "سلامؔ" کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے کافی وسعت رکھتا ہے۔ عام مفسرین "سلام" سے سلامتی مراد لیتے ہیں۔ عُرفِ عام میں سلامتی کا مطلب یہ ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، بخشش اور مغفرت کا عام نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مانگنے والوں کو ان تمام عنایات سے سرفراز کرتا ہے جن کے حصول کے بعد انسان امن اور سلامتی سے زندگی بسر کرتا ہے یعنی جو رزق کی کشادگی مانگتا ہے اس کا رزق فراخ کیا جاتا ہے اولاد طلب کرنے والوں کو اولاد مل جاتی ہے۔ گناہوں سے معافی مانگنے والوں کو معافی دی جاتی ہے۔

اللہ کے خاص بندوں یعنی صوفی، فقیر، درویش، عالم باعمل، زاہد اور عابد کے

مراتب بلند ہوتے ہیں اور یہ لوگ ایسے موقعوں کو ضائع نہیں کرتے اور اللہ سے خاص اپنی بخشش اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں، خاص کر آدھی رات کے بعد اس رات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سے فیض عام جاری ہوتا ہے اور ایسے موقع پر مانگنے والے کبھی خالی نہیں رہتے۔

سلامتی کا مقصد صرف امن و امان اور خیر و عافیت بھی ہے او خاص رات میں حقیقتاً امن و سکون ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے کا کام شیطانی قوت کا ہے اور وہ رمضان المبارک میں جکڑی ہوتی ہے اس لیے اس رات میں امن اور سلامتی ہی ہے۔ لیکن بعض لوگ اس امن و سلامتی پر اعتراض کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں پھر برائیاں کیوں ہوتی ہیں، چوری اور فتنہ و فساد کیوں ہوتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بدخصلت انسان ہی بُرے کام کرتے ہیں اور انسانوں کے اپنے فعل ہیں۔ البتہ قدرت کی طرف سے اس رات میں کسی شخص پر کوئی عذاب یا سزا وغیرہ نہیں دی جاتی۔ بلکہ اللہ کی طرف سے چار سُو سلامتی اور رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

"سلام"، کا دوسرا مطلب سلام کہنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جب زمین پر آتے ہیں تو وہ اللہ کے نیک اور عبادت گزار لوگوں کو سلام کہتے ہیں۔ یہ انسان کی سعادت مندی ہے کہ نوری مخلوق یعنی ملائکہ انسان کو سلام پیش کریں۔ لیکن ان کے سلام کا جواب وہی لوگ دیتے ہیں جن کا باطن روشن ہوتا ہے اور انھیں ملائکہ نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح ملائکہ کا سلام کہنا بھی اس رات کے فضائل میں سے ہے۔

تعیّنِ شبِ قدر

شبِ قدر کے بارے میں کوئی تعین نہیں کہ یہ فلاں رات ہوتی ہے اس کے تعین کے بارے میں مفسرین کی آرا حسبِ ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ رات سال بھر کی تمام راتوں میں سے ایک ہے اور یہ سال بھر میں کبھی کوئی رات ہوتی ہے اور کبھی کوئی رات ہوتی ہے جو شخص سال بھر اس کا متلاشی ہو وہ اسے پا سکتا ہے دوسرا نہیں پا سکتا۔ واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول میں کیا مصلحت ہے کہ انھوں نے نص قرآنی کی صراحت کے باوجود شب قدر کو رمضان المبارک کے علاوہ دوسری راتوں میں سے کوئی رات قرار دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے پیش نظر یہ خیال ہو کہ لوگ شب قدر کی تلاش میں سارا سال عبادت اور شب بیداری کریں۔
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے کہ شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے۔

رمضان المبارک میں شب قدر

حضرت عبداللہ رضؓ کے قول کے بالکل برعکس قرآن وحدیث کی روشنی کے تحت شب قدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے۔ قرآن پاک سے شب قدر کے رمضان المبارک میں ہونے کی دلیل یہ ملتی ہے کہ ارشاد باری ہے کہ "قرآن پاک کو ہم نے رمضان المبارک میں اتارا" پھر اس نزول قرآن کے بارے میں ارشاد ہے کہ "اسے ہم نے بیشک شب قدر میں نازل فرمایا" اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک میں کوئی ایسا وقت ہے جب نزول قرآن ہوا۔ اس میں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر ماہ رمضان کوئی ایک رات ہے۔
شب قدر کے رمضان المبارک میں ہونے کے بارے میں حدیث سے اس طرح استدلال ہوتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے آخری دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ "لوگو! تم پر ایک مہینہ سایہ فگن ہے جو بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے فرض کیے ہیں۔" یہ ایک طویل حدیث کا اقتباس ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شب پورے

رمضان المبارک میں کوئی رات ایک ہوتی ہے۔ اسی کے متعلق ایک اور حدیث یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ ٭

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے پاس رمضان کا مہینہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینہ کے روزے فرض فرمائے۔ اس ماہ میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے اس مہینہ میں ایک شب ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جو اس شب کی بھلائیوں سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا۔ (احمد۔ نسائی)

پھر آپؐ نے رمضان میں ایک موقعہ پر فرمایا کہ یہ مہینہ تمھارے پاس آگیا ایک باعظمت اور برکت والا مہینہ۔ ایسا مہینہ کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک اور موقعہ پر آپؐ نے فرمایا کہ تمھارے پاس ایک باعظمت اور برکت والا ایسا مہینہ آگیا کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

ان تمام دلائل سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مندرجہ بالا بیان رمضان المبارک میں شبِ قدر ہونے کے خلاف ہے مگر قرآن و حدیث سے صراحتہً یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے۔

شب قدر آخری عشرے میں

شب قدر کے رمضان میں ہونے کے تعین کے بعد احادیث کی روشنی میں

یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔ رمضان کے اکیسویں روزے سے لے کر ۲۹ ویں یا ۳۰ ویں روزے تک کے دنوں کو آخری عشرہ کہا جاتا ہے۔ عشرہ عربی میں دس کے لیے بولا جاتا ہے لہذا رمضان کے آخری روزوں کو آخری عشرہ کا نام دے دیا گیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ؞

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری شریف)

آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ویں راتوں میں کرنا چاہیے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ؞

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے اور فرماتے کہ شب قدر کو آخری عشرہ رمضان میں تلاش کرو۔

(بخاری شریف)

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا رمضان کے پہلے عشرے کا

مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعِیْ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اُنْسِیْتُهَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَطِیْنٍ مِنْ صَبِیْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ مِنْ صَبِیْحَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ فِی الْمَعْنٰی وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ اِلٰی قَوْلِهٖ

اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف چھوٹے خیمہ میں کیا۔ اس اعتکاف کے دوران سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا تو میں لیلۃ القدر کو تلاش کرتا رہا۔ پھر میں نے دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا تو مجھ سے ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ لیلۃ القدر تو رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اب جو میری سنت کے اتباع میں اعتکاف کا ارادہ رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات خواب میں دکھائی گئی ہے لیکن بعد میں اس کا خیال میرے ذہن سے محو کر دیا گیا اور صبح کو میں نے دیکھا کہ میں گیلی کیچڑ جیسی زمین میں محو سجدہ ہوں لہذا تم اس (لیلۃ القدر) کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت بارش ہوئی تھی اور مسجد نبوی کی کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چھت کے ٹپکنے کی وجہ سے فرش پر کیچڑ ہوئی تھی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پانی اور مٹی کا اثر دیکھا تھا اور یہ اکیسویں تاریخ کی صبح تھی۔ امام مسلم کی روایت میں صرف عشر اواخر تک کا ذکر ہے اور مکمل متن حدیث امام بخاری سے منقول

فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْبَاقِيْ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ ۞

ہے اور جناب عبداللہ بن انیس کی روایت میں یہ تذکرہ ۲۳ ویں رات کا ہے۔

(بخاری شریف)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ ۞

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحابؓ نے خواب میں شب قدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں دیکھا اس سلسلہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے خوابوں میں مماثلت دیکھتا ہوں۔ تم میں سے شب قدر کا متلاشی شب قدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

(مسلم شریف)

اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آخری سات راتوں سے وہ راتیں مراد ہوں جو بیس کے فوراً بعد ہیں یعنی اکیسویں شب سے ستائیسویں شب تک۔ یا سب سے آخری سات راتیں مراد ہوں یعنی تیئسویں شب سے انتیسویں شب تک۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ تَاسِعَةٍ تَبْقٰى فِيْ سَابِعَةٍ تَبْقٰى فِيْ خَامِسَةٍ تَبْقٰى ۞

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بالخصوص) ۲۵ ویں، ۲۰ ویں اور ۲۹ ویں راتوں میں۔

(بخاری)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ ۞

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کے بارے میں بتائیں۔ دو مسلمان آپس میں جھگڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں شب قدر کے بارے میں بتلانے آیا تھا لیکن فلاں فلاں آپس میں جھگڑ پڑے اس لیے اس کا علم مجھ سے اٹھا لیا گیا۔ شاید اس میں تمہاری بھلائی ہو۔ اس لیے اسے (آخری عشرے کی) نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں ڈھونڈو۔

ستائیسویں رات بحیثیت شب قدر

ائمہ مجتہدین کے ایک گروہ نے اپنے خیال کے مطابق رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیا اور ان کے خیال کے مطابق ہر سال ستائیسویں رات ہی شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب ستائیسویں شب کو یقینا شب قدر کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی اسی کے قائل تھے اور فرماتے ہیں کہ زیادہ باوثوق ستائیسویں شب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل تھے۔ اکثر مفسرین اور علماء کرام بھی اسی پر اتفاق رائے کرتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے حامی تھے۔

ستائیسویں رات کو ویسے بھی آخری راتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس رات کو اکثر مساجد میں تراویحوں میں قرآن پاک مکمل ہونے پر ختم شریف ہوتا ہے بنا بریں یہ رات "جشن قرآن" کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ اور اس رات

مساجد میں بھی خوب رونق ہوتی ہے اور لوگ جوق در جوق آکر عبادت کرتے ہیں۔ اس لیے ستائیسویں کی فضیلت زیادہ ہے۔

میرے خیال کے مطابق شب قدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل کر آتی ہے لیکن زیادہ تر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے کیونکہ اس رات کو عموماً جشن قرآن منایا جاتا ہے اور اسی رات کا شب قدر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ يَقُولُ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا أَنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُولُ ذٰلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر راتوں کو قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے وہ جانتے ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے اور یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے۔ پھر اس بات پر حضرت ابی بن کعب نے قسم کھائی۔ میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا جواب دیا کہ ان نشانیوں کو دیکھنے سے جو ہم کو بتائی گئی ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں کے بغیر نکلتا ہے اور روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے۔ آپ نے اس پر انشاء اللہ بھی نہیں فرمایا اور پختہ

أَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا۔

قسم کھائی پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کونسی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یہ ستائیسویں رات ہے اس کی صبح کو سورج سفید رنگ نکلتا ہے اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی ۔ (مسلم شریف)

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ (ابوداؤد)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ وَعِنْدَهُ أَصْحَابُهُ فَسَأَلَهُمْ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وِتْرًا أَيَّ لَيْلَةٍ تَرَوْنَهَا؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ - وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْلَةَ سَبْعٍ فَقَالُوا وَأَنَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں دیگر صحابہ کرامؓ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو" کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے وہ کونسی رات ہو سکتی ہے؟ کسی نے کہا اکیسویں کسی نے کہا تئیسویں، کسی نے کہا پچیسویں، کسی نے کہا ستائیسویں۔ میں خاموش بیٹھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھئی تم بھی کچھ

سَاكِتٌ فَقَالَ مَالَكَ لَا تَكَلَّمُ
فَقُلْتُ إِنَّكَ أَمَرْتَنِي أَلَّا
أَتَكَلَّمَ حَتَّى يَتَكَلَّمُوا فَقَالَ
مَا أَرْسَلْتُ إِلَيْكَ إِلَّا لِتَكَلَّمَ
فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللهَ
يَذْكُرُ السَّبْعَ فَذَكَرَ سَبْعَ
سَمٰوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ
مِثْلَهُنَّ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ
سَبْعٍ وَنَبْتُ الْأَرْضِ سَبْعٌ
فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا أَخْبَرْتَنِي
مَا أَعْلَمُ أَرَأَيْتَ مَا لَا
أَعْلَمُ قَوْلَكَ نَبْتُ الْأَرْضِ
سَبْعٌ قَالَ قُلْتُ قَالَ اللهُ
عَزَّوَجَلَّ إِنَّا شَقَقْنَا الْأَرْضَ
شَقًّا ـ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا
حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَ
زَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ
غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا
قُلْتُ فَالْحَدَائِقُ غُلْبٌ
الْحِيطَانُ مِنَ النَّخْلِ
وَالشَّجَرِ وَفَاكِهَةٍ وَ
أَبًّا فَالْأَبُّ مَا أَنْبَتَتِ
الْأَرْضُ مِمَّا يَأْكُلُ الدَّوَابُّ

بولو۔ میں نے عرض کیا کہ جناب ہی نے فرمایا تھا
کہ جب یہ بولیں تو تم نہ بولنا۔ آپ نے فرمایا
بھئی تمھیں تو اسی لیے بلوایا گیا ہے کہ تم بھی
کچھ بولو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کا ذکر فرمایا
ہے۔ چنانچہ سات آسمان پیدا فرمائے۔
سات زمینیں پیدا فرمائیں۔ انسان کی تخلیق
سات درجات میں فرمائی۔ انسان کی غذا
زمین سے سات چیزیں پیدا فرمائیں (اس
لیے میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ شب قدر
ستائیسویں شب ہوگی) حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے فرمایا جو چیزیں تم نے ذکر کی ہیں ان
کا تو ہمیں بھی علم ہے۔ یہ بتلاؤ یہ جو تم کہہ
رہے ہو کہ انسان کی غذا زمین سے سات
چیزیں پیدا فرمائیں وہ کیا ہیں؟ میں نے
عرض کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد
میں موجود ہیں: (ترجمہ) ہم نے عجیب طور پر
زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور
انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور
گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا۔
میں نے عرض کیا کہ حدائق سے مراد کھجوروں
درختوں اور میووں کے گنجان باغ ہیں اور
آب سے مراد زمین سے نکلنے والا چارہ ہے

وَالْاَنْعَامُ، يَاكُلُهُ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ لِاَصْحَابِهٖ اَعَجَزْتُمْ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِىْ لَمْ تَجْتَمِعْ شُؤُنُ رَاْسِهٖ۔ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَرَى الْقَوْلَ كَمَا قُلْتَ۔

جو جانور کھاتے ہیں انسان نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم سے وہ بات نہ ہو سکی جو اس بچے نے کہہ دی جس کے سر کے بال بھی ابھی مکمل نہیں ہوئے۔ بخدا میرا بھی یہی خیال ہے جو یہ کہہ رہا ہے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ کرام اپنے اپنے خواب آخری عشرہ (رمضان) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے اس پر حضور نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے خواب ستائیسویں شب کے متعلق متواتر ہیں اس لیے جو شخص شب قدر کی جستجو کرے وہ ستائیسویں رات کو کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے طاق عددوں پر تو سات سے زیادہ کسی طاق عدد کو لائق اعتماد نہیں پایا پھر جب سات کے عدد پر غور کیا تو آسمانوں کو بھی سات، زمین کو بھی سات، رات کو بھی سات۔ دریا بھی سات، صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی سات بار ہے۔ خانہ کعبہ کا طواف بھی سات بار ہے۔ رمی جمار بھی سات ہے۔ انسان کی تخلیق بھی سات اعضا سے ہے اس کے چہرے میں بھی سات سوراخ ہیں۔ قرآن مجید میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں۔ سورت الحمد کی آیات سات ہیں قرآن پاک کی قرائتیں سات ہیں نیز منزلیں بھی سات ہیں، سجدہ بھی سات اعضاء سے ہوتا ہے۔ جہنم کے دروازے سات ہیں، جہنم کے نام سات اور اس کے درجے بھی سات ہیں، اصحاب کہف سات تھے۔ سات دن کی مسلسل اور لگاتار آندھی سے قوم عاد ہلاک ہو گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام سات سال جیل خانہ میں رہے بادشاہ (مصر) نے خواب میں جو گائیں دیکھی تھیں وہ سات تھیں، قحط کے بھی سات

سال تھے اور ارزانی کے بھی سات سال، پنجگانہ نماز کے فرائض کی رکعتیں سترہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ" (جب حج سے فارغ ہو کر لوٹو تو سات روزے رکھو) نسبی عورتیں بھی سات ہی ہیں جو حرام ہیں اور سسرالی عورتیں بھی سات حرام ہیں۔ کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب اس کو سات بار پاک کرنے کا حکم ہے جس میں پہلی بار مٹی سے مانجھنا ہے۔ سورۃ القدر کے آغاز سے لفظ سلام تک حروف کی تعداد ۲۷ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی آزمائش میں سات سال مبتلا رہے حضرت ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ میں سات سال کی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمایا۔ سردی کے آخری دن سات ہیں۔ تین دن شباط (پھاگن) کے اور چار دن آذر (چیت) کے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہداء سات طرح کے ہیں (۱) راہِ خدا (جہاد) میں مارا جانے والا (۲) طاعون سے مرنے والا (۳) سل کے مرض میں مرنے والا (۴) ڈوب کر مر جانے والا (۵) جل کر مر جانے والا (۶) پیٹ کے مرض (ہیضہ) سے مرنے والا (۷) وضع حمل میں مرنے والی عورت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طول اس زمانے کے سات گز کے برابر تھا اور آپؑ کے عصا کا طول بھی سات گز تھا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اکثر چیزیں سات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ فرما کر بندوں کو آگاہ کر دیا کہ شبِ قدر ستائیسویں شب ہے کہ اس میں سات کا ہندسہ شامل ہے۔ اسی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شبِ قدر ستائیسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

شبِ قدر کے غیر معیّن ہونے کی وجہ

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قطعی اور یقینی طور سے شبِ قدر کو کیوں نہیں بتایا (کہ وہ کونسی رات ہے) جس طرح شبِ جمعہ کی اطلاع تعین کے ساتھ فرما دی ہے اس کا جواب ان کو یہ دیا جائیگا

کہ عدم تعین کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس بات پر اعتماد نہ کر بیٹھیں کہ ہم ایسی رات میں عبادت کر چکے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اللہ نے ہماری مغفرت کر دی۔ ہم کو بارگاہ الہی سے بڑے بڑے مراتب حاصل ہو گئے۔ جنت مل چکی۔ یہ خیال کر کے وہ عمل سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں گے اور امید میں پھنس کر رہ جائیں گے جس کا نتیجہ بربادی ہوگا۔ شب قدر کے تعین سے مطلع نہ کرنے کی یہی وجہ ہے جو موت کے وقت سے مطلع نہ کرنے کی ہے تاکہ اپنی موت کا وقت جاننے والا یہ نہ کہنے لگے کہ ابھی تو میری عمر بہت پڑی ہے دنیا میں ابھی تو عیش کر لوں۔ لذتیں اور خواہشیں پوری کر لوں۔ جب زندگی کے خاتمہ کا وقت آئے گا تو اس وقت توبہ کر لوں گا اور عبادت میں مشغول ہو جاؤں گا اور نیکوکاروں کی حالت میں میرا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے مرنے کا وقت پوشیدہ رکھا تاکہ ان کو ہمیشہ موت کا دھڑکا لگا رہے اور نیک عمل میں مصروف رہیں، ہمیشہ توبہ کرتے رہیں اور اعمال کی اصلاح میں مشغول رہیں اور ان پر موت اس حال میں آئے کہ وہ نیکی پر قائم ہوں۔ اس طرح دنیا میں بھی وہ جائز لذتوں سے محظوظ ہوں اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت کے باعث عذاب سے بچ جائیں۔

ایک مقولہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے اندر چھپا رکھا ہے بندہ کی طاعت میں اپنی رضا کو، بندہ کی نافرمانیوں میں اپنے غضب کو، درمیانی نماز کو دوسری نمازوں میں، مخلوق میں اپنے اولیاء کو اور ماہ رمضان میں شب قدر کو۔ (غنیۃ الطالبین)

شب قدر کی علامات

شب قدر صاف شفاف، چمکدار اور کھلی ہوتی ہے اس رات میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ سردی۔ بلکہ یہ رات موسم بہار کی راتوں کی مانند ہوتی ہے معتدل اور خوشگوار فضا ہوتی ہے۔ اس رات میں شہاب ثاقب نہیں ٹوٹتے۔ رات کے پچھلے پہر تو بے حد کیف و سرور ہوتا ہے۔ آسمانوں کی طرف دیکھنے سے نور زمین کی

طرف آتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی علامت ہے کہ شبِ قدر کے بعد والی صبح کو سورج میں تیزی نہیں ہوتی۔

عن عبادۃ بن الصامت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لیلۃ القدر فی
العشر البواقی من قامہن
ابتغاء حسبتہن فان
اللہ تبارک وتعالی یغفر لہ
ما تقدم من ذنبہ وما
تاخر وہی لیلۃ وتر
تسع او سبع او خامسۃ
او ثالثۃ او اخر لیلۃ و
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان امارۃ لیلۃ
القدر انہا صافیۃ بلجۃ
کان فیہا قمرا ساطعا
ساکنۃ ساجیۃ لا برد
فیہا ولا حر ولا یحل
لکوکب ان یرمی بہ فیہا
حتی تصبح وان امارتہا
ان الشمس صبیحتہا تخرج
مستویۃ لیس لہا شعاع
مثل القمر لیلۃ البدر

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر رمضان کے آخری
عشرے میں ہوتی ہے جو اس عشرے میں
ثواب کی نیت سے کھڑا ہوتا ہے، اللہ
تبارک وتعالیٰ اس کے اگلے پچھلے سارے
گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ یہ طاق راتوں
میں ہوتی ہے یعنی ۲۹ ویں یا ۲۷ ویں یا
۲۵ ویں یا ۲۳ ویں کو یا آخری رات کو۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اس رات کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ
وہ چمکدار اور کھلی ہوتی ہے۔ صاف و
شفاف، گویا کہ اس میں چاند واضح ہوتا
ہے۔ معتدل ہوتی ہے نہ سرد نہ گرم۔ اس
رات میں صبح تک آسمان کے ستارے
شیاطین کو نہیں مارے جاتے اور اس کی
نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے
بعد کی صبح کو آفتاب شعاعوں کی تیزی کے
بغیر طلوع ہوتا ہے اور اس طرح ہوتا ہے
جیسا کہ چودھویں کا چاند۔ شیطان کے لیے
روا نہیں کہ اس دن کے سورج کے ساتھ

وَلَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ اَنْ
يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ ۔ (مسند امام احمد)

اس رات رحمتِ خداوندی کا دنیا والوں پر اتنا نزول ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور ایسی رات میں اہلِ ایمان کا دل عبادت کرنے کو خواہ مخواہ کرتا ہے۔ ان کی طبیعت قدرتی طور پہ عبادت کی طرف کچھ زیادہ ہی راغب ہوتی ہے۔

بعض بزرگوں نے رمضان کی ۲۷ ویں شب میں سمندر کا پانی چکھا تو میٹھا معلوم ہوا بعض بزرگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز سجدہ ریز ہوتی ہے یہاں تک کہ درخت بھی اس رات میں سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آجاتے ہیں مگر عام لوگوں کی نسبت اہلِ نظر کو شبِ قدر کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ دراصل اس رات کا مزہ اور سرور الفاظ میں کیسے بیان کیا جاسکتا ہے کیونکہ جو بات انسان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں آتی ہے وہ اوراق میں کیسے پیدا کی جاسکتی ہے۔

اس رات کو عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے کیونکہ نماز باجماعت ادا کرنے کا جو ثواب ہے وہ شب بیداری سے زیادہ ہے اس لیے پہلے نماز بعد میں شب بیداری کا مقام ہے اور اسی پر عمل کرنا بہتر ہے۔

عارفین اور اولیاء کرام کو اللہ کی رحمت سے یہ رات معلوم ہوجاتی ہے کیونکہ اس رات کو وہ اپنی باطنی نگاہ سے عرشِ معلّی سے ایک قسم کے نور کا ظہور دیکھتے ہیں جو آسمانوں اور دنیا والوں پر ظاہر ہوتا ہے جو عام راتوں میں نہیں ہوتا صرف شبِ قدر میں نازل ہوتا ہے۔ اللہ کی اس رحمت کے ظہور سے انھیں شبِ قدر کا علم ہوجاتا ہے اس کے علاوہ شبِ قدر میں زمین پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور انھیں اپنی باطنی نگاہ سے جب ملائکہ نظر آتے ہیں تو اس سے بھی شبِ قدر کا علم ہوجاتا ہے۔ باقی جنھیں اللہ تعالیٰ شبِ قدر کے بارے میں بتانا چاہے بتا دیتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کا بن گیا اللہ اس کا بن جاتا ہے اور ان کی

ہر رات ہی مثل شب قدر ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے شب قدر دیکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک خاص قسم کی روشنی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کا ظہور صرف ان لوگوں پر واضح ہوتا ہے جن پر اللہ کرنا چاہے ورنہ ساتھ بیٹھے ہوئے دو انسانوں میں سے ایک اس رات پا جاتا ہے اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے اور وہ جلوہ نہیں دیکھ پاتا

تلاشِ شبِ قدر

شب قدر تلاش کرنے کا خاص طریقہ اعتکاف ہے رمضان کے آخری عشرہ میں کسی مسجد میں اللہ کو یاد کی غرض سے بیٹھ جائے۔ اعتکاف کا اصل مقصد بھی شب قدر کی تلاش اور کے فیوض و برکات کا حصول ہے کیونکہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر مسجد کے گوشے میں دن رات محو عبادت ہو جانا اعتکاف ہے۔ اعتکاف کی راتوں لامحالہ شب قدر آئے گی۔ اس لیے اعتکاف میں شب بیداری بہت ضروری کیونکہ اللہ کے حضور میں رات کے وقت بیدار ہو کر ذکر و فکر میں مشغول رہنے غفلت کی نیند سونے والے سے ہر حال میں بہتر ہے اس لیے معتکف حضرات خصوصی طور پر اعتکاف کی راتوں میں خصوصاً طاق راتوں میں پچھلے پہر ضرور رہنا چاہیے۔ کیا معلوم اللہ کی رحمت کا جلوہ کب ہو جائے۔ شب قدر کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر سخت محنت کرتے اتنی اور کسی وقت میں نہ کرتے تھے۔

اکثر لوگ اس کی تلاش میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔ اس کتاب میں یہ گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو آخری دس میں تلاش کرو بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں تلاش کرو۔ مگر عوام میں ایک غلط طریقہ رائج ہو چکا ہے کہ وہ لیلۃ القدر کی کے لیے صرف ستائیسویں رات کو ہی عبادت کرنا پسند کرتے ہیں اس کے باقی راتوں میں خصوصی عبادت کا اہتمام نہیں کرتے۔ حالانکہ ابو داؤد طیالسی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر ۲۴ ویں شب ہے اسی طرح لیلۃ القدر کے ۲۱ ویں اور ۲۳ ویں اور ۲۹ ویں میں ہونے کے متعلق بھی احادیث اوپر گزر چکی ہیں لیکن حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ نے شب قدر کے زیادہ تر ستائیسویں رات میں آنے کے قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر کسی نے اس پر حتمی فیصلہ نہیں کیا بلکہ ان کا فرمان ہے کہ یہ رات زیادہ بار ۲۷ ویں رمضان المبارک کی شب میں ہی دہرائی جاتی ہے۔

جبکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شب قدر کو آخری دس راتوں میں خصوصیت کے ساتھ تلاش کرو۔ صرف ستائیسویں شب رمضان ہی شب قدر کو سمجھ لینا اور اس کے علاوہ دیگر آخری عشرہ یا طاق راتوں میں عبادت نہ کرنا سراسر اپنے آپ کو برکاتِ رمضان سے محروم رکھنے والی بات ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیئے کہ آخری عشرہ کی راتوں میں شب بیدار ہو کر شب قدر کو تلاش کریں تاکہ ہم اس رات کی عنایات کو حاصل کر سکیں۔

عباداتِ شبِ قدر

شبِ قدر خصوصاً عبادت اور یادِ الٰہی کی رات ہے اس لیے ہر مسلمان کو اس رات میں ہر کام سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں محو ہو جانا چاہیئے کیونکہ انسانی زندگی کا بھی اصل مقصد تو عبادت ہی ہے۔ اور زندگی میں ایسے مواقع بار بار کہاں میسر آتے ہیں لیکن بیشتر مسلمان شب قدر کی اہمیت کو مدنظر نہیں رکھتے یہ رات بھی غفلت میں گزار دیتے ہیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے محروم رہ جاتے ہیں جو ہزار مہینے کی عبادت سے بھی افضل ہے۔

شبِ قدر میں ہر طرح عبادت شروع کرنے سے پہلے مسلمان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ عبادت کے لیے اس کی نیت کا درست ہونا ضروری ہے نیت کی درستی ایمان کا ایک حصہ ہے کیونکہ نیت کی درستی کے بغیر عبادت کی روح قائم

نہیں ہوتی۔ عبادت صرف رسماً اور عادتاً نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ نیت میں رضائے الٰہی مدنظر ہونی چاہیے۔ یعنی اور کوئی مقصد مثلاً دکھاوا، طمع لالچ وغیرہ نہیں ہونا چاہیے۔

عبادت شروع کرنے سے پہلے جسم اور لباس کا پاکیزہ ہونا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ پاکیزگی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اسی لیے تو طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے لہذا شب قدر میں رات کو غسل کرنا بہت ہی بہتر ہے یعنی شام ہونے ہی نہایا دھویا جائے اور پھر صاف اور پاکیزہ لباس پہن کر مصروف عبادت ہونا چاہیے۔ شب قدر میں مسلمانوں کو جس طرح عبادت کرنی چاہیے اور عبادت کا جو انداز اختیار کرنا چاہیے وہ مندرجہ ذیل ہے:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی عبادت رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے اتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کثرت سے عبادت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپؐ اس عشرے میں عام دنوں کی نسبت بہت زیادہ اللہ کو یاد کرنے اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی کرتے اس لیے آپؐ کی اتباع میں ہمیں بھی رمضان المبارک کے آخری عشرے میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ اسی بات کی ترغیب آپ نے ایک اور صحابی رضؓ کو یوں فرمائی:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ بَادِيَةً	حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں

اَكُوْنُ فِيْهَا وَاَنَا اُصَلِّيْ فِيْهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ اَنْزِلُهَا اِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَنْزِلْ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ ۔ فَقِيْلَ لِاِبْنِهٖ كَيْفَ كَانَ اَبُوْكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ اِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَاِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ ۔

جنگل میں رہتا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے وہیں مصروف عبادت رہتا ہوں آپ مجھے ایک رات بتا دیں تاکہ اس رات میں مسجد میں حاضر ہو جایا کروں۔ تو آپ نے فرمایا تم رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو مسجد میں آیا کرو۔ (راوی کہتے ہیں) جب جناب عبداللہ کے بیٹے سے معلوم کیا گیا کہ تمہارے والد کس طرح عمل کرتے تھے تو انھوں نے بتایا کہ وہ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں آجاتے تھے اور اس کے بعد کسی ضرورت کے علاوہ مسجد سے نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سواری مسجد کے دروازہ پر پاتے اور اس پر بیٹھ کر جنگل چلے جاتے تھے۔ (ابوداؤد)

شب بیداری

شب قدر میں شب بیداری بہترین اعمال میں سے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ تلاش شب قدر کے لیے جاگتے رہتے لہٰذا اس نکتے کے پیش نظر ہمیں بھی جاگنا چاہیئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں خود بھی شب بیدار رہتے اور گھر والوں کو بھی شب بیدار رکھتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوط باندھ لیتے۔ (تیار ہو جاتے) راتوں کو خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے

وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ ٭ (بخاری شریف)

شب بیداری کا سنت طریقہ تو یہی ہے کہ پورا عشرہ راتوں کو جاگا جائے۔ اگر کوئی یوں نہ کر سکے تو طاق راتوں میں شب بیدار رہے۔ اگر کوئی ایسا بھی نہ کر سکے، تو اسے چاہیئے کہ ۲۷ ویں رات کو لازم شب بیدار رہے جو عموماً شب قدر ہوتی ہے۔ جو حضرات اعتکاف میں بیٹھے ہوں ان کے لیے شب بیداری مشکل نہیں انھیں تو لازم چاہیئے کہ پورا اعتکاف شب بیداری میں گزاریں۔ شب بیداری کے لیے مسجد بہتر ہے۔ اگر مسجد میں شب بیداری نہ کر سکیں تو جہاں چاہیں شب بیداری میں مصروف رہیں۔

مسجد میں شب بیداری کا طریقہ یہ ہے کہ شب قدر میں شام کی نماز کے بعد ضروری کام سے فارغ ہو جائے۔ صاف ستھرا لباس پہن کر باوضو ہو کر مسجد میں جائے وہاں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور تراویح کی نماز میں بھی شرکت کرے اس کے بعد جب تراویح اور نماز پڑھ چکے تو مسجد میں کسی ایک مقام پر بیٹھ جائے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائے۔ جب نیند آنے لگے تو دوبارہ وضو کر لے یا اسی مقام پر کھڑا ہو جائے۔ غرضیکہ ہر ممکن طریقے سے نیند نہ آنے دے اور ساری رات یونہی مسجد میں عبادت میں گزار دے۔ سحری کے وقت قریبی مقام یا گھر سے سحری کھالے اور دوبارہ پھر مسجد میں چلا آئے اور وہاں فجر کی نماز باجماعت ادا کرے۔ مسجد میں جتنا وقت بھی گزارے اس میں نفلی اعتکاف کی نیت کر کے بیٹھے، دوران شب بیداری دنیا کی باتیں نہ کرے۔ دنیاوی گفتگو سے عبادت کی لذت اور سرور جاتا رہتا ہے لہٰذا باتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

شب قدر میں شب بیداری کوئی مشکل نہیں بلکہ بڑی پُر کیف ہے کہ انسان اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے اس کی یاد میں بیٹھے۔ شب بیداری میں جو عمل بھی کیا جائے اس میں اخلاص کا ہونا بہت ضروری ہے۔ امت مسلمہ سے بے شمار صوفیاء اور صالحین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اتباعِ سنت میں شب قدر کی تلاش میں شب بیداری

کرتے رہے ہیں لہذا توشہ آخرت جمع کرنے کی غرض سے ہمیں بھی شب قدر میں شب بیداری کرنی چاہیئے کیونکہ شب بیداری کی معمولی سی تکلیف کا اجر بہت زیادہ ہے انسان کو چاہیئے کہ اس رات دنیا داری کے کاموں سے بالکل اپنے آپ کو فارغ رکھے اور اللہ کی یاد میں خود کو مصروف کرے بہتر یہ ہے کہ شب قدر کسی اللہ والے کی صحبت میں گزارے پھر دیکھئے کہ شب بیداری میں کتنی لذت محسوس ہوتی ہے۔

نوافل شب قدر

شب قدر میں جس طرح بھی اور جتنا بھی اللہ کے حضور اپنا عجز و نیاز پیش کیا جائے کم ہے۔ چنانچہ شب قدر میں بیدار رہ کر ہم بھی اسی طرح عبادت کریں جس طرح ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے یعنی کثرت سے نوافل پڑھیں تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے کیونکہ اللہ کو قیام رکوع و سجود بہت پسند ہے اور یہ تینوں باتیں نماز میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا شب قدر کی رات کو عشاء اور فجر کی نماز کی ادائیگی از حد ضروری ہے کیونکہ نفلی عبادت فرضی عبادت کے بعد ہے اور یہ فرضی عبادت کسی حالت میں بھی اس رات کو ترک نہ ہونے دیں۔ اگر یہ نمازیں انسان نہ ادا کرے تو پھر رات بھر جاگنے اور نوافل پڑھنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ ملازم کے ذمہ اس کی ڈیوٹی کی ادائیگی ہو اور وہ ملازم اپنی مقررہ ڈیوٹی تو ادا نہ کرے اور کہے کہ میں اوور ٹائم لگاؤں گا تو مالک کیا کہے گا، کیا خوب! تو اپنا فرض تو پورا نہیں کرتا مگر اوور ٹائم لگانے کو تیار ہے۔ اس لیے پہلے فرائض ادا کریں پھر نوافل کی طرف متوجہ ہوں۔

نوافل پڑھنے کا یوں تو ہر وقت ثواب ہے مگر مبارک راتوں میں نوافل پڑھنے کا اجر و فضیلت عام راتوں کی نسبت بہت زیادہ ہے اور پھر شب قدر جیسی مقدس اور بابرکت رات میں نوافل پڑھنے کا بہت ہی زیادہ ثواب ہے۔ گو اس رات میں نوافل پڑھنا نوافل ہی ہیں مگر فرض نمازوں کے برابر ان کا ثواب ہوتا ہے کیونکہ یہ رات اللہ کی خاص عنایت ہے جس وجہ سے اس میں عبادت کا بہت

زیادہ ثواب ہے۔ شبِ قدر میں نفل پڑھنے کا ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

(بخاری۔ ج ۱)

شب قدر میں اس طرح نوافل ادا کریں کہ سورۂ فاتحہ کے بعد زیادہ سے زیادہ بار سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔ رکوع و سجود کو نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ ادا کیا جائے۔ بندہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں جس قدر خلوص نیت سے ہو سکے نوافل ادا کرے اور اگر ہو سکے تو آنسو بہائے اگر آنکھوں میں آنسو نہ آئیں تو اپنی صورت کو نہایت عاجزانہ بنالیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو کیونکہ جب بندہ اللہ کی بارگاہ میں محبت کے آنسو پیش کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ بندے پر اپنی خصوصی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

یوں تو اس رات نوافل پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں مگر بعض صالحین سے اس رات میں بعض طریقے منقول ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ثواب عظیم ۱ عارفین سے منقول ہے کہ شب قدر میں دو رکعت نفل یوں پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ الم نشرح ایک ایک بار اور سورۂ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھیں۔ نوافل کی تکمیل کے بعد مندرجہ ذیل سورۃ القدر سات مرتبہ پڑھیں ان نوافل کا اجر بے پناہ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ج وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ط

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

نوافل برائے ثواب والدین

تفسیر یعقوب چرخی سے منقول ہے کہ اس رات میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سات مرتبہ پڑھیں۔ نوافل مکمل کرنے کے بعد ستر مرتبہ یہ وظیفہ پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نماز کو پڑھنے والے اپنے مصلے سے نہیں اٹھیں گے کہ اللہ پاک اس کے اور اس کے والدین کے گناہ معاف فرما کر مغفرت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے لیے جنت آراستہ کر دو اور فرمایا کہ وہ جب تک تمام بہشتی نعمتیں اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لے گا اس وقت تک موت نہ آئے گی۔ واسطے مغفرت یہ نماز بہت ہی افضل ہے:

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ"

دو رکعت نوافل

دو رکعت نوافل یوں پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد انا انزلناہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد تین بار پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو شب قدر کا ثواب عطا کرے گا۔ اور اس کے نفل قبول فرمائے گا اور اس کو حضرت ادریس اور حضرت شعیب اور حضرت ایوب اور حضرت داؤد اور حضرت نوح علی نبینا وعلیہم السلام کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس کو جنت میں مشرق سے مغرب تک ایک شہر عطا فرمائے گا۔

گناہوں سے پاکیزگی

چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد انا انزلناہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد ۲۷ بار پڑھے تو یہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کو اللہ کریم جنت میں ہزار محل عطا فرمائے گا۔

عالمِ سکرات میں آسانی

جو کوئی شبِ قدر میں چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ تکاثر ایک بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو سکراتِ موت میں آسانی عطا فرمائے گا۔ نیز عذابِ قبر سے بھی محفوظ فرما دے گا۔ (نزہتہ المجالس)

چار رکعت نوافل

جو کوئی چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ ۔۔۔ سورۂ اخلاص بچاس بار پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سجدے میں جا کر ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ (فضائل الشہور والایام)

بارہ رکعت نوافل

۲۷ شب قدر کو بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھے ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ قدر ایک ایک مرتبہ، سورۂ اخلاص پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھنی ہے۔ بعد سلام کے ستر مرتبہ استغفار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کو نبیوں کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

سولہ رکعت نوافل

شب قدر میں آدھی رات کے بعد چار چار رکعت کر کے سولہ نوافل اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پانچ مرتبہ، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق تین مرتبہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ناس گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح چار چار کر کے سولہ رکعت نوافل پورے کریں اس کے بعد مندرجہ ذیل وظیفہ کثرت سے پڑھیں جو اس رات کا خاص وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح نوافل پڑھنے والے پر رحم فرمائے گا اور اسے آئندہ نیک اعمال کرنے کی توفیق حاصل ہونا شروع ہو جائے

کی۔ وظیفہ یہ ہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ"

بیس رکعت نوافل

جو کوئی بیس رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اکیس بار سورۂ اخلاص پڑھے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (تذکرۃ الواعظین)

نوافل صلوٰۃ تسبیح

اس رات میں صلوٰۃ تسبیح پڑھنا بھی بہت افضل ہے حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضؓ سے فرمایا اے چچا! کیا میں آپ کو عطا نہ کروں، آپ کے ساتھ بخشش نہ کروں، آپ کے ساتھ احسان نہ کروں۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کروں، آپ کو نفع نہ پہنچاؤں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں (ضرور نوازیے) آپ نے فرمایا دس باتیں آپ کو بتاتا ہوں جب آپ یہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، جو غلطی سے کیے، جو قصداً جان بوجھ کر کیے، چھوٹے، بڑے، چھپے، اور کھلے سب گناہ بخش دے گا۔ (اس کے بعد آپ نے صلوٰۃ تسبیح کی ترکیب بتا کر ارشاد فرمایا) اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز یہ نماز ایک بار پڑھ لیں اور اگر روزانہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھیں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار پڑھیں فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِكَ مَرَّةً۔ اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو عمر میں ایک بار (ضرور) پڑھ لیں۔

دس باتوں سے مراد دس گناہ ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کو ایک چیز ایسی بتاتا ہوں جو اگلے، پچھلے، نئے، پرانے دس قسم کے گناہوں کو مٹا دے گی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ "دس بات" سے مراد اس نماز کی دس دس تسبیحات ہیں جو سوائے قیام کے ہر موقعہ پر پڑھی جاتی ہیں۔ ...

صلوٰۃ التسبیح کی ترکیب:۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے اس کی ترکیب یہ منقول ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھے۔ پھر ثنا پڑھے اس کے بعد پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے۔ اس کے بعد یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع کرے۔ اور سبحان ربی العظیم پڑھ کر یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ پھر سر اٹھا کر (یعنی کھڑے ہو کر) یہ تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ پھر سجدہ کرے اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ کر دس بار یہ تسبیح پڑھے۔ پھر سر اٹھا کر جب بیٹھ جائے تو دس مرتبہ اسے پڑھے۔ پھر دوسرا سجدہ کرے اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ کر دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھے۔ ایک رکعت میں یہ کل پچھتر تسبیحیں ہوئیں۔ اس کے بعد ہر رکعت اسی طرح پڑھے کہ ہر رکعت کے شروع میں قرأت سے پہلے پندرہ بار اور باقی جگہوں پر دس دس بار یہ تسبیح پڑھے تو چاروں رکعتوں میں کل تین سو تسبیحیں ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس نماز کا یہی طریقہ بتایا تھا اور اسی پر حنفیہ کا عمل ہے۔

شبِ قدر میں ذکرِ الٰہی

نوافل اور تلاوتِ قرآن پاک کے بعد اللہ کا ذکر کرنا بھی بہت افضل ہے لہٰذا اس رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ احادیث میں ذکرِ الٰہی کے متعلق بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ کا ذکر بہت ہی اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں تمھارے ان اعمال سے خبردار نہ کروں جو تمھارے بہترین اعمال ہیں اور تمھارے مالک کو پسند ہیں

فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ ۞

اور درجات کے لحاظ سے بہت بلند ہیں اور زر و مال کے خرچ سے بھی بہتر ہیں اور اس جنگ سے بھی صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ ہمیں بتادیں تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے

(ابن ماجہ، ترمذی)

ذکر ایک ایسی عبادت ہے جو انسانی دل کو آئینہ بناتی ہے جو اللہ کے انوار و تجلیات کی گزرگاہ ہے۔ ذکر خواہ کیا ہو لیکن اس میں دل کی توجہ کا اللہ کی طرف مائل ہونا ضروری ہے۔ بغیر حضوری کے ذکر کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ذکر الٰہی وہ بھٹی ہے جو طالبانِ حق کو کندن بناتی ہے۔ ذکر وہ شعلۂ نور ہے جو انسانی دل کو روشن کرتا ہے۔ ذکر وہ آب کوثر ہے جو دل کی آلودگیوں کو دھو ڈالتا ہے ذکر ذریعۂ نجات ہے۔ ذکر بخشش و مغفرت کا وسیلہ ہے۔ ذکر روح کی غذا ہے ذکر من کی دنیا ہے۔ ذکر سالکانِ طریقت کا توشہ ہے۔ ذکر وہ خوشبو ہے جس سے روح کی دنیا مہک اٹھتی ہے۔ ذکر فرحت ہے مسرت ہے لطافت ہے صداقت ہے۔ رحمانیت ہے۔ ابدیت ہے۔ نصرت ہے۔ ہدایت ہے اور رہبر ہے۔ مرشد ہے، گویا کہ ذکر وہ لازوال دولت ہے جسے مل گئی وہ دین و دنیا میں کامران ہو گیا وہ اللہ کا ولی بن گیا، عاشق رسول ہو گیا اس لیے شب قدر میں ذکر و فکر نہایت اعلیٰ عمل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسِیْرُ فِیْ طَرِیْقِ مَکَّۃَ فَمَرَّ عَلٰی جَبَلٍ یُّقَالُ لَہٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِیْرُوْا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کے راستہ میں جب جبل جمدان پہنچے تو صحابہؓ سے فرمایا جلد چلو یہ جمدان کی پہاڑی ہے پھر فرمایا مفردون پیش قدمی کر گئے

هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَالذّٰکِرَاتُ ۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مرد جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں اور وہ خواتین جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں۔ (مسلم)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے افضل ذکر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا ورد بھی بہت بہتر ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی ذکر کیا جائے وہی بہتر ہے۔ قبولِ ذکر کے بارے میں ایک حدیث یہ ہے:

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْوَۃُ ذِی النُّوْنِ اِذَا دَعَا رَبَّہٗ وَھُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ "لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اسْتُجَابَ لَہٗ ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے، ان الفاظ میں تھی "خداوندا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک میں ظالموں میں سے تھا"۔ اس دعا کو پڑھ کر جو مسلمان بھی دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

(احمد، ترمذی)

تلاوتِ قرآن مجید

قرآن مجید ایک عظیم کتاب ہے اور اس کی عظمت کا راز اس کے فیوض و برکات اور انوار و تجلیات ہیں قرآن کا ہر لفظ سرچشمہ ہدایت ہے اور ان الفاظ کی حقیقت معرفتِ ربانی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک اسی رات کو نازل ہوا اس لیے لیلۃ القدر کو قرآن پاک کے ساتھ گہری مناسبت اور تعلق ہے کیونکہ یہ رات نزولِ جشنِ قرآن کی یادگار ہے لہٰذا اس رات میں قرآن پاک کی جتنی بھی تلاوت

کی جائے کم ہے کتنی خوش بختی کی بات ہے کہ اللہ کا بندہ اس کے دربار میں بیٹھا ہو اور اسی کی باتوں کو اپنی زبان سے دہرا رہا ہو اور اس کا آقا اسے سن رہا ہو اور سن کر اس کے پڑھنے کا اجر رحمت، برکت اور بخشش کی صورت میں عطا کرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالصَّدَقَۃُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز میں قرآن کریم کی تلاوت عام حالات میں قرآن کی تلاوت سے بہتر ہے اور نماز کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ (نفل) سے بہتر ہے حالانکہ روزہ دوزخ سے ڈھال ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۱)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجود کے بعد تلاوت قرآن مجید بہت افضل ہے، قرآن مجید سے ہمیں رہبری اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے آخری عشرہ کی راتوں میں اور ۲۰ ویں شب کو جو حضرات ناظرہ پڑھے ہوئے ہیں وہ ناظرہ پڑھیں، جو حفاظ ہیں وہ نوافل میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَفِیْعًا لِّاَصْحَابِہٖ اقْرَءُوا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا اور چمکتی ہوئی دو سورتیں بقرہ اور آل عمران کی

الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَيَابَتَانِ اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ ؕ	تلاوت کرو۔ یہ دونوں قیامت کے دن بادل کی طرح سایہ فگن ہوں گی۔ پرندوں کی مانند دو صف بستہ ٹکڑیاں جو اپنے پڑھنے والوں کے لیے جھگڑا کریں گی۔ آپ نے فرمایا سورہ بقرہ کی تلاوت کرو اس کی تلاوت میں برکت ہے اور اس کے ترک میں ناامیدی ہے اور باطل پرست اس پر عمل کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مسلم شریف)

قرآن پڑھنے سے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ۔ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ۔	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور یہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ (دارمی)

اس حدیث پاک کی رو سے اس رات میں تلاوتِ قرآن مجید جتنی زیادہ ہو سکے کرنی چاہیئے۔ اگر ترجمہ سے قرآن پڑھے تو یہ سب سے افضل ہے اگر کوئی قرآن کے ترجمہ کو سمجھتا ہے تو قرآن کی آیاتِ رحمت پر اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے اور عذاب کی آیات کے دوران اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر و حشر اور جہنم سے

پناہ مانگے۔

ہمارے اسلاف کے ائمہ، صوفیاء، بزرگانِ دین اور علماء میں سے بیشمار ایسے لوگ گزرے ہیں جنھیں اللہ کا قرب اور ولایت تلاوتِ قرآن سے ملی۔ کیونکہ تلاوت ایک محبوب عمل ہے اس لیے اس کے پڑھنے والا بھی محبوب بن جاتا ہے اور جو اللہ کا محبوب بن جائے پھر اسے کیا چاہیے۔

شب قدر میں درود پاک پڑھنا

تقاضائے محبت یہی ہے کہ محبوب کی ہر دم تعریف کی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں سید الانبیاء ہیں حبیب کبریا ہیں تاجدارِ عرب وعجم ہیں شفیع المذنبین ہیں رحمۃ للعالمین ہیں سراج منیر ہیں ساقی کوثر ہیں۔ اللہ تعالیٰ محب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب کے نور کی تخلیق کر لی تو پھر اپنے محبوب کی تعریف میں مصروف ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پر درود بھیجنے لگا اور جب اللہ اپنے محبوب کی محبت میں منتہیٰ پر پہنچا تو پھر اللہ نے اپنی مخلوق یعنی ملائکہ اور انسانوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی میرے محبوب کی تعریف کرو جس طرح میں کر رہا ہوں۔ اس حکم کے تحت انسانوں کے لیے حضورؐ پر درود پڑھنا ضروری ٹھہرا۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تمام بنی نوعِ انسان اور مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بدولت نسلِ انسانی کو ہدایت کا راستہ دیا جس میں انسان کی فلاح ہے۔ انسان کو جو عظمت اور عزت ملی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت ہی سے ملی ہے اس لیے نسلِ انسانی کی عظمت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان ایک ایسی عظیم ہستی کو ظاہر کیا جو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی بہترین تخلیق اور اشرف الانبیاء و سید المرسلین ہیں بے کسوں کا سہارا ہیں۔ اس لیے ہر سچے مومن اور مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کا زیادہ سے زیادہ شکریہ

ادا کرے اور ایسے طریقے سے کرے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے۔
اس لیے شکریہ ادا کرنے اور اللہ کو راضی کرنے کا بہترین طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پاک کا تحفہ بھیجنا ہے اس لحاظ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ضروری
ہے۔ یوں تو ہر درود پاک ہی بہت عمدہ ہے مگر حسب ذیل درود پاک میں سے کسی ایک
کو شب قدر میں پڑھنا بہت بہتر ہے۔

(۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

(۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

(۳) صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ ٥

(۴) اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ط
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ ط

شب قدر میں عبادت کا انداز

شب قدر میں عشاء کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنے چاہئیں
مگر نوافل اتنے پڑھے کہ جتنے آسانی سے پڑھے جا سکیں۔ جب تھک جائے تو پھر
بیٹھ کر نوافل کی کثرت کرے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد تلاوتِ قرآن پاک
کرے۔ خوش الحانی سے تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نوافل اور تلاوت کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو جانا چاہیے اور وہ وظیفہ
پڑھنا چاہیے جو کسی پیر کامل نے بتایا ہو۔ عام حضرات کے لیے استغفار پڑھنا
نہایت ہی اکسیر ہے۔ پھر کچھ وقت کے لیے کلمہ پاک کا ورد بھی کرنا چاہیے۔ اس
کے بعد اسمِ اعظم کا مراقبہ کرنا چاہیے۔ جب اعمال کرتے ہوئے رات کا پچھلا پہر

ہو جائے تو اس وقت تہجد کے نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اس کے بعد درود پاک کے ورد میں صبح تک مشغول رہنا چاہیئے۔ اللہ کے خاص بندے جس طرح کی بھی عبادت یا ریاضت میں ہوں ان کے لیے وہی بہتر ہے۔ شب قدر میں مصروف عبادت رہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس پر صوفیاء اہل تقویٰ عمل پیرا ہیں۔ لیکن اس کے برعکس عموماً مساجد میں شب قدر کو جلسہ عام یعنی علمائے کرام کی تقاریر کا پروگرام ہوتا ہے جس میں علمائے کرام فضائل شب قدر اور عبادت پر زور دیتے ہیں ایسا کرنا بھی کچھ نہ کرنے سے بہتر ہے مگر اس طرح سے عبادت میں محویت پیدا نہیں ہوتی اور عبادت کرنے کا زیادہ وقت تقریریں سننے اور سنانے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا بھی اچھا ہے لیکن ایسا کرنے کی بجائے نوافل، تلاوت اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا زیادہ سودمند ہے۔

شب قدر میں اجتماعی طور پر نعت خوانی کرنا بھی درست ہے لیکن نیاز مندی کا سجدہ خلوص نیت کا گریہ شوق محبت کی محویت جذب و مستی کی حمد و ثنا، سوز میں ڈوبی ہوئی تلاوت کا مقام ہی اور ہے اس لیے اے مسلم شب قدر سے فائدہ اٹھا اور اللہ کی محبت کا جلوہ یا عشق رسولؐ کا متوالا بن پھر دیکھ کہ لوح و قلم تیرے ہیں۔ یقیناً اللہ کے حضور تیرے اٹھے ہوئے ہاتھ خالی نہ رہیں گے۔

شب قدر میں دعا

اس مقدس رات میں تمام نیک دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ اس رات کی تلاش میں رہتے ہیں تا کہ یہ رات ہمیں نصیب ہو اور ہم دعا مانگیں تاکہ دلی امنگیں پوری ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپؐ نے فرمایا یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ — یا اللہ تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بھی معاف فرما۔

درج بالا تمام اعمال و وظائف سے فارغ ہو کر پوری توجہ کے ساتھ خدا کی طرف لو لگا کر اور رو رو کر دعا کرے۔ اپنی تمام نیک اور جائز حاجتیں مانگے دنیا و آخرت میں چند نفع بخش دعائیں حسب ذیل ہیں۔

- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ آخر تک۔
- اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ آخر تک۔
- اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ آخر تک۔
- رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔
- رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (بقرہ: ۲۰۱)
- رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ (آل عمران: ۸)
- اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَھَزْلِیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
- اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّآ اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ۔
- اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ، اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ۔ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ۔
- رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ

دعاء۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ (ابراہیم: ۱۴ تا ۴۱)

• رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ (تین بار)

• اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالنَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

• اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا۔

• اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ۔

• اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ۔

• اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْأَخْلَاقِ۔

• اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ فَإِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيعُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔

• اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَ مِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ ؕ

شبِ قدر کی رحمت سے محرومیت

قدر والی رات آئی عرشِ معلّٰی سے
نورِ ازلی کی بے حجابی کی دھوم مچی

حاملینِ عرش و کرسی حسنِ بے مثل کی جلوہ گری کے منتظر ہوئے۔ پیغمبرانِ حق کی بزم سج گئی۔ آسمان والے بھی نیاز مند دیے۔ آخر رات کا پچھلا پہر ہوا۔ حسنِ بے مثل بے حجاب ہوا۔ عاشقانِ حق کی روحیں فیض یاب ہوئیں۔ آسمان پر نوری نور پھیل گیا۔ رحمت کی بارش امڈ آئی۔ عنایاتِ خداوندی اور خیر و برکت عام بٹنے لگی۔ سالکانِ طریقت نے فیوض و برکات سے اپنے خالی کاسے بھر لیے۔ بخشش مانگنے والوں کو بخشش مل گئی۔ مال و زر کے طالب کو مال و دولت مل گئی۔ اولاد مانگنے والوں کو اولاد مل گئی۔ ولایت ڈھونڈنے والے ولایت پا گئے گویا کہ اس رات جس نے بھی عجز و نیاز سے جو مانگا وہ پا لیا لیکن شبِ قدر کی رحمت سے محروم رہنے والے نادان مسلم! تیری عقل کو شیطان نے غافل رکھا تو سویا رہا۔ تو نے اپنی معمولی سی راحت کی قربانی نہ کی۔ تو تن کی دنیا میں غرق رہا تو لذتِ نفس میں مبتلا رہا۔ تو رقص و سرود کی محفل میں بیٹھا رہا لیکن تو نے اللہ کی خاطر چند گھڑیوں کے لیے اپنا اہل و عیال چھوڑ کر مسجد میں آنا پسند نہ کیا اس سے تیرا ہی نقصان ہوا۔ رحمتِ خداوندی لوٹنے والے لوٹ کے چلتے بنے۔ لیکن تو محروم رہ گیا۔ یہ تیری بد قسمتی ہے کہ تیری غلط سوچ نے تجھے غفلت میں سُلائے رکھا۔ لیکن اب بھی رحمت سے مایوس نہ ہو اور آئندہ شبِ قدر کا انتظار کر۔ شاید کہ تیری قسمت آئندہ سال جاگ اٹھے اور تیرا درختِ ایمان کی بہار سے مسکرا اٹھے لیکن شراب پینے والے شراب سے توبہ کر، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے فرمانبردار بن جا۔ غرور و تکبر میں غریب رشتہ داروں سے منہ موڑنے والے ان سے محبت کا رشتہ جوڑ۔ کینہ رکھنے والے کینہ چھوڑ۔ سُود کھانے والے!

سود سے توبہ کر۔ ناحق قتل کرنے والے! اپنے ہاتھ کو روک پھر تو بخشش کا امیدوار بن سکتا ہے۔ ورنہ جب تیرا دامن گناہوں سے آلودہ رہے گا مغفرت کا ملنا مشکل ہے۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ ⁘

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ماہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس کی بھلائیوں سے بدنصیب ہی محروم ہوتا ہے۔ (ابنِ ماجہ)

باب ۲۱
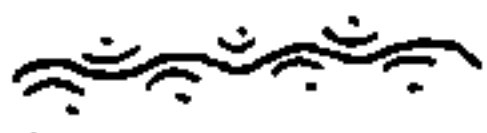
اعتکاف

اعتکاف رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔ وہ بندہ جو سراسر بندگی کے لیے بنایا گیا تھا دنیا نے اسے غافل کر دیا۔ آداب زندگی سے ناآشنا ہوا۔ لذتِ آشنائی سے بیگانہ رہا۔ رازِ محبت نہ پا سکا۔ دنیا کے طمع و لالچ میں پھنسا رہا۔ دو اور دو چار کے چکر میں زندگی گزار دی۔ متاعِ آخرت سے بے سروسامان رہا۔ اور غلامیِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہچان سکا۔ غمِ ہجراں کا طالب نہ بنا۔ مسجد میں آیا تو بھی ٹ و تکرار کے چیتا بنا۔ کیونکہ آدابِ محبت سے واقف نہ تھا۔ حُبِ الٰہی سے بیگانہ تھا۔ عشقِ مصطفیٰ کے بغیر کیسے مزہ پاتا۔ اللہ کو اپنے بندے پر پیار آیا۔ رحمتِ خداوندی کی بہار آئی۔ روزوں کا مہینہ آگیا۔ اللہ نے چاہا۔ اے بندے! غفلت کو چھوڑ۔ حرص و طمع کی زنجیروں کو توڑ۔ میرے دربارِ عالی میں آ۔ چند روز میری حضوری میں بیٹھ، دنیا سے منہ موڑ۔ مسجد کے کونہ میں گوشہ نشین ہو جا۔ من کی دنیا آباد کر۔ بُتانِ وہم و گماں سے خالی الذہن ہو جا۔ خیالات کو ترک کر دے۔ خواہشات کو فنا کر دے۔ بیوی بچوں سے علیحدہ ہو جا۔ حتیٰ کہ تیرے دل میں میری محبت کے سوا کچھ نہ ہے۔ پھر ہمہ تن میری یاد میں مصروف ہو جا۔ اپنی غفلت پہ نادم ہو جا۔ اللہ کی محبت کو غنیمت جان۔ جو موقع ملا اسے فضلِ خداوندی سمجھ۔ چند روز کی خلوت ہے لیکن اس خلوت میں جلوت ہی جلوت ہے۔ راز و نیاز ہے جذب و مستی کا جام ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ اور بندہ ہے۔ نقارۂ حق آواز دے رہا ہے کہ آقا سے مانگنے کا وقت ہے۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے غلامو! بھیک تو جو مانگنا ہے۔ آج بارگاہِ ربّ العزت میں اٹھے ہوئے ہاتھ

بھی خالی نہیں رہ سکتے۔ حتیٰ کہ رحمتِ خداوندی پکار اٹھی کہ اے بندے تو میرا بنا میری خاطر تو نے سکون و آرام چھوڑا، چند روز کی تکلیف برداشت کی۔ جا تو میرا ہے اور یہ دنیا تیری ہے۔

اعتکاف کی قدر پوچھنی ہے تو کسی اللہ کے محرم راز سے پوچھ۔ انعاماتِ اعتکاف جاننا چاہتا ہے تو کسی اللہ والے کا خادم بن کے دیکھ۔ اعتکاف کے اسرار جاننا چاہتا ہے تو کسی صوفی کا اسیر ہو کے دیکھ جو سال بھر اعتکاف کا منتظر رہتا ہے۔ انوارِ اعتکاف جاننا چاہتا ہے تو اللہ کے حضور اعتکاف کی راتوں میں سجدہ ریز ہو کے دیکھ دین و دنیا کی سربلندی چاہتا ہے تو اعتکاف میں اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کے دیکھ، گناہوں کی توبہ اور مغفرت چاہتا ہے تو آقا کے دربار میں چشمِ نم سے گڑگڑا کے دیکھ۔ اگر ولایت اور بزرگی چاہتا ہے تو اعتکاف میں زہد و ریاضت کر کے دیکھ۔ اگر وصلِ حق چاہتا ہے تو اعتکاف کی راتوں میں قیام و سجود کر کے دیکھ۔ لذتِ شوق و نیاز چاہتا ہے تو اعتکاف میں اپنے قلب و روح کو یادِ الٰہی کی تسبیح بنا کے دیکھ۔ گویا کہ ہر مانگنے والے کو وہی کچھ ملتا ہے جس کا وہ طالب ہوتا ہے۔

اے مردِ مسلم! جب اعتکاف کے فیوض و برکات ہی اتنے ہیں کہ جن کا شمار نہیں تو پھر تو بھی ادھر آ، اعتکاف کر، کیا معلوم کہ فرصتِ زندگی ملے یا نہ ملے۔ زندگی کے لمحات تو وہی اچھے ہیں جو اللہ کی یاد میں گزر جائیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے لیے یہ عظیم انعام ہے جس کی قدر و قیمت صرف محرم راز ہی جانتے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق اللہ کو راضی کرنے کے لیے اعتکاف بہت ہی بہتر ذریعہ ہے۔

۱۔ فضائلِ اعتکاف

اعتکاف کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اعتکاف ان محبوب عبادات میں سے ہے جن سے اللہ بہت جلد راضی ہو جاتا ہے کیونکہ اس عبادت میں انسان اپنے تمام دنیوی کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا بیٹھتا ہے اور چند دن یکسو ہو کر

محوِ عبادت رہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خاص نظرِ عنایت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعتکاف میں قربِ الٰہی دوسری عبادات کی نسبت بہت جلد حاصل ہوتا ہے، اس لیے اس کی شان بہت نرالی ہے۔

اعتکاف کی فضیلت و اہمیت کے لیے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کی پابندی فرمائی اور اسے کبھی ترک نہیں فرمایا۔

۱۔ نیکیاں ہی نیکیاں

اعتکاف ایسا عمل ہے کہ اس کا ثواب نیکیاں ہی نیکیاں ہیں اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْکِفُ الذُّنُوْبَ وَیُجْرٰی لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اعتکاف کرتا ہے وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور نیکیوں سے اسے اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اس نے تمام نیکیاں ہی کی ہوں۔ (ابن ماجہ)

۲۔ ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت

اخلاص کے ساتھ ایک دن اعتکاف کرنے کا بھی بہت اجر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن کا اعتکاف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے تو اللہ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کی دیوار قائم کر دیتا ہے۔ ان خندقوں کا فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔ (کنز الاعمال)

۳۔ دو حج اور عمروں کا ثواب

ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کی فضیلت کے

بارے میں ... ہے:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان المبارک میں دس یوم اعتکاف کیا تو وہ ایسا ہے جس طرح اس نے دو حج اور دو عمرے کیے۔ (بیہقی ـ شعب الایمان ج ۳)

۴۔ ہزار سال کی عبادت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں صدق و اخلاص کے ساتھ اعتکاف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہزار سال کی عبادت درج فرمائے گا اور قیامت کے دن اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ (تذکرۃ الواعظین ص ۲۵۸)

۵۔ تھوڑی دیر کے اعتکاف کا اجر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مسجد میں مغرب سے لے کر عشاء تک معتکف رہے، نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے سوا کلام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اپنے کرم سے اس (معتکف) کے لیے جنت میں محل تیار کرے۔ (کشف الغمہ)

۶۔ تین سو شہیدوں کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے پیش نظر ایک دن اور ایک رات کا اعتکاف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تین سو شہیدوں جیسا ثواب عطا فرمائے گا۔ (تذکرۃ الواعظین ص ۲۵۷)

۷۔ فرشتوں کی ہم نشینی

ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگ مسجدوں کے لیے میخ بن جاتے ہیں (یعنی وہ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں) ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ

کبھی مسجد سے غائب ہو جائیں تو فرشتے انھیں تلاش کرتے ہیں اور اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آئے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

۸۔ مُعتکف کی مثال حضرت عطا خراسانی رح کا ارشاد ہے کہ معتکف اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ڈیرہ جمائے بیٹھا ہو اور یہ کہہ رہا ہو کہ یاالٰہی! جب تک تو میری بخشش نہیں کر دے گا میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ (بدائع الصنائع جزو دوم)

اعتکاف میں انسان کو ذکر کے ساتھ فکر کا موقع بھی ملتا ہے اور فکر کے بارے میں ارشاد ہے کہ ایک لمحہ کا فکر ایک سال کے ذکر سے افضل ہے۔

اعتکاف سے انسان پر لیلۃ القدر کا جلوہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ چونکہ انسان جب رات دن اللہ کی عبادت میں محو ہو جاتا ہے تو اس میں قدسی اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو ملائکہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس لیے باطنی صفائی صرف اعتکاف ہی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے فضائل اور فوائد کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین نے اس عبادت کو اپنایا اور اللہ کی عنایات کو پایا۔

۲۔ خَلوت نشینی

اعتکاف شرعی خلوت نشینی ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ خَلوت میں جَلوت ہے، تقاضائے محبت اور دستورِ عشق ہے کہ محبوب کا جلوہ خلوت میں ہو اور اس سے راز و نیاز ہو۔ لیکن اس خلوت میں جلوہ گاہ تک پہنچنے کی منزل بڑی کٹھن ہے۔ اس لیے عقل مصلحت انگیز ہو کر کہتی ہے کہ راہِ محبت چھوڑ دے کیونکہ اس میں دکھ ہی دکھ ہے لہٰذا خلوت کو ترک کر جا۔ سر بازار آ اور دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو۔ چند دن کا میلہ ہے۔ جام عشرت نوش کر، تخت شاہانہ پا اور خوشی سے

بھول جا۔ لیکن عشق کہتا ہے کہ نہیں۔ یہ مقصدِ حیات تو نہیں کہ نفس کا غلام بن کر اپنے خالقِ حقیقی کے احسانوں کو بھول رہے۔ کیونکہ راہِ محبت تو یہی ہے کہ یار کا کوچہ ہو سوزِ جگر کی نیازمندی ہو۔ خلوت میں محبوب سے آشنائی اور رازِ دنیا نہ ہو۔ چنانچہ عشق نے کہا کہ اے بندے دنیا چھوڑ دے۔ جنگل کی راہ لے۔ اہلِ خانہ کو خیرباد کہہ کہہ دے لیکن پابندیٔ شریعت نے تقاضا کیا کہ نہیں اے حضرتِ انسان! دنیا کو نہ چھوڑ۔ کیونکہ یہ تیرے لیے بنائی گئی ہے اور تجھ ہی سے آباد ہے اس لیے آ میں تجھے خالقِ کائنات سے ملاقات کا راستہ بتاتی ہوں۔ تجھے اس گوشہ میں لاتی ہوں جہاں صرف اللہ اور بندہ ہوگا۔ جہاں وصل ہے فراق نہیں، جہاں دیدار ہے ہجر نہیں۔ جہاں آقا اور غلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ جہاں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ جہاں یادِ محبوب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ وہ شرعی گوشہ نشینی رمضان المبارک میں اعتکاف ہے، جہاں اے مردِ مومن! چند روز دنیاوی دھندوں کو خیرباد کہہ کے خلوت میں آجا اور اللہ کے حضور سربسجود ہو جا۔ یہاں صرف تو اور تیرا مالک ہے۔ اس سے راز و نیاز کی بات کر۔ حقِ بندگی ادا کر۔ اور اس وعدہ کو پورا کر جو تیری روح نے روزِ ازل اپنے خالق سے کیا تھا کہ میں تیری بندگی پر قائم رہوں گا۔ کیونکہ خلوت نشینی میں حفاظتِ نفس ہے۔ خلوص ہے یاد ہے۔ روحانیت کی ابتدا و انتہا ہے، وصل ہے، دیدار ہے، مشاہدہ ہے گویا ہر وہ چیز ہے جسے تو اللہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور خاص کر انسان کی روح کی غذا ہے۔ لذتِ آشنائی ہے جو صرف اعتکاف میں ملتی ہے' اس لیے اے طالبانِ حق و صداقت، سالکانِ طریقت، اور راہِ محبت کے مسافرو! دنیا کو خیرباد کہنے کی بجائے چند روز کے اعتکاف میں آجاؤ۔ جس سے دین و دنیا دونوں قائم رہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے رہبانیت نہیں ہوتی۔ اس شرعی گوشہ نشینی کا مقصد درحقیقت یہ ہے کہ چند روز کی عبادت سے انسان کا دل و دماغ مکمل طور پر پوری توجہ سے اللہ کی طرف مائل ہو جائے اور اس کے

دل سے اللہ کے سوا ہر چیز نکل جائے تاکہ انسانی روح کا تعلق اللہ کے ساتھ مستحکم ہو جائے اور انسانی سوچ کام کرے صرف اللہ ہو جائے تاکہ اللہ بندے کو دوست بنا لے اور اسے دین و دنیا میں کامیابی سے نواز دے۔

۳۔ رُوحانی اسرار

مُعتکف حضرات خواہ اللہ کے خاص بندے ہوں یا عام بندے ہوں ہر ایک کو روحانی عنایات حاصل ہوتی ہیں۔ جو حضرات پہلی یا دوسری مرتبہ اعتکاف کریں انھیں عموماً توبہ کی توفیق میسر آتی ہے۔ اعتکاف میں ان پہ انوارات توبہ کا نزول ہوتا ہے وہ اپنے سابقہ گناہوں کو یاد کر کے روتے ہیں اور اللہ کے حضور نادم ہوتے ہیں کہ انھوں نے گناہ کیوں کیے، انھوں نے عمر دنیاوی لذت میں کیوں گزاری۔ کیوں نہ اللہ کی عبادت کی۔ چنانچہ انوارات توبہ کے نزول کی وجہ سے معتکف کو تائب ہونے کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ تائب ہو جاتا ہے اور آئندہ سے بُرے کام چھوڑ دیتا ہے لیکن توبہ کی منزل بھی صرف انھیں حاصل ہوتی ہے جو خلوصِ نیت سے تائب ہونے کی کوشش کریں ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

توبہ کی منزل کے بعد اکثر حضرات کو سچے خواب آتے ہیں جن کا تعلق روحانیت سے ہوتا ہے۔ پھر خوابوں میں مقاماتِ مقدسہ یعنی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی زیارت ہوتی ہے اور بعض حالات میں بزرگانِ دین کی زیارتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی خلوصِ نیت سے اعتکاف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی دعا کرے تو اس کی یہ خواہش بھی پوری ہو جاتی ہے اور معتکف حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور آپ کی زیارت انسان کی انتہائی خوش قسمتی ہے کیونکہ آپ کی زیارت انسان کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

مقدس زیارات کے بعد جوں جوں ہر سال سالک اعتکاف کی لذت کے پیشِ نظر اعتکاف میں بیٹھنا شروع کر دیتا ہے تو چند سالوں کے بعد اعتکاف میں

مراقبہ اور استغراق کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اس حالت میں روحانی علوم کے اسرار و رموز ظاہر ہونے لگتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ جب حضوری کا مقام حاصل ہوتا ہے تو سالک میں عشقِ مصطفیٰؐ کا جذبہ بھی عروج پر پہنچ جاتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل ہوتے سے انسانی مقدر جاگ اٹھتا ہے اور اس مقام پر سالک کو شفقتِ مصطفیٰؐ کے خصوصی انعامات حاصل ہوتے ہیں۔

اعتکاف میں اللہ کے خاص بندوں کے درجات میں بھی بلندی ہوتی ہے۔ اور ان پر محویت کا عالم طاری رہتا ہے۔ فنا فی اللہ کی منزل تک رسائی ہوتی ہے اور اس منزل پر پہنچنے تک صوفی ظاہری طور پر فنا ہو جاتا ہے۔ درحقیقت اعتکاف میں اللہ کے خاص بندوں کو اتنے فیوض و برکات اور اسرار حاصل ہوتے ہیں جو تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ کیونکہ محبوب کے رازوں کو عوام الناس پر ظاہر کرنے کی اہلِ تصوف پر پابندی عائد ہے اور نہ ہی اللہ کے روحانی بھید اور اسرار نوکِ قلم پر آسکتے ہیں کیونکہ دنیا میں ان کی مثل کوئی نہیں یعنی کہ اعتکاف کی آڑ میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار روحانی فیوض و برکات چھپا رکھے ہیں اور جس پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے۔

۴۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

وہ کتنا پُر کیف منظر ہو گا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینے میں قیام کا دوسرا سال تھا کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ صحابہ کرامؓ نے روزوں کا خیر مقدم کیا اور اسی سال روزے رکھنے شروع کر دیے۔ اسی سال رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ کو غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا لیکن اس سے قبل اسی سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا مسجد نبوی میں اعتکاف کیا۔ رمضان المبارک

میں آپ دیر تک ذکر و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ پہلے روزہ کی صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر آپ پردۂ اعتکاف میں داخل ہو گئے۔ یہ پردہ مسجد نبوی کے بائیں کونہ میں ستونِ توبہ سے آگے ستون سریر کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ پردہ موٹے سفید رنگ کا تھا۔ کچھ ضرورت کی اشیاء اور ایک تکیہ بھی رکھ لیا۔ اعتکاف میں آپ کا معمول یہ تھا کہ صبح کی نماز کے کچھ دیر بعد اشراق کی نماز کے نفل ادا کرتے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد آپ مراقبہ کی صورت میں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے اور بعض اوقات آرام بھی فرما لیتے لیکن عموماً چاشت تک ذکر میں مشغول رہتے۔ اگر ضرورت ہوتی تو پردۂ اعتکاف سے باہر نکلتے۔ اور استنجا سے فارغ ہونے کے بعد تازہ وضو کر لیتے اور پھر پردۂ اعتکاف میں تشریف لے آتے اور نمازِ چاشت کے نوافل ادا کرتے۔ اس کے بعد آپ عموماً لیٹ جاتے اور خوابِ استراحت میں آرام فرماتے۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ آپ خوابِ استراحت سے بیدار ہو کر دوبارہ وضو کرتے اور ظہر کی نماز پڑھاتے۔ اس کے بعد تلاوتِ قرآن پاک فرماتے۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو جاتا، عصر کی نماز با جماعت پڑھاتے۔ پھر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے۔ اتنے میں شام کا وقت ہو جاتا اور افطاری کے وقت عموماً کھجور سے روزہ افطار کرتے اور پانی پیتے لیکن بعض اوقات افطاری کے بعد دودھ بھی استعمال کرتے۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہو جاتی۔ صحابہ کرامؓ کو نماز با جماعت پڑھا کر آپ اپنے پردے میں تشریف لا کر اوابین کے نوافل پڑھتے اور عموماً چھ نفل پڑھتے۔ اس کے بعد آپ کھانا تناول فرماتے۔ کھانا انتہائی قلیل اور سادہ ہوتا۔ پھر عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد آپ اپنے پردۂ اعتکاف میں تشریف لا کر نمازِ تراویح ادا فرماتے اور کبھی نہ پڑھتے مگر زیادہ تر دیر تک قیام فرماتے۔ پھر رات کے وقت آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے۔

اس کے بارے میں حضرتِ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے معاملے میں تمام انسانوں سے فیاض تھے اور خاص طور پر آپ

رمضان المبارک میں بے انتہا فیاضی کرتے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کے زمانہ میں ہر رات رسولِ خدا کے پاس آتے تھے اور حضورؐ انھیں قرآن مجید سناتے جب جبریل علیہ السلام آپؐ سے ملتے تھے تو آپؐ نیکی کے معاملے میں چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔ اس کے بعد اگر نیند کا غلبہ ہوتا تو آپؐ پل بھر آنکھ لگا لیتے ورنہ سارا اعتکاف شب بیداری میں گزارتے۔ سحری سے قبل آپ تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔ سارا اعتکاف آپ کا معمول اسی طرح ہوتا البتہ بعض خاص حالات میں تھوڑی بہت تبدیلی ہو جاتی۔ اعتکاف کے دوران آپؐ صحابہؓ سے عام ملاقات سے بالکل اجتناب کرتے لیکن اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو اسے سُن لیتے۔

دورانِ اعتکاف آپؐ پر نورانی تجلیات کا ظہور رہتا۔ بظاہر تو آپ مسجد نبوی کے کونے میں معتکف ہوتے تھے لیکن درحقیقت آپ ذاتِ باری تعالیٰ کے پاس ہی مُعتکف ہوتے تھے۔

تین ہجری رمضان المبارک میں آپؐ نے دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا۔ اور اسی جگہ پر کیا جہاں پہلے سال اعتکاف کیا تھا۔ تیسرا اعتکاف آپؐ نے چار ہجری رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کیا۔ چوتھے اعتکاف کے لیے جب رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آپؐ کا خیمہ اعتکاف لگایا گیا تو دوسری بار ازواجِ مطہراتؓ نے بھی اعتکاف کے لیے خیمے لگا دیے۔ لہٰذا اس سال رمضان المبارک میں آپؐ نے اعتکاف نہ کیا بلکہ شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف کر کے قضا ادا کر لی۔

چھ ہجری میں آپؐ نے رمضان المبارک کے تیسرے عشرے کا اعتکاف کیا ساتویں ہجری میں بھی آپؐ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا۔ آٹھویں ہجری میں آپؐ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا۔ نویں ہجری میں آپؐ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا اور دسویں ہجری میں آپ نے رمضان المبارک کے

آخری بیس دن کا اعتکاف کیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ نے زیادہ تر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا لہٰذا اس عشرے کا اعتکاف سنت ٹھہرا۔ اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی تلاش میں دو مرتبہ پہلے عشرہ کا اور ایک مرتبہ دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا لیکن زیادہ تر آپ نے تیسرے عشرے کو پسند فرمایا کیونکہ اسی عشرے میں لیلۃ القدر ہوتی ہے۔

آپؐ کے ہر اعتکاف کے معمولات ایک جیسے ہی ہوتے تھے لیکن کبھی کبھار کسی وجہ سے معمول میں معمولی سی تبدیلی بھی آجاتی تھی۔ رفع حاجت کے لیے آپؐ مسجد نبوی سے گھر یا باہر تشریف لے جاتے تھے۔ راستے میں صرف سلام کہتے یا جواب دے دیا کرتے تھے۔ ضروری بات کے علاوہ اور کوئی بات نہ کرتے اور ایک مرتبہ آپؐ نے ایک بیمار کی عیادت بھی کی لیکن آپؐ کا یہ عمل آپؐ تک ہی محدود ہے۔ عوام الناس کے لیے اعتکاف میں کسی کی بیمار پرسی کے لیے جانا منع ہے۔

آپؐ اعتکاف میں غسل نہ فرماتے تھے کیونکہ زیادہ وقت خلوت میں یادِ الٰہی میں رہنا پسند کرتے تھے۔ صرف ضرورت کے پیشِ نظر گھر جاتے۔ بعض اوقات آپؐ اپنے سر کو حجرے کی طرف جھکا دیتے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سر میں تیل لگا دیتیں البتہ ضرورت کے وقت آپؐ کپڑے تبدیل کر لیتے تھے لیکن دو مرتبہ آپؐ نے دوران اعتکاف کپڑے بھی تبدیل نہ کیے۔ اس میں کیا راز ہے اللہ ہی جانتا ہے۔ اعتکاف کے دوران آپؐ پر جلوۂ حق کی محویت اس قدر ہوتی تھی کہ آپؐ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے تھے اس لیے کسی دوسرے کام کی طرف بالکل توجہ نہ ہوتی تھی۔ اور آپ کے خیمہ میں ایک نورانی روشنی جلوہ افروز رہتی تھی۔

احادیثِ اعتکاف

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے بارے میں اکثر احادیث ہیں جو ہمارے لیے آپؐ کے معمولات جاننے کا واحد ذریعہ ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ آخری عشرے کا اعتکاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں عموماً اعتکاف کیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ ؛

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے اس کے بعد آپؐ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کرنے لگیں۔ (بخاری شریف)

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ؛

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۳) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ ؛

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں سے تھا لہذا زاہدوں اور عابدوں کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر سال آخری عشرے کا اعتکاف کرنا چاہیے کیونکہ یہ اعتکاف بڑا ہی بابرکت ہوتا ہے۔

۲۔ بیس دن کا اعتکاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف بھی کیا ہے۔ اس کے متعلق چند احادیث حسبِ ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ یَعْتَکِفْ عَامًا فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ ۞

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے لیکن ایک سال آپ نے اعتکاف نہیں کیا تو دوسرے سال بیس دن تک اعتکاف فرمایا۔
(ترمذی)

اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک سال سرکارِ دو عالم کسی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال آپؐ نے بیس یوم کا اعتکاف کر لیا۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

(۲) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَسَافَرَ عَامًا فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا ۞

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دن کا اعتکاف فرماتے۔ ایک مرتبہ سفر پیش آگیا تو اگلے سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا۔
(ابن ماجہ)

اس حدیث پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس سال آپ نے اعتکاف نہ کیا اس کی وجہ ایک سفر کا پیش آنا تھا۔ بیس دن کے اعتکاف کے بارے میں ایک اور حدیث یہ ہے:

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا ؂

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں معتکف رہتے دس دن تک اور جس سال آپؐ کا انتقال ہوا تو آپؐ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

(بخاری شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں بیس دن کا اعتکاف کرنا بھی جائز ہے۔

۲۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعتکاف کا مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے مسجد نبوی میں بہت سے ستون تھے، ان میں سے ایک کا نام اسطوانہ توبہ ہے جہاں حضرت ابولبابہ انصاری رض کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ حضورؐ جب اعتکاف کرتے تو اس ستون کے پیچھے آپؐ کے لیے خیمہ لگا دیا جاتا۔ بعض دوسری روایات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ بعض اوقات حضورؐ کے اعتکاف کی جگہ ستونِ سریر کے پاس بھی مقرر ہوئی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کا حجرہ اس ستون کے بالکل ساتھ تھا۔ یہ بات ایک حدیث پاک میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهٗ فِرَاشُهٗ اَوْ یُوْضَعُ لَهٗ سَرِیْرُهٗ وَرَاءَ اُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ ؂

حضرت ابن عمر رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپؐ اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو آپؐ کے لیے (مسجد میں) بستر بچھایا جاتا یا اسطوانہ توبہ کے پیچھے چارپائی بچھائی جاتی تھی۔

(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے اعتکاف معلوم تھی،

جس کے بارے میں انھوں نے ایک مرتبہ امام نافع کو نشاندہی کرائی۔

عَنْ يُونُسَ اَنَّ نَافِعًا اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ اَرَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمَكَانَ الَّذِيْ كَانَ يَعْتَكِفُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ ؕ

حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رض نے مجھے وہ جگہ دکھائی جس میں مسجد کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد)

ستون توبہ سے آگے ستون سریر ہے اس ستون کے بالکل ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک تھا جس میں آج کل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس جلوہ افروز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران اپنا سر مبارک مسجد نبوی میں ہوتے ہوئے ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف ذرا سا [illegible]تے اور وہ سر مبارک میں کنگھی کر دیتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی جائے اعتکاف[illegible] ستونِ توبہ سے تھوڑی سی آگے ستون سریر کے قریب ہوتی تھی۔

۴۔ اعتکاف کے ضروری امور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو ضروری حاجت کے پیش نظر اعتکاف سے باہر تشریف لاتے۔ یہی بات حدیث پاک میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تو اپنا

وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ اَدْنیٰ إِلَیَّ رَأْسَهٗ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ ۞

میرے قریب کر دیتے تو میں آپ کے بالوں میں کنگھی کر دیتی اور آپ انسانی حاجت کے علاوہ گھر میں تشریف نہ لاتے۔

(مسلم شریف)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جائے اعتکاف سے باہر تشریف لانا یوں بیان ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهٗ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا ۞

زوجۂ رسول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف کے دوران اپنا سر میری طرف کر دیتے اور میں کنگھا کر دیتی اور آپ جب معتکف ہوتے تو بغیر ضرورت کے گھر میں نہ آتے۔

(بخاری شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ (جس میں اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محوِ استراحت ہیں) کے متصل مسجد میں ہوتا تھا اور آپ کھڑکی سے سر مبارک حجرے کی طرف کرتے اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آپ کے سر مبارک میں کنگھی کرتی تھیں۔

۵۔ قرآن مجید کا دورہ

اعتکاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے قرآن مجید کا دور کرتے یعنی قرآن پاک کو زبانی پڑھتے۔ اس کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے

كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ ؛

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر سال میں ایک مرتبہ قرآن کریم پڑھا جاتا تھا لیکن جس سال آپ رفیق اعلیٰ سے ملے تو اس سال قرآن کریم کا دور دو مرتبہ ہوا آپ ہر سال (رمضان میں) دس دن اعتکاف فرماتے لیکن اس سال بیس دن اعتکاف کیا۔

(بخاری شریف)

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضـ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا وَكَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ ؛

حضرت ابوہریرہ رضـ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے۔ جب آخری سال آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے بیس روز کا اعتکاف فرمایا اور ہر سال آپ پر ایک بار قرآن پیش کیا جاتا اور وفات کے سال دو بار پیش کیا گیا۔

(ابن ماجہ)

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضـ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ كَانَ

حضرت ابن عباس رضـ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کرنے میں بہت زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان میں تو خصوصیت کے ساتھ بہت سخاوت فرماتے تھے۔ جناب جبریلؑ رمضان کی

جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ ٭

ہر رات میں آپؐ کے پاس آتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب جبریلؑ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ جب بھی جبریل نبی علیہ السلام کی خدمت میں آتے تو آپ کی سخاوت کو چلتی ہوئی تیز ہوا سے زیادہ پاتے تھے۔ (بخاری)

۶۔ اعتکاف میں تلاش شب قدر

اعتکاف کا ایک مقصد تلاش شب قدر بھی ہے تاکہ آخری عشرے میں اعتکاف کر کے شب قدر کی برکات کو تلاش کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعتکاف کیا ہے۔ اس کے متعلق آپ کی حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہے:

عَنْ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ نَعَمْ اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَقَالَ اِنِّيْ اُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَاِنِّيْ نُسِّيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ بولے ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا۔ ہم بیسویں کی صبح کو آئے تو آپ نے اس صبح کو ہم سے خطاب کیا اور فرمایا مجھے شب قدر کی جھلک دکھائی گئی ہے اور پھر مجھے بھلادی گئی، لہٰذا اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا

فِیْ وِتْرٍ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ اَنْ اَسْجُدَ فِیْ مَآءٍ وَّطِیْنٍ وَّمَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَرْجِعْ فَرَجَعَ النَّاسُ اِلَی الْمَسْجِدِ وَمَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ قَزَعَۃً قَالَ فَجَآءَتْ سَحَابَۃٌ فَمَطَرَتْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الطِّیْنِ وَالْمَآءِ حَتّٰی رَاَیْتُ الطِّیْنَ فِیْ اَرْنَبَتِہٖ وَجَبْہَتِہٖ ؕ

ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ جو شخص آپ کے ہمراہ معتکف تھے وہ لوٹ جاتے۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد کی طرف چلے گئے اور کہیں آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اچانک، بادل اٹھا۔ اور بارش شروع ہوگئی (اسی دوران) نماز ادا کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور کیچڑ میں سجدہ کیا اور میں نے آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور کیچڑ کے آثار دیکھے۔

(بخاری شریف)

۷۔ آپؐ کے اعتکاف کا ایک واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کا ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک سال آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن اعتکاف شروع کرنے سے پہلے ارادہ کو بدل دیا اور اعتکاف نہ کیا بلکہ رمضان المبارک کے بعد عید کے مہینے شوال میں ایک عشرے کا اعتکاف کیا جس کے بارے میں احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ اَنْ یَّعْتَکِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاسْتَاْذَنَتْہُ عَآئِشَۃُ فَاَذِنَ لَہَا وَسَاَلَتْ حَفْصَۃُ عَآئِشَۃَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھنے کا ذکر کیا تو سیدہ عائشہؓ نے بھی اجازت مانگی آپؐ نے اجازت دیدی۔ سیدہ حفصہؓ نے سیدہ عائشہؓ سے کہا کہ انھیں بھی اجازت لے

لَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا رَأَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ اَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا قَالَتْ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى انْصَرَفَ اِلٰى بِنَائِهِ فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ فَلَمَّا اَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ ؛

دیں (انھیں بھی مل گئی) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے ایک خیمہ نصب کرنے کو کہا۔ چنانچہ ان کے لیے بھی ایک خیمہ نصب کر دیا گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے خیمے کو جانے لگے اور ان خیموں پر نظر پڑی تو پوچھا یہ کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عائشہ رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کے خیمے ہیں۔ فرمایا ان کا ارادہ نیکی کا نہیں۔ میں (اس بار) اعتکاف نہیں بیٹھوں گا۔ چنانچہ آپ واپس چل دیے۔ جب روزے گزر گئے تو شوال کے ایک عشرے میں آپ نے اعتکاف کیا۔

(بخاری شریف)

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهٗ قَالَتْ وَاِنَّهٗ اَرَادَ مَرَّةً اَنْ يَّعْتَكِفَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ قَالَتْ فَاَمَرَ بِبِنَائِهٖ فَضُرِبَ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ اَمَرْتُ بِبِنَائِيْ فَضُرِبَ قَالَتْ وَاَمَرَ غَيْرِيْ مِنْ اَزْوَاجِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو نماز فجر پڑھ کر اعتکاف کرنے کی جگہ میں تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے رمضان کے آخری دنوں میں اعتکاف کرنے کا ارادہ فرمایا لہٰذا خیمہ لگانے کا حکم دیا جو لگا دیا گیا اور جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے بھی اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیا جو لگا دیا گیا۔ فرمایا کہ میرے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَائِهٖ فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلَّی الْفَجْرَ نَظَرَ اِلَی الْاَبْنِیَةِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ اَلْبِرَّ تُرِدْنَ قَالَتْ فَاَمَرَ بِبِنَائِهٖ فَقُوِّضَ وَاَمَرَ اَزْوَاجُهٗ بِاَبْنِیَتِهِنَّ فَقُوِّضَتْ ثُمَّ اَخَّرَ الْاِعْتِکَافَ اِلَی الْعَشْرِ الْاَوَّلِ یَعْنِیْ مِنْ شَوَّالٍ ۞

اپنے خیمے لگانے کا حکم دیا جو لگا دیے گئے جب آپؐ نے نمازِ فجر پڑھ لی اور خیموں پر نظر گئی تو فرمایا یہ تم نے کس نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ پھر آپؐ نے حکم فرمایا تو آپؐ کا خیمہ اکھاڑ لیا گیا اور آپؐ کی ازواج مطہرات رضؓ نے بھی حکم کیا تو ان کے خیمے بھی اکھاڑ لیے گئے۔ پھر آپ نے اعتکاف کو شوال کے پہلے عشرے تک موخر فرما دیا۔

(ابوداؤد)

اعتکاف کے متعلق حکمِ الٰہی

قرآن پاک سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اعتکاف بہت پرانی عبادت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ خانہ کعبہ کو اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بیت اللہ شریف میں لوگ اعتکاف کیا کریں گے۔ یہ حکم اس وقت ہوا تھا جبکہ بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوئی تھی۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی وَعَهِدْنَا اِلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ

اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امن وامان کی جگہ بنایا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنالو اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو تاکید فرمائی کہ ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے خوب صاف

السُّجُوْدِ ۞ ستھرا رکھنا (پ ۱، بقرہ ۱۲۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔ اس سے پتہ چلا کہ دین ابراہیمی میں اعتکاف تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چالیس دن طورِ سینا پر گزارے تھے وہ بھی ایک طرح سے اعتکاف ہی تھا۔

اعتکاف دراصل دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی یاد ہے اور اللہ کے اکثر پیغمبروں کو نبوت کی سرفرازی کے لیے دنیا سے الگ ہو کر کچھ عرصہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا پڑا اگرچہ ہم اسے اعتکاف نہیں کہتے لیکن درحقیقت وہ خلوت کی عبادت اعتکاف ہی کی طرح تھی۔ چنانچہ جنھیں اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے انھیں بھی اس منزل سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ احکامِ اعتکاف کے سلسلے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ :

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۞

اور تم عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انھیں پرہیزگاری ملے۔ (پ ۲، بقرہ : ۱۸۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کے آداب میں سے ایک ادب یہ بتایا ہے کہ اعتکاف کے دوران عورت کے پاس جانا منع ہے۔

۱۔ اعتکاف کا مطلب

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر عبادت کرنے کے لیے مسجد میں خود کو ٹھہرانے کا نام اعتکاف ہے۔ عام طور پر شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایک ایسی عبادت ہے جس میں

مسلمان مقررہ مدت کے لیے دنیا سے الگ ہو کر یادِ الٰہی کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے اور یہ عبادت عموماً رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کی جاتی ہے اگرچہ ایسی عبادت کے لیے ہر وقت اپنے آپ کو مسجد میں پابند کیا جا سکتا ہے لیکن عموماً رمضان کے آخری عشرے میں کسی مسجد میں گوشہ نشین ہونے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

۲۔ اعتکاف کا لغوی مفہوم

اعتکاف کے لغوی معنی ایک جگہ پر اپنے آپ کو پابند کرنے، روکے رکھنے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔ بقرہ : ۱۸۷)

۲۔ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ (خواہ وہاں پر رکنے یعنی رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے ہوں۔ حج : ۲۵)

۳۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ (وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔ پ ۱۹، شعراء : ۷۱)

۴۔ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا (جس کی پوجا پر تو قائم اور معتکف تھا۔ پ ۱۶ طٰہٰ ۹۷)

۵۔ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ (یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔)

اعتکاف کا لفظ اَلْعُكُوْف سے ہے جس کا مطلب رک جانا ٹھہرے رہنا اور وابستہ رہنا ہے۔

۳۔ ارکانِ اعتکاف

اعتکاف کے لیے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے جنھیں ارکانِ اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں

نہ ہوں تو اعتکاف نہ ہوگا۔ لہٰذا اعتکاف کے چار ارکان ہیں اعتکاف کا پہلا رکن نیت ہے مگر بعض ائمہ نے اسے رکن قرار نہیں دیا بلکہ شرط قرار دیا ہے۔ نیت کو خواہ رکن یا شرط تسلیم کیا جائے۔ بہرکیف یہ اعتکاف کے لیے ضروری ہے۔

اعتکاف کا دوسرا رکن معتکف کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جب اعتکاف کرنے والا نہیں ہوگا تو اعتکاف نہیں ہوگا۔ اعتکاف کا تیسرا رکن مسجد کا ہونا ہے کیونکہ مسجد کے بغیر کسی جگہ پر ویسے ہی بیٹھ جانا اعتکاف نہیں کہلاتا۔ اعتکاف کا چوتھا رکن معتکف کا مسجد میں رہنا ہے۔ اگر معتکف دورانِ اعتکاف مسجد میں نہیں رہتا تو وہ اعتکاف نہیں ہوگا۔

۴۔ شرائطِ اعتکاف

اعتکاف کے لیے مندرجہ بالا ارکان کے علاوہ مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا بھی ضروری ہے:

۱۔ اعتکاف کرنے والے کا مسلمان ہونا۔ کیونکہ اعتکاف صرف مسلمانوں کی عبادت ہے۔

۲۔ معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا جس کے ہوش و حواس قائم نہ ہوں اس کا اعتکاف نہیں۔ لہٰذا دیوانے کا اعتکاف نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی اللہ کا دیوانہ ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے۔

۳۔ واجب اور سنت اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔

۴۔ عورت کے اعتکاف کے لیے عورت کا حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔

۵۔ عورتوں کا اعتکاف گھر میں ہوگا مساجد میں نہیں۔

۶۔ بلوغت اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ جو نابالغ اچھے برے کی تمیز کا شعور رکھتا ہو وہ اعتکاف کرسکتا ہے۔

۵۔ درجاتِ اعتکاف

مساجد کی اہمیت اور مقام کے لحاظ سے اعتکاف کے ثواب کے درجات مختلف ہیں۔ ثواب کے اعتبار سے اعتکاف کا عام درجہ محلے کی مسجد کا ہے۔ اس کے بعد جامع مسجد کے

اعتکاف کا درجہ ہے جس میں باقاعدہ نماز جمعہ ہوتی ہو۔ اس سے بڑھ کر بیت المقدس کے اعتکاف کا درجہ ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر مسجد نبوی کا اعتکاف ہے۔ اور سب سے افضل درجہ کا اعتکاف مسجد حرام کا اعتکاف ہے۔ کیونکہ یہ مسجد خانہ کعبہ کی نسبت کی وجہ سے رُوئے زمین کی تمام مساجد سے افضل درجہ رکھتی ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اسلامی عبادات کی جس طرح مختلف قسمیں ہیں یعنی فرض، واجب، سنت اور نفل۔ اسی طرح اعتکاف کی بھی قسمیں ہیں۔ اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہیں ہے لیکن صوفیا اور اہل تقویٰ نے سالکانِ طریقت کے لیے اسے اکسیر قرار دیا ہے۔ اسلامی فقہ کی رو سے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت اور نفل۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ واجب اعتکاف وہ اعتکاف جو نذر یعنی منّت ماننے سے واجب ہو جائے یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضا واجب ہو گئی ہو۔

۲۔ سُنت اعتکاف یہ وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اس لیے اسے سنت اعتکاف کہا جاتا ہے۔

۳۔ نفلی اعتکاف یہ وہ اعتکاف ہے جو کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے چونکہ ان تینوں قسموں کے احکام علیحدہ ہیں اس لیے ہر ایک کے مسائل حسب ذیل ہیں۔

واجب اعتکاف

واجب اعتکاف وہ ہے جو نذر اور منت کے طور پر کیا جائے۔ اللہ سے نذر اور منت مانگنے کا رواج بہت پرانا ہے اور سابقہ امتوں میں اللہ سے نذر اور منت مانگنا جائز تھا اور اسلام میں بھی اسے برقرار رکھا گیا۔ حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اگر کسی نے اللہ سے منت مانگی اور وہ پوری ہو گئی تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنے کی ترغیب دی گئی۔

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِؓ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَةً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاعْتَكَفَ لَیْلَةً ؛	حضرت عمر بن خطاب رضؓ روایت کرتے ہیں انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میں نے دور جاہلیت میں بیت اللہ میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کہا کہ وہ اپنی نذر پوری کریں۔ چنانچہ انھوں نے رات بھر اعتکاف کیا۔

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ عَلَیْهِ اَنْ یَعْتَکِفَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ لَیْلَةً اَوْ یَوْمًا عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَسَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِعْتَكِفْ وَصُمْ ؛	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور جاہلیت میں ایک رات یا ایک دن خانہ کعبہ کے پاس اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا اعتکاف کرو اور روزہ رکھو (ابوداؤد)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اعتکاف کا طریقہ رائج تھا

اور لوگ منت کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ منت کے اعتکاف سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے کہ اس کی فلاں خواہش پوری ہو جائے تو اس کے عوض میں شکرانے کے طور پر اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ اس صورت میں خواہش یا منت پوری ہونے پر اعتکاف لازمی ہو جائے گا۔ اسی طرح کے اعتکاف کو واجب اعتکاف کہا جاتا ہے۔

۱۔ نذر کی قسمیں

نذر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نذرِ معیّن اور دوسری نذرِ غیر معیّن۔ نذرِ معیّن وہ اعتکاف ہے جس میں کسی خاص مہینے یا دنوں کا اعتکاف کرنے کی نیت کی جائے۔ مثال کے طور پر اگر یہ نیت کرے کہ رجب میں دس دن کا اعتکاف کروں گا تو اس طرح ان دنوں کا اعتکاف کرنا واجب ہو گا۔ جن دنوں کی نذر مانی ہے اگر کسی وجہ سے ان دنوں کا اعتکاف نہ کیا تو پھر اس کی قضا پوری کرنا ہوگی۔

۲۔ نذرِ اعتکاف ماننے کا طریقہ

نذرِ اعتکاف کی منت مانتے ہوئے دل اور زبان سے یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ میں فلاں دن یا اتنے دن کے اعتکاف کی منت مانتا ہوں۔ یا اس طرح کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ فلاں دن کا اعتکاف کروں گا یا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بیماری سے صحت عطا کی تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ اس طرح نذر صحیح ہوگی اور اعتکاف واجب ہو گا۔ اس کے برعکس اگر یوں کہا کہ انشاء اللہ فلاں دن کا اعتکاف کروں گا تو اس طرح نذر کا اعتکاف واجب نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس طرح منت واجب نہیں ہوتی۔ منت میں اقرار ضروری ہے۔ اس لیے منت مانتے ہوئے ایسے الفاظ ادا کرنا ضروری ہیں جن سے اقرار ظاہر ہوتا ہو۔

۳۔ واجب اعتکاف کے مسائل

واجب اعتکاف میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ واجب اعتکاف میں روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ روزہ کے بغیر یہ اعتکاف نہیں ہوتا۔

۲۔ صرف دن کے وقت کی نذر مانی تو صرف دن کا اعتکاف واجب ہو گا۔ چنانچہ اسے چاہیئے کہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور شام کو غروبِ آفتاب کے بعد باہر نکلے۔ ہاں اگر ایک دن کی نذر ماننے وقت دل میں یہ نیت تھی کہ ۲۴ گھنٹے کا اعتکاف کروں گا یعنی رات بھی اعتکاف میں بسر کروں گا تو پھر ۲۴ گھنٹے کا اعتکاف لازم ہو گا۔ اس صورت میں اسے چاہیئے کہ رمضان کے اعتکاف کی طرح غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو اور اگلے روز غروبِ آفتاب کے بعد باہر نکلے۔

۳۔ صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی اور اس پر کچھ واجب نہ ہو گا کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہو سکتا اور واجب اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر دو یا زیادہ دنوں کی نذر مانی تو ان دنوں کے ساتھ راتیں بھی شامل ہونگی ایسے ہی اگر دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر کی تو پھر بھی اس دن میں شامل کرنے پڑیں گے ورنہ اعتکاف نہ ہو گا۔

۵۔ اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی اور نیت یہ تھی کہ صرف دن میں اعتکاف کروں گا اور رات کو مسجد سے باہر آجایا کروں گا تو یہ نیت شرعاً درست ہے۔ اس صورت میں صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہو گا۔ چنانچہ ایسا شخص روزانہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں جائے اور غروبِ آفتاب کے بعد آ جائے تو اعتکاف درست ہو گا۔

۶۔ جب ایک سے زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو ان دنوں میں پے در پے روزانہ اعتکاف کرنا واجب ہے۔ بیچ میں وقفہ کر کے اعتکاف نہیں کر سکتا۔ مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ ایک مہینہ اعتکاف کروں گا تو مسلسل

ایک مہینے تک بغیر وقفے کے روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا واجب ہے
اگر کسی دن کا اعتکاف چھوٹ گیا تو پھر شروع سے پورے مہینے کا اعتکاف کرنا
ہوگا۔ البتہ اگر نذر مانتے ہوئے یہ ارادہ کیا کہ تین متفرق دنوں کا اعتکاف کروں گا
تو پھر وقفے کے ساتھ بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ جن صورتوں میں بھی اعتکاف کی نذر میں دن کے ساتھ رات شامل ہو ان سب
صورتوں میں طریقہ یہی ہوگا کہ غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ یعنی
رات سے اعتکاف کی ابتدا کرنی چاہیئے۔

۴۔ واجب اعتکاف کا فدیہ

واجب اعتکاف پورا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ دینا ضروری ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے منت کے اعتکاف کی نذر مانی مگر بعد میں اعتکاف نہ کیا تو اسے چاہیئے کہ فدیہ
ادا کرے۔ اگر کوئی شخص واجب اعتکاف کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کے
ورثاء کو اس کا فدیہ ادا کر دینا چاہیئے۔ واجب اعتکاف کے ہر روزے کے
بدلے میں ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ اگر کھانا نہ کھلائے تو اس کی
قیمت ادا کر دے۔

اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں یہ منت مانے کہ میں تندرست ہو جاؤں تو
اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا۔ اگر وہ تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا، تو
اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا اس لیے اس کے اعتکاف کا فدیہ
دینا ضروری نہیں۔

نفلی اعتکاف

مسجد میں جب بھی کسی عبادت کے لیے جائیں تو اعتکاف کی نیت کریں۔
تو یہ نفلی اعتکاف ہوگا۔ ایسے اعتکاف کو مستحب اعتکاف بھی کہتے ہیں۔ اس
قسم کے اعتکاف کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں اور نہ ہی کوئی خاص وقت معین ہے

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نفلی اعتکاف تھوڑے سے وقت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔
یہ صاحبین کی رائے ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نفلی اعتکاف ایک دن سے کم نہیں لیکن مدت کے سلسلے میں مسلکِ احناف میں صاحبین کی رائے کی پیروی کی جاتی ہے۔

نفلی اعتکاف کی مدت کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ نفلی اعتکاف کی مدت کم از کم ایک دن اور ایک رات ہونی چاہیے لیکن شافعیہ کہتے ہیں کہ اس (نفلی) اعتکاف میں مدت اتنی تو ضرور ہونی چاہیے کہ کہنے سے زیادہ عرصہ لگے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان جب چاہے جتنے وقت کے لیے چاہے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اسے اعتکاف کا ثواب ملے گا۔

۱۔ نفلی اعتکاف کے لیے نیت کرنا ضروری ہے۔ نیت کے الفاظ یوں ہیں کہ پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں، پھر یہ کہیں "نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِکَافِ" یعنی میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔ یہ نیت خواہ عربی میں کر لیں یا اپنی زبان میں کر لیں نیت ہو جائے گی۔

۲۔ نفلی اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں مسجد کے اندر رکھتے ہی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس کے بعد مسجد میں نماز پڑھیں، تلاوت کریں یا جس طرح بھی مصروفِ عبادت رہیں گے اعتکاف میں رہیں گے۔ اس طرح دوہرا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک طرف تو اصل عبادت ذکر و فکر، مذہبی درس و تدریس اور وعظ سننے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اعتکاف کا ثواب بھی ملتا ہے۔

۳۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اگر عشرے سے کم دن کی نیت کریں تو وہ نفلی اعتکاف ہوگا۔ رمضان المبارک میں نفلی اعتکاف کا بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

۴۔ نفلی اعتکاف صرف اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک آدمی مسجد میں رہے

جونہی کوئی نفلی اعتکاف والا مسجد سے باہر آئے گا تو اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

۵۔ نفلی اعتکاف میں اگر کوئی مقررہ وقت یا دن کا اعتکاف کرنے کی نیت کرلے تو اسے پورا کرنا چاہیئے۔ اگر اس کو نیت کردہ وقت سے پہلے مسجد سے باہر آنا پڑے تو صرف اتنی دیر کا ثواب ملے گا جتنی دیر اعتکاف میں رہا اور باقی کی قضا ضروری نہیں بلکہ مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

۶۔ اگر کسی شخص نے مثلاً تین دن کے اعتکاف کی نیت کی تھی لیکن مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کر لیا جس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا اعتکاف پورا ہو گیا۔ یعنی اعتکاف ٹوٹنے سے پہلے جتنی دیر مسجد میں رہا اتنی دیر کا ثواب مل گیا اور کوئی قضا بھی واجب نہیں ہوئی۔ اب اگر چاہے تو مسجد سے نکل آئے اور چاہے تو نئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرا رہے اور بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی جتنے دن اعتکاف کی نیت کی تھی اتنے دن پورے کرلے۔

۷۔ نفلی اعتکاف تو راہ چلتا ثواب ہے اس لیے ہر ایک کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے نفلی اعتکاف کے لیے قضا نہیں۔ فرض کیجیے کہ ایک گھنٹہ نفلی اعتکاف کی نیت کی لیکن آدھ گھنٹہ یا کچھ وقت مسجد میں گزارنے کے بعد مسجد سے باہر آ گیا تو مسجد سے باہر آنے پر اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

۸۔ نفلی اعتکاف کی اگرچہ مدت مقرر نہیں۔ جتنا عرصہ چاہے اعتکاف کر سکتا ہے لیکن طویل عرصہ اعتکاف کرتے ہوئے یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے کہ جن اللہ کے بندوں کے ذمے والدین، بیوی بچے یا عزیز و اقارب کے حقوق ہوں اور ان کے حقوق لمبے عرصے کے اعتکاف سے متاثر ہوتے ہوں اور اس طرح حقوق العباد میں کوتاہی واقع ہونے کا ڈر ہو تو ان کے لیے اس طرح لمبے عرصے کا نفلی اعتکاف درست نہیں۔ لیکن اللہ کے جن بندوں کے ذمے کوئی حقوق و فرائض واجب الادا نہ ہوں تو ان کے لیے روحانیت کے حصول کے لیے طویل اعتکاف کرنا بہت ہی فائدہ مند ہے۔

۹۔ جن لوگوں کو رمضان شریف میں مسنون اعتکاف کرنے کا موقع نہ ملتا ہو ان کو چاہیئے کہ وہ اعتکاف سے بالکل محروم نہ رہیں بلکہ نفلی اعتکاف کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جتنے دن اعتکاف کر سکتے ہوں نفلی اعتکاف کریں، اگر زیادہ دن نہ کر سکیں تو چھٹی کے دن ایک ہی روز کا اعتکاف کر لیں اور کم از کم مسجد میں جاتے ہوئے یہ نیت تو کر ہی لیا کریں کہ جتنی دیر مسجد میں رہیں گے اعتکاف کی حالت میں رہیں گے ۔ یہ بھی بہت بہتر ہے۔ رات کا نفلی اعتکاف کر لینا بھی بہتر ہے۔

۱۰۔ نفلی اعتکاف میں جب بھی مسجد سے باہر نکلیں گے یہ نفلی اعتکاف اسی وقت ختم ہو جائے گا بلکہ عمارتِ مسجد ہی میں جو مقامات خارج مسجد ہوتے ہیں وہاں جانے سے بھی یہ اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً استنجا خانہ، وضو خانہ، امام و خدام کے حجرے وغیرہ وغیرہ۔ (اس کی تفصیل آگے آتی ہے) خارجِ مسجد ہوتے ہیں۔ یہاں جاتے ہی یہ اعتکاف فوراً ختم ہو جائے گا۔ پھر جب آپ مسجد میں داخل ہوں تو دوبارہ نیتِ اعتکاف کر لیں مثلاً آپ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے۔ جوتے مسجد ہی کے اندر رکھنا چاہتے ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اب اگر امام صاحب سے ملاقات کے لیے حجرہ میں گئے تو اعتکاف ختم۔ پھر جب مسجد میں داخل ہوں نیت کر لیں۔ اسی طرح اگر وضو خانہ پر تشریف لائے تو اعتکاف ختم۔ پھر مسجد میں داخل ہوں تو نیت کریں۔

۱۱۔ مسجد کے اندر کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہوتی اگر اعتکاف کی نیت تھی تو ضمناً کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہو جائے گی۔ اسی طرح رمضان المبارک میں مسجد ہی میں افطار کیا جاتا ہے۔ جس نے اعتکاف کی نیت کی ہوئی تھی وہی مسجد میں افطار کر سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ اعتکاف کی نیت صرف کھانے پینے اور سونے کے لیے نہ کی جائے بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لیے کی جائے۔

سنّت اعتکاف

سنت اعتکاف وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رمضان المبارک میں کیا جاتا ہے۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود یہ اعتکاف رمضان المبارک فرض ہونے سے لے کر آخری دم تک کیا ہے۔ یہ اعتکاف رمضان المبارک کے پہلے، دوسرے تا تیسرے عشرے میں کیا جا سکتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں اعتکاف کیا ہے اس لیے آخری عشرہ قابلِ ترجیح ہے۔ یہ اعتکاف بیسویں رمضان کے غروبِ آفتاب سے قبل شروع ہوتا ہے اور آخری روزے کے افطار تک رہتا ہے۔ چونکہ اس اعتکاف کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے اور رات غروبِ آفتاب سے شروع ہوتی ہے اس لیے معتکف کو چاہیئے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے اتنا پہلے مسجد میں پہنچ جائے کہ غروبِ آفتاب مسجد میں ہو۔ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہے۔ یعنی ایک بستی یا محلے میں سے چند افراد یا کوئی ایک شخص اعتکاف کرے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگر کوئی شخص بھی اپنے علاقے سے اعتکاف ادا نہ کرے تو سارے محلے والوں پر ترکِ سنت کا گناہ ہوگا۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ مسجد میں اگر کسی اور علاقے کا آدمی بھی آکر اعتکاف کرلے تو پھر بھی یہ سنت اہل علاقہ کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا

اعتکاف کی لازمی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں کیا جائے پھر مسجد وہ ہونی چاہیئے جہاں پر پنجگانہ نماز با جماعت ہوتی ہو۔ اگر جامع مسجد ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن جس مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت نہ ہوتی ہو وہاں اعتکاف درست نہیں۔ دورانِ اعتکاف معتکف کا مسجد کی حدود میں

رہنا ضروری ہے لہٰذا جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اگر اس کی حدود کا علم ہو تو بہت ہی بہتر ہے۔ اگر علم نہ ہو تو کسی سے مسجد کی حدود معلوم کر لینی چاہیے۔ کیونکہ اعتکاف میں ضروری ہے کہ مسجد کی حدود ہی میں رہا جائے۔ مسجد کا رقبہ عموماً وہ تصور کیا جاتا ہے جو مسجد کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ جس میں نماز پڑھی جاتی ہو۔ مسجد کے رقبے میں عموماً مسجد کا کمرہ، ملحقہ برآمدہ اور صحن شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو مسجد کی ضروریات کے لیے ہوتا ہے جو شرعاً مسجد میں شمار نہیں کیا جاتا۔ لیکن مسجد کی ضروریات کے لیے وقف ہوتا ہے مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجا کی جگہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام کا حجرہ، گودام، محراب، مینارہ وغیرہ۔ اس حصے پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے لہٰذا دوران اعتکاف مسجد کے اس حصے میں جانا جائز نہیں۔ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ بعض مساجد میں ضروریات والا حصہ اصل مسجد سے الگ اور ممتاز ہوتا ہے جو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے مگر بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے پہچان نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مسجد والے اس کی تصدیق نہ کر دیں کہ فلاں فلاں حصہ مسجد کا حصہ ہے۔ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے اعتکاف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مسجد کا احاطہ معلوم کرے۔

وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں۔ چنانچہ وہ مساجد جہاں وضو خانے اصل مسجد کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وہاں عام طور پر انھیں مسجد کا حصہ خیال کیا جاتا ہے جو درست نہیں اور معتکف حضرات اعتکاف میں وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے اور معتکف کے لیے وہاں شرعی ضروریات کے بغیر جانا جائز نہیں ہے لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد سے معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں

ختم ہوتی ہے اور وضو خانے کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں۔

اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہیں۔ اس لیے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں بھی جانا جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں، اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں۔

جن مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوتی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے۔ معتکف کو وہاں جانا بھی درست نہیں۔

بعض مساجد میں امام کی رہائش کے لیے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوتا ہے یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے اور اس میں معتکف کا جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کے لیے تو نہیں ہوتا لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کے لیے بنایا جاتا ہے اس کمرے کو بھی جب تک مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا اور معتکف کا اس میں بھی جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے اس جگہ کو بھی جب تک مسجد قرار نہ دیا گیا ہو اس وقت تک معتکف کے لیے اس میں جانا جائز نہیں۔ ایسے ہی بعض مساجد میں باغیچہ بنا ہوتا ہے اس میں بھی معتکف نہیں جا سکتا۔

بعض مساجد میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں اور دیگر سامان رکھنے کے لیے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک بنانے والے نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو یہ جگہ مسجد نہیں ہے۔ اور معتکف اس میں نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی مسجد کے محراب میں جانا درست نہیں کیونکہ وہ مسجد کی حدود سے

خارج ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سے پہلے حدودِ مسجد کا معلوم کرنا ضروری ہے۔

(۲) مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں

معتکف اُن امور کے لیے مسجد سے نکل سکتے ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے نہیں نکل سکتا۔ وہ امور رفع حاجت، وضو، غسل اور بحالتِ مجبوری کھانا لانا ہیں۔ ان کے علاوہ اگر جامع مسجد نہیں تو نماز جمعہ کے لیے بھی مسجد سے باہر جایا جا سکتا ہے۔

وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں اور وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا درست ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے اخذ کیے گئے ہیں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدُ جَنَازَةً وَلَا يَمَسُّ امْرَاَةً وَلَا يُبَاشِرُهَا وَلَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ اِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا معتکف کے لیے یہ سُنت ہے کہ مریض کی عیادت نہ کرے، جنازے کے ساتھ شامل نہ ہو، عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی حاجت کے لیے باہر نہ نکلے مگر جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اعتکاف نہیں مگر روزے کے ساتھ۔ اور اعتکاف نہیں مگر جامع مسجد میں۔

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور جن کے لیے کوئی معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رفع حاجت مسجد سے باہر جانے کا ایک جواز رفع حاجت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کی جگہ ہو تو وہاں تک

جا سکتا ہے۔ بعض مساجد کے باہر پیشاب خانے وغیرہ بنی ہوئی ہیں تو معتکف کو وہاں تک جانے کی اجازت ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کا انتظام نہیں تو مسجد کے قریب رفع حاجت کے لیے اپنے گھر میں بھی جا سکتا ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ والی رفع حاجت کی جگہ اتنی گندی اور پلید ہو کہ جہاں کپڑوں کے صاف رہنے کا احتمال نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں بھی مسجد کے باہر کسی اور جگہ پر رفع حاجت کے لیے جا سکتا ہے جہاں طہارت کرنے میں جسم اور کپڑے پاکیزہ رہتے ہوں۔ ایسے ہی اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ پر قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس غرض کے لیے اپنے گھر چلا جائے خواہ وہ کتنی دور کیوں نہ ہو لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ اس طرح اگر کوئی آدمی اپنے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کر رہا ہو تو اس کے لیے رفع حاجت کے لیے کھیتوں وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اسے چاہیئے کہ قریب والے مکان میں جا کر رفع حاجت کرے۔ دور والے گھر میں نہ جائے۔ نزدیکی مکان میں رفع حاجت کی سہولت ہونے کے باوجود دور والے مکان میں جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

اگر بیت الخلاء مصروف ہو تو خالی ہونے تک انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔ لیکن فارغ ہونے کے بعد ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا جائز نہیں۔ اگر جان بوجھ کر ٹھہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

بیت الخلاء کو جاتے یا آتے ہوئے راستہ میں یا گھر میں سلام کا جواب دینا یا مختصر بات کرنا جائز ہے۔ سلام کہنا بھی درست ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی گفتگو کرنا درست نہیں۔ بیت الخلاء کو جاتے یا آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں ضرورت کے مطابق آہستہ چلنا بھی درست ہے۔ قضائے حاجت کو جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے نہ ٹھہرنا چاہیئے، بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہیئے کہ میں اعتکاف

میں ہوں اس لیے ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر کسی کے ٹھہرانے سے ٹھہر گیا اور باتیں کرنے لگا یا حال احوال پوچھنے لگا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو تو قضائے حاجت کے بعد وہاں وضو کرنا جائز ہے۔

۲۔ معتکف و احکامِ غسل

اعتکاف میں شوقیہ غسل کی اجازت نہیں یعنی جب انسان کا دل چاہتا ہے نہا لیتا ہے۔ یہ اعتکاف میں جائز نہیں۔ خصوصاً گرمیوں میں لوگ دن میں دو تین مرتبہ گرمی کی شدت دور کرنے کے لیے اکثر نہاتے ہیں۔ اعتکاف میں اس طرح کا عام غسل جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱: معتکف کو احتلام ہونے کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے اور غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز ہے مگر یاد رہے کہ احتلام ہونے سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس صورت میں معتکف کو چاہیے کہ پہلے وضو یا تیمم کرے اس کے بعد غسل کا اہتمام کرے۔ تیمم کے لیے مسجد کی دیوار یا صحن استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ ۲: سردیوں کے موسم میں اگر احتلام ہو جائے اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے تکلیف یا کوئی اور مرض لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو معتکف تیمم کر کے مسجد میں رہے اور اپنے گھر اطلاع کر دے تاکہ پانی گرم ہو جائے اور مسجد کے غسل خانے میں پانی منگوا کر نہا لے۔ یا گھر پر جا کر غسل کر لے۔ اس کے علاوہ اگر قرب و جوار میں گرم حمام ہو تو وہاں بھی جا کر غسل کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ بھی غسل کرنے کے لیے جائے وہاں غسل کر کے فوراً واپس آ جائے۔

مسئلہ ۳: اگر مسجد کے ساتھ غسل خانہ ہو تو اس میں واجب غسل کرنا چاہیے اگر مسجد کے ساتھ غسل خانہ نہ ہو یا اس میں کسی وجہ سے غسل کرنا مشکل ہو تو اپنے گھر جا کر غسل کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۴: احتلام کے ضروری غسل کے علاوہ گرمی کی شدت کے سبب جسمانی تلخی اور بے چینی کو دور کرنے کے لیے غسل کرنا بھی جائز نہیں ہے جبکہ لُو لگنے یا کسی جسمانی تکلیف کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو یا گرمی کی شدت دل میں گھبراہٹ پیدا کرے تو اس صورت میں گیلے کپڑے سے اپنے جسم کو تسکین پہنچانا جائز ہے۔

مسئلہ ۵: اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال اعتکاف فرمایا اور ہر اعتکاف میں جمعہ آیا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے جمعہ کا غسل فرمایا ہو اور اعتکاف سے جمعہ کے غسل کے لیے باہر تشریف لے گئے ہوں۔

۳۔ معتکف اور احکامِ وضو

معتکف کو مسجد کے ساتھ وضو والی جگہ پر وضو کرنا چاہیے یعنی اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں معتکفین کے لیے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے اگر مسجد میں ایسا انتظام موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اگر ایسا انتظام نہیں ہے تو نل سے وضو کرنے کی بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کر لیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔

لیکن اگر مسجد میں ایسی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کے لیے مسجد سے باہر وضو خانے تک جانا، یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے۔ ان میں وضو کے ساتھ مسواک منجن یا پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیے سے اعضاء خشک کرنا بھی جائز ہے لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں اور نہ راستے میں رُکنا جائز ہے۔

۴۔ نمازِ جمعہ بہتر یہ ہے کہ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے جہاں نمازِ جمعہ ہوتی ہو تاکہ نمازِ جمعہ کے لیے باہر نہ جانا پڑے۔ اس کے برعکس اگر مُعتکف ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہو جہاں نماز جمعہ نہ ہوتی ہو تو قریبی جامع مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن بہت زیادہ پہلے جانے کی اجازت نہیں۔ صرف جمعہ کی اذان اور خطبہ سے اتنا پہلے جائے کہ چھ یا چار رکعت ادا کر سکے۔ نمازِ جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد معتکف سُنتیں وہاں پڑھ سکتا ہے مگر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا اچھا نہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی معتکف ٹھہر جائے تو پھر بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ مسجد میں ٹھہرا ہے۔

اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے گیا اور وہاں جا کر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لیے وہیں ٹھہر گیا تو اس طرح اعتکاف تو ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری)

۵۔ ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل ہونا ہر معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہتے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لیے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (فتح القدیر)

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف میں بعض حرکات ایسی ہوتی ہیں جن سے اعتکاف کا مقصد حاصل نہیں ہوتا انھیں مکروہاتِ اعتکاف کہا جاتا ہے کیونکہ اعتکاف میں یادِ الٰہی کے

ساتھ اللہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے لیکن بے فائدہ حرکات کرنے سے وہ توجہ تقسیم ہو جاتی ہے جس سے معتکف پر نزولِ انوارات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنے اعتکاف کی روحانیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ لازم ہے کہ اعتکاف میں فضول اور غیر ضروری کاموں سے مکمل اجتناب کیا جائے ورنہ کیف کا سرور متاثر ہو گا۔ اور یادِ الٰہی کی محویت میں فرق آجائے گا۔ اس چیز کے پیش نظر صوفیاء نے مندرجہ ذیل باتوں کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۱۔ دُنیاوی بات چیت اعتکاف میں بیٹھ کر ضرورت کے مطابق بات چیت کرنا تو درست ہے لیکن ضرورت سے زائد ہر وقت دنیاوی مسائل اور دنیا کی باتیں کرتے رہنا اعتکاف کی روح کے برعکس ہے کیونکہ دنیاوی باتیں انسان کو یادِ الٰہی سے غافل کر دیتی ہیں۔ اس لیے صوفیاء کے نزدیک اعتکاف میں دنیاوی باتوں میں مگن رہنا مکروہ ہے۔ فضول باتوں سے بچنا تقویٰ میں شامل ہے۔ اس لیے اعتکاف میں بالکل فضول باتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

۲۔ ہنسی مذاق کی ممانعت اعتکاف میں بیٹھ کر کسی سے ہنسی یا مذاق کی بات کرنا بالکل اعتکاف کے خلاف ہے حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اعتکاف میں بیٹھ کر اچھی بات کے سوا کوئی اور بات نہ کرنا چاہیئے لہٰذا یہ از حد احتیاط کرنی چاہیے کہ اعتکاف میں کسی کو گالی نہ دے۔ ایسا کرنا سخت مکروہ ہے۔ اگر مسجد میں ایک سے زائد معتکف بیٹھے ہوں تو انھیں یہ احتیاط اختیار کرنا ضروری ہے کہ وہ دوسرے معتکف حضرات کے پردوں میں جا کر ہنسی مذاق کی بات چیت بالکل نہ کریں اور نہ بحث و تکرار میں وقت ضائع کریں۔ اگرچہ ایسا کرنے سے اعتکاف تو ختم نہیں ہو گا لیکن اس طرح کی فضول لغویات میں مصروف رہنے سے انوارات الٰہیہ کا حصول نہ ہو گا۔

۳۔ حجامت کروانے کا مسئلہ

اعتکاف میں نائی کو بلوا کر حجامت کروانا مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔ البتہ جمعہ کی تیاری کے لیے داڑھی یا سر کے بالوں کو خود سنوارنے میں کوئی حرج نہیں اور مونچھوں کی تراش خراش کر سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ مسجد میں بال نہ گرنے پائیں۔ داڑھی مونڈنا ویسے ہی خلافِ شرع ہے۔ مگر اعتکاف میں مسجد کی کسی ملحقہ جگہ پر بیٹھ کر ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے اور اگر کوئی داڑھی مونڈنے کی خلافِ شرع حرکت کا عادی بھی ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیئے اور اعتکاف میں ایسی حرکت سے بالکل باز رہنا چاہیئے۔

۴۔ دنیوی معاملات میں دلچسپی لینا

اعتکاف میں دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیتے رہنا بھی مکروہ ہے دنیا کی باتیں کرنا اور عبادت سے ہٹ کر ایسے امور کرنا جو دنیا سے متعلقہ ہوں درست نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اعتکاف کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

۵۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک معتکف ہو کر مسجد میں فروخت کے لیے مال لانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر روزگار کا سلسلہ نہ ہو اور اہل و عیال کا دار و مدار اسی تجارتی سامان پر ہو تو مسجد میں معتکف ہو کر فروخت کی جا سکتی ہیں لیکن میرے خیال کے مطابق ایسا کرنا توکل اور تقویٰ کے خلاف ہے کیونکہ جب اللہ کے حضور حاضر ہو گیا تو دنیا کی طرف رغبت دلانے والے کام جائز نہیں ہیں۔ اس لیے مسجد میں سامانِ تجارت لا کر فروخت کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ لڑائی جھگڑے کی ممانعت

اعتکاف میں لڑائی جھگڑا کرنا قطعی طور پر منع ہے کیونکہ جب انسان دنیا سے کنارہ کش ہو کر مسجد میں صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے بیٹھا ہے تو لڑائی جھگڑا کیسا؟ مسجد میں ویسے بھی اونچی آواز سے بولنا یا کوئی بیہودہ آواز نکالنا مسجد کے آداب کے

خلاف ہے تو اعتکاف میں تو اس کی قطعی طور پر گنجائش نہیں۔ لہٰذا جو لوگ اعتکاف میں ہو کر کسی دوسرے سے لڑائی جھگڑا یا تُو تُو میں میں کریں تو انھیں اعتکاف کی اصلی عبادت کا مزہ حاصل نہ ہوگا بلکہ خالی رہ جائیں گے۔ اس لیے اگر کوئی شخص زبردستی ایسی حرکت کرے تو اسے پیار و محبت سے سمجھا دینا چاہیے تاکہ اعتکاف مکروہ نہ ہو۔

۷۔ غیبت اور جھوٹ کی ممانعت

غیبت اور جھوٹ یوں تو اسلامی نقطہ نظر سے ہماری روزمرہ زندگی میں بھی ایک بہت بڑی لعنت ہے مگر خصوصاً اعتکاف میں اس طرح کی حرکت سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔ یادِ الٰہی میں ایسی حرکات بالکل خلافِ شرع ہیں۔ جب تک کوئی معتکف ایسی باتیں نہیں چھوڑے گا تو اعتکاف سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۸۔ دُنیوی کُتب پڑھنا یا پڑھانا

اعتکاف میں دینی کتب کے علاوہ غیر اسلامی کتب یعنی ناول، افسانہ یا کہانی ڈائجسٹ پڑھنا بالکل ناجائز ہیں۔ اس کے علاوہ دنیاوی علوم کی کتب بھی پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اس طرح یادِ الٰہی سے توجہ مبذول ہوگی اور عبادت میں خلل واقع ہوگا لہٰذا ایسے امور اعتکاف میں بیٹھ کر کرنے کی اجازت نہیں۔ حتیٰ کہ اعتکاف میں اخبار پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ اخبارات میں مستورات کی تصاویر ہوتی ہیں جن پر نظر پڑنا احکامِ اعتکاف کے خلاف ہے۔

۹۔ ضرورت سے زیادہ جگہ گھیرنا

اعتکاف میں ضرورت سے زیادہ جگہ گھیرنا جس سے نمازیوں اور دوسرے معتکفین کو تکلیف اور پریشانی ہو مکروہ ہے۔ اس لیے صرف ضرورت کے مطابق جگہ پر پردہ لگانا چاہیے۔

۴۔ اعتکاف توڑنے والے امور

ایسے کام جن سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے انھیں مفسداتِ اعتکاف کہا جاتا ہے۔ معتکف کے لیے ان امور کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اس کا اعتکاف مفسد نہ ہو بلکہ ان سے مکمل طور پر اجتناب کرنا لازم ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اعتکاف توڑنے والے امور مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مُباشرت

اعتکاف کی حالت میں مباشرت کرنا حرام ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ؁

اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ پس ان کے قریب نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

(پ ۲، بقرہ ۱۸۷)

اعتکاف کی حالت میں کسی معتکف کو اپنی بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی معتکف مسجد سے نکل کر اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے مباشرت کرے یا اس سے شہوت انگیز حرکات کرے تو اس طرح اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سختی سے مسلمانوں کو منع کر دیا ہے کہ وہ اس طرح بالکل نہ کریں۔ ایسا کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اعتکاف کا مقصد ہی دنیاداری کے کاموں سے الگ ہو کر یادِ الٰہی کرنا ہے۔ چنانچہ اعتکاف میں بیٹھ کر پھر دنیاداری کا فعل کرنا بالکل ہی اعتکاف کی روح کے خلاف ہے اور خلافِ شرع ہے۔

۲۔ مرتد ہو جانا

اعتکاف میں بیٹھا ہوا مسلمان اگر مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے تو اس کی

قضا واجب ہوگی۔ ایسے ہی میرے خیال کے مطابق اگر کوئی مسلمان کیمونسٹ بن جائے یا پہلے ہی کیمونسٹ ہو تو اس کا اعتکاف نہ ہوگا۔

۳۔ نشہ آور شے کا استعمال

اعتکاف میں بیٹھ کر نشہ آور چیز استعمال کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا نشہ تو ویسے ہی حرام ہے لیکن پھر اعتکاف میں اس کا استعمال بالکل ہی اسلام کے خلاف ہے لہذا اگر کوئی نشہ کا عادی ہو تو اسے اعتکاف میں ایسی حرکت نہ کرنی چاہیئے بلکہ ہمیشہ کے لیے اس عادت کو ترک کر دینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے نشہ چھوڑنے کی توفیق مانگنی چاہیئے۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نشہ چھوڑنے کی توفیق عطا فرما دیگا۔

۴۔ کبیرہ گناہ کا ارتکاب

کچھ اہل علم حضرات کا خیال ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، خواہ اس گناہ سے روزہ ٹوٹتا ہو۔ لیکن کچھ کا خیال ہے کہ کبیرہ گناہ جھوٹ اور غیبت سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہوتا البتہ اعتکاف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کے خلاف ہیں۔

۵۔ جنون اور بے ہوشی

اگر کسی معتکف پر جنون اور بے ہوشی طاری ہو جائے اور وہ مسلسل رہے تو اس صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیونکہ جنون اور بے ہوشی سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جب روزہ ٹوٹ جائیگا تو اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

۶۔ حیض اور نفاس

ایسے ہی حیض اور نفاس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے ایسی عورتیں جو اعتکاف میں بیٹھی ہوں اور انھیں حیض شروع ہو جائے تو ان کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ غیر شرعی امور کے لیے باہر نکلنا

اجازت شدہ امور کے علاوہ اگر معتکف کسی کام کے لیے حدود مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لہذا اس امر کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے،

کہ اجازت شدہ ضروریات کے علاوہ مسجد سے قطعاً باہر نہ نکلے۔

۸۔ ضرورت سے زائد ٹھہرنا

شرعی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر نکلا لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد وہاں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

۹۔ روزہ ٹوٹنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے

اعتکاف کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اس لیے روزہ توڑ دینے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو۔ ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتا رہے یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ بھی جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔

۱۰۔ مسجد سے خارج جگہ پر جانا

کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا۔ حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہ تھا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا اسی لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدود مسجد اچھی طرح معلوم کر لینی چاہئیں۔

۱۱۔ مسجد کے مینار کے اوپر جانا

اگر معتکف اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار کے اوپر جائے تو اس صورت میں اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ مینار کو جانے والا راستہ مسجد سے ہو۔ اگر اس کا راستہ مسجد کی حدود سے باہر ہو گا اور معتکف مسجد کی حدود سے باہر جا کر مینار پر جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۱۲۔ مسجد کے حجروں میں جانا

بعض مساجد کے ساتھ حجرے اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں عموماً طالب علم، امام مسجد یا مسافر ٹھہرتے ہیں یا رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ تو معتکف کے لیے ان حجروں میں جانا درست نہیں۔ اگر حجرے اس طرح کے ہیں کہ ان میں نمازی پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تو معتکف وہاں جا سکتا ہے۔ ایسے ہی بعض مساجد کے ساتھ وسیع اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں پنجگانہ نماز تو ادا نہیں کی جاتی البتہ عید کی نماز ادا کی جاتی ہے تو وہاں بھی معتکف کے لیے جانا منع ہے۔

۱.۵ اعتکاف کی قضا کا طریقہ

(۱) مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی پورے دس دن کی قضا واجب نہیں (شامی)

اور اس دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروبِ آفتاب سے اگلے دن غروبِ آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کریں اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی دن بھی روزہ رکھ کر ایک دن کے لیے اعتکاف کیا جا سکتا ہے اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہو جائے گی لیکن زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لیے جلد از جلد اعتکاف کی قضا کو پورا کر لینا ہی بہتر ہے۔

(۲) اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرۂ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح سنتِ مؤکدہ تو ادا نہیں ہوگی لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا۔ اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ

اللہ تعالیٰ عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا ثواب بھی اپنی رحمت سے عطا فرما سکتا ہے۔ اس لیے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرۂ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیتِ نفل پھر اعتکاف شروع کر دے۔

(۳) ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہ کی کتب سے زیادہ واضح نہیں ہوتا مگر معتبر اصول یہی ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہے تو صرف دن دن کی قضا واجب ہوگی یعنی قضا کے لیے صبح صادق سے پہلے داخل ہو۔ روزہ رکھے اور اسی روز شام کو غروبِ آفتاب کے وقت نکل آئے گا۔ اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے۔ روزہ رکھے اور اگلے دن غروبِ آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ یہ اعتکاف واجب اور اعتکافِ منذور کا حکم ہے۔

اعتکاف کا فدیہ

اگر قضا کرنے کی مہلت ملنے کے باوجود قضا نہ کی اور موت کا وقت آپہنچا تو وارثوں کو وصیت کرنا واجب ہے کہ وہ اس اعتکاف کے بدلے فدیہ ادا کر دیں۔ فدیہ ادا کرنا زیادہ مشکل نہیں کسی مستحقِ زکوٰۃ کو صدقۂ فطر کی مقدار میں گیہوں (تقریباً سوا دو سیر) یا اس کی رقم ادا کر دیں۔

اعتکاف توڑنے کی توبہ کرنا

اگر اعتکاف کسی صحیح مجبوری کے تحت توڑا تھا یا بھول سے ٹوٹا تو گناہ نہیں اور اگر جان بوجھ کر بغیر کسی صحیح مجبوری کے توڑا تھا تو یہ گناہ ہے لہذا قضا کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کریں اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے اس کی توبہ کرنا واجب ہے اور توبہ بلا تاخیر کرنا چاہیئے کیونکہ زندگی کا کوئی بھی بھروسہ نہیں۔ دونوں گالوں پر

چند بار چپت مار دینے کا نام توبہ نہیں بلکہ اس خاص گناہ پر شرمندگی کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ عزوجل کے حضور معافی طلب کریں اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا سچا عہد بھی کریں۔

۶۔ اعتکاف توڑنے کے جواز

مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۱۔ بیماری اعتکاف کے دوران ایسی بیماری لاحق ہو جائے جس کا علاج مسجد سے باہر جانے کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دورانِ اعتکاف اگر معتکف بیمار ہو جائے اور بیماری زیادہ شدید قسم کی نہ ہو لیکن معتکف خود ہی معمولی بیماری یا کسی اور خوف کی وجہ سے مسجد سے چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ عام بیماری کی حالت میں اعتکاف ہی میں رہ کر ڈاکٹر یا طبیب کو بلوا کر علاج کروایا جائے لیکن اگر بیماری اتنی شدید نوعیت کی ہو کہ معتکف کو ہسپتال لے جانے کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑ لینا جائز ہے۔

۲۔ ماں باپ، بیوی بچوں کی تکلیف ماں باپ، بیوی یا بچے کسی ایسی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں کہ جس میں خاص مدد اور توجہ کی ضرورت ہو تو ان کے لیے اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ مثلاً والد یا والدہ کو یکدم شدید مرض لاحق ہو جائے یا کوئی حادثہ ہو جائے اور اس میں شدید چوٹیں لگ گئی ہوں اور انھیں یکدم ہسپتال لے جانا ہو اور گھر میں کوئی اور دوسرا تیمارداری کرنے والا موجود نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۳۔ جنازہ ماں باپ، بہن بھائی یا کوئی عزیز اگر اچانک فوت ہو جائے تو انکی تجہیز و تکفین کے لیے اعتکاف توڑ لینا جائز ہے۔ اگر کسی کا مرشد فوت ہو جائے تو اس صورت میں اعتکاف توڑ سکتا ہے۔ جس دن کا سنت اعتکاف

توڑا ہو اس دن کی قضا پوری کرنا لازم ہو گی ۔

ایسے ہی اگر جنازہ آجائے اور نمازِ جنازہ پڑھانے والا اور کوئی نہ ہو تو اعتکاف توڑ کر نمازِ جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے۔ جب کوئی اور جنازہ پڑھانے والا آجائے تو پھر ایسا نہ کیا جائے ۔ (رد المحتار)

۴۔ زبردستی مُعتکف کو نکالنا اگر کوئی معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دے یا حکومت کسی کو حالتِ اعتکاف میں گرفتار کرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا مگر اس صورت میں معتکف پر اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا ۔ (فتاویٰ شامی)

۵۔ اعلانِ جہاد اسلامی حکومت کی طرف سے جب جہاد میں شامل ہونے کا اعلان ہو جائے۔ یعنی جب مسلمانوں کا مال جان اور عزت خطرے میں پڑ جائے تو اس وقت اعتکاف کو چھوڑ کر جہاد میں شرکت کر لینا جائز ہے کیونکہ جب جہاد فرض ہو جائے تو اس میں شامل ہونے کو ترجیح دی جائے گی ۔ (رد المحتار)

۶۔ کسی کی جان بچانا معتکف کے سامنے اگر کسی کی جان جا رہی ہو۔ یعنی اگر کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو یا کسی شدید حادثے کا شکار ہو اور کوئی دوسرا مدد کرنے والا نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف سے نکل کر مرنے والے کی جان بچانا ضروری ہے ۔ (رد المحتار)

آدابِ اعتکاف

مسجد میں یوں تو ادب سے بیٹھنا اٹھنا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن خصوصی اعتکاف کے دنوں میں اسلامی آداب کو مدِنظر رکھنا چاہیئے اور خاص طور پر معتکف کو اعتکاف کی حالت میں جن آداب کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱- اعتکاف میں کھانا پینا

معتکف حضرات کے لیے مسجد میں سحری اور افطاری کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہے۔ اعتکاف میں خوراک نہایت ہی سادہ اور قلیل کھانی چاہیئے لیکن بعض لوگ اعتکاف میں بیٹھ کر خوب پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں بلکہ مُرغن اور اعلیٰ غذائیں کھاتے ہیں جو عبادت اور یادِ الٰہی میں خلل کا باعث بنتی ہیں۔ اس لیے صوفیاء و فقراء اور اہلِ تقویٰ اس امر کی خاص تلقین کرتے ہیں کہ اعتکاف میں کھانا انتہائی قلیل کھایا جائے مگر کھانا بالکل ترک کرنا اچھا نہیں بلکہ مناسب مقدار میں اپنے جسم کو غذا پہنچانا سنتِ رسول ہے۔ ورنہ پے در پے فاقہ کشی سے کمزوری کے باعث عبادت میں خلل واقع ہوگا۔ لیکن اللہ کی خاص رضا اور حکم کے تحت اگر پورے عشرے کا فاقہ آجائے تو بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ اللہ کے مخصوص انسانوں کے ساتھ ایسا ہوجاتا ہے۔ کھانے میں گوشت کا شوربا، سبزی، دال وغیرہ یا اسی قسم کی اور لطیف اثرات رکھنے والی اشیاء حسبِ ضرورت استعمال کرنی چاہئیں۔ البتہ گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈی تاثیر رکھنے والی خوراک بھی کھائے تاکہ خشکی نہ ہو۔

اگر کسی معتکف کا کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا گھر سے لاکر مسجد میں کھائے۔ کھانا مسجد میں جہاں چاہے بیٹھ کر کھا سکتا ہے لیکن اعتکاف میں کھانے کی بہتر اور افضل جگہ وہی ہے جہاں معتکف نے پردہ لگایا ہو۔ بہتر تو یہی ہے کہ کھانا اکیلا کھائے اور ہر نوالے پر اپنی توجہ اللہ ہی کی طرف رکھے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اس لیے چند معتکف حضرات کا اکٹھے مل کر کھانا اور اپنے ساتھ غیر معتکف حضرات کو ملا لینا اچھا نہیں۔ اگرچہ ایسا کرنا خلافِ شرع تو نہیں لیکن اعتکاف کے آداب کے خلاف ہے کیونکہ ایسا کرنے سے دعوت کا سماں پیدا ہوجاتا ہے۔ جو آدابِ اعتکاف کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اعتکاف میں زیادہ مُرغن اور مصالحے دار غذائیں کھانا اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔ مُرغن غذاؤں سے چونکہ نفس میں سرکشی اور ہوسِ لذت بڑھتی ہے اس لیے ایسی غذائیں استعمال کرنا معتکف

کے لیے اچھا نہیں۔

بعض لوگ روزہ افطار کر کے لیٹرین میں جاکر سگریٹ یا تمباکو نوشی کرتے ہیں ایسا کرنا اعتکاف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ معتکف مسجد کی حدود کے باہر کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ بہتر تو یہی ہے کہ اعتکاف کے دوران سگریٹ ترک کر دیا جائے اور اگر کوئی آدمی مجبوری کے پیش نظر سگریٹ سے باز نہ رہ سکتا ہو تو مسجد کی کسی کھڑکی کے پاس بیٹھ کر اپنی یہ حرکت بھی کرے مگر اس کا دھواں کھڑکی سے باہر کی طرف پھینکے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ رعایت اس معتکف کے لیے ہے جس کا سگریٹ کے بغیر گزارہ نہ ہو سکتا ہو۔ ورنہ مسجد کی حدود میں سگریٹ کی قطعی اجازت نہیں۔

۲۔ اعتکاف میں سونا

سوتے وقت مسجد کے آداب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے اور عموماً اس طرح سونے کی کوشش کرنی چاہیئے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سویا کرتے تھے۔

یوں تو معتکف کے لیے اس جگہ پر سونا بہتر ہے جسے اس نے پردے کے ذریعے مخصوص کر رکھا ہو۔ گرمی یا سردی یا کسی اور وجہ سے اس جگہ پر سونے میں دقت ہو تو پھر مسجد کی عمارت یعنی کمرے اور صحن میں جہاں چاہے آرام کرے، البتہ مسجد کی حدود کے باہر سونے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ اگر مسجد کا صحن نہ ہو یا کشادہ نہ ہو تو مسجد کی چھت پر بھی سو سکتا ہے۔ معتکف کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ کم سے کم سوئے اور رات شب بیداری میں گزارے تو بہت بہتر ہے۔

۳۔ اعتکاف میں کپڑے تبدیل کرنا

معتکف کے لیے مسجد کے اندر لباس تبدیل کرنا جائز ہے بلکہ اس کے پاس صاف ستھرے لباس کے ایک دو جوڑے موجود رہنے چاہئیں تاکہ یکدم لباس تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو غسل کر کے فوراً لباس تبدیل کر لے گندے کپڑوں کو فوراً مسجد سے ہٹا دینا چاہیئے۔ سالکان طریقت اعتکاف میں ابتدا سے اخیر تک ایک ہی لباس پہننے کو ترجیح دیتے ہیں بشرطیکہ لباس پاکیزہ رہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ پورا اعتکاف جو کپڑا معتکف کے جسم کے ساتھ رہے گا۔ وہ بابرکت بن جاتا ہے۔ پھر خاص کر اگر معتکف متقی اور صالح بزرگ ہو تو اس کا وہ لباس کسی طویل بیماری والے کو پہنا دیا جائے تو وہ صحت یاب ہو جائے گا اس لیے صوفیاء کے لیے ایک ہی لباس میں اعتکاف کرنا بہت بہتر ہے۔ لیکن عام معتکف حضرات جب چاہیں لباس تبدیل کریں۔ کیونکہ صاف ستھرے لباس میں رہنا عین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے اور خصوصاً جمعہ کے روز لباس تبدیل کر لینا ضروری ہے۔

۴۔ بلند آواز سے تلاوت یا ذکر کرنا اعتکاف میں معتکف اگر چاہے تو بلند آواز سے تلاوت قرآن پاک، تسبیح، اور ذکر الٰہی کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے ایسا کرنے سے کسی دوسرے کی نماز یا عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو۔

۵۔ اعتکاف میں درس دینا دوران اعتکاف معتکف قرآن و حدیث اور اسلامی موضوعات پر درس دے سکتا ہے۔ وعظ و نصیحت کر سکتا ہے۔ اگر امام مسجد ہے تو وہ جماعت بھی کرا سکتا ہے۔ اذان بھی دے سکتا ہے۔ ایسے ہی معتکف حضرات آپس میں کسی دینی موضوع پر یعنی تصوف اور روحانی قسم کی گفتگو کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مسئلہ وغیرہ بھی پوچھ سکتے ہیں۔

۶۔ مسجد کی خدمت معتکف اگر چاہے تو مسجد کی خدمت کے امور بھی سرانجام دے سکتا ہے لیکن صرف مسجد کی چار دیواری کے اندر ہی رہے۔ مسجد کی صفائی یا جھاڑو وغیرہ دینا یا مسجد کے اندر بلب وغیرہ نصب کرنا، صفیں بچھانا، مسجد کے لیے چندہ اکٹھا کرنا مسجد کی ہی خدمت ہے لیکن صوفیاء ایسے امور کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ اس طرح یاد الٰہی اور ذکر و فکر سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور عبادت میں اللہ سے رابطہ اور لگاؤ ماند پڑتا ہے

چنانچہ وہ ... ن یاد کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتے۔

- پردہ قائم رکھنا صوفیاء کے نزدیک جس طرح اعتکاف سنت ہے اسی طرح پردہ لگانا بھی نہایت ضروری سنت ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے جتنے بھی اعتکاف کیے وہ پردہ لگا کر کیے اور اعتکاف کی خلوت پردہ کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی۔ اس لیے پردہ اعتکاف میں روحانی مشاہدات کے لیے لازم ہے۔ بیسویں روزے کو عصر کے وقت پردہ لگا کر اور عید کا چاند دیکھ کر پردے کو ہٹانا سنت ہے۔ اگر مسجد کے کمرہ میں پردہ ایسے کونے میں لگا ہو جہاں تک پنجگانہ نماز کی صفیں نہ پہنچتی ہوں تو پردہ دن رات لگا رہنا چاہیئے۔ اگر مسجد میں جگہ تنگ ہو تو پھر پردے کو صرف جماعت کے وقت اٹھا لینے میں کوئی حرج نہیں تاکہ دوسرے نمازیوں کو دقت نہ ہو۔

جو لوگ پردہ کے بغیر اعتکاف کرتے ہیں یا جہاں بہت سے معتکف اکٹھے ہوں اور پردہ کو درمیان سے ہٹا کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں تو اس طرح روحانیت حاصل نہ ہو گی بلکہ صوفیاء نے اسے اچھا فعل نہیں سمجھا۔ اگر کوئی معتکف زبردستی لوگوں کے پردے ہٹواتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ وہ حضور کی سنت کی زبردست خلاف ورزی کر کے گنہگار ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیشہ معتکف کو اپنے پردے میں بیٹھ کر عبادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور دوسروں کی عبادت میں بھی خلل پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ رات کے وقت اگر پردے میں گرمی لگتی ہو یا مچھر یا چیونٹیاں وغیرہ تنگ کرتی ہوں تو وہ ایسی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے جہاں وہ راحت محسوس کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَكَانَ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَعْتَكِفَ فِيهِ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھ کر اپنی اعتکاف والی جگہ میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو

فَاَرَادَ اَنْ یَّعْتَکِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ فَضُرِبَ لَهٗ خِبَاءٌ فَاَمَرَتْ عَائِشَةُ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا وَاَمَرَتْ حَفْصَةُ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَاَتْ زَیْنَبُ خِبَاءَهُمَا اَمَرَتْ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰلْبِرَّ تُرِدْنَ فَلَمْ یَعْتَکِفْ فِیْ رَمَضَانَ وَاعْتَکَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ ؎

آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کیا اور حفصہؓ نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور ان کا خیمہ بھی نصب کیا گیا۔ جب حضرت زینبؓ نے ان کے خیمے دیکھے تو اپنے لیے بھی خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی نصب کیا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ نیکی یہ نہیں جس کا تم ارادہ کر رہی ہو۔ اس لیے آپ نے رمضان میں اعتکاف نہ فرمایا اور شوال میں دس روز کا اعتکاف فرمایا۔

(ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اعْتَکَفَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ عَلٰی سُدَّتِهَا قِطْعَةُ حَصِیْرٍ قَالَ فَاَخَذَ الْحَصِیْرَ بِیَدِهٖ فَنَحَّاهَا فِیْ نَاحِیَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَهٗ فَکَلَّمَ النَّاسَ ؎

حضرت ابوسلمہؓ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ترکی خیمہ میں اعتکاف فرمایا اس میں جو کھڑکی رکھی گئی تھی اسے چٹائی سے بند کر دیا گیا تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ کر کے چہرہ مبارک باہر نکال کر لوگوں سے گفتگو فرمائی

(ابن ماجہ)

۸۔ خواب اور مشاہدے کو مخفی رکھنا اعتکاف کے دوران جو اچھے خواب آئیں ان کا ہر کسی سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اسے مخفی رکھنا چاہیئے۔ ایسے ہی اگر کسی کو مراقبے میں کوئی روحانی مشاہدہ

ہو تو اسے اپنے تک محدود رکھے البتہ اپنے مرشد یا کسی صالح انسان سے اس کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۹۔ غیر محرم سے ملاقات کی ممانعت

اسلام قطعی طور پر یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی غیر محرم عورت عام زندگی یا اعتکاف میں غیر محرم سے بات چیت کرے۔ البتہ اگر کوئی اپنی قریبی رشتہ دار بوڑھی عورت سے دعا کی درخواست کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض معتکف حضرات اعتکاف میں بیٹھ کر غیر محرم عورتوں کو تعویذات دیتے ہیں اور اعتکاف میں بیٹھے ہی ان سے نہ جانے کیا فضول باتیں کہہ جاتے ہیں ایسا کرنا اعتکاف کی روح کے بالکل خلاف ہے۔ کسی باپردہ عورت کی التجا سننے میں کوئی حرج نہیں مگر جس طرح اعتکاف میں بعض لوگ تعویذ دھاگہ کے کاروبار کو بڑی گرمجوشی سے کرتے ہیں ان کے لیے اعتکاف میں اجتناب ضروری ہے۔

معتکف کی بیوی یا بیٹی یا ماں یا کوئی اور عزیزہ کسی ضروری کام کے بارے میں مطلع تو کر سکتی ہے لیکن ان کا وہاں ٹھہرنا یا لمبی چوڑی باتیں کرنا اعتکاف کے بالکل خلاف ہے۔ ہوشیار کے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ اپنے گھر کی عورت سے بھی اعتکاف میں بالکل بات نہ کی جائے اور مکمل طور پر کسی بھی عورت سے کلام کرنے سے خود کو روکا جائے۔

۱۰۔ معتکف کا روزہ افطار کروانا

روزہ افطار کروانے کا ویسے ہی بڑا اجر ہے لیکن خاص کر معتکف کا روزہ افطار کروانا اور اس کو کھانا کھلانا، سحری کا بندوبست کرنا بہت افضل ہے اگر کوئی معتکف ایسی مسجد میں ہو جہاں اس کا ذاتی طور پر سحری اور افطاری کا بندوبست نہ ہو تو اس کے لیے سحری اور افطاری کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اللہ اس سے بہت راضی ہوتا ہے کیونکہ معتکف نہ صرف اعتکاف میں کسی شخص کا مہمان ہوتا ہے بلکہ اللہ کا مہمان ہوتا ہے اور اللہ کے مہمان کو کھلانا بہت ثواب ہے جیسا حب

حیثیت کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

خواتین کا اعتکاف

خواتین کے لیے بھی اعتکاف کرنا بڑی سعادت مندی ہے لہذا جن خواتین کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں فراغت حاصل ہو تو انھیں ضرور اعتکاف کرنا چاہیئے اور اللہ کے حضور میں بیٹھ کر اپنے دامن کو رحمت سے مالا مال کرنا چاہیئے۔ کیا معلوم کہ زندگی میں یہ موقعہ دوبارہ آئے یا نہ آئے۔ لہذا اعتکاف کرنے والی خواتین کو اعتکاف میں مندرجہ ذیل طریق کار اپنانا چاہیئے اور ان آداب پر عمل پیرا ہونا چاہیئے تاکہ اعتکاف بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہو۔

(۱) خواتین کا اعتکاف اپنے گھروں میں ہے۔ گھر میں عموماً جس جگہ پر نماز ادا کی جاتی ہے وہاں خواتین اعتکاف کریں۔ اگر کوئی مقررہ جگہ نہیں تو گھر میں کسی ایک جگہ کو مقرر کر کے وہاں اعتکاف کریں۔ اس جگہ کو مسجدِ بیت کہتے ہیں۔ عورت کے لیے یہ جگہ اسی طرح ہے جس طرح مرد کے لیے مسجد ہے۔ اور جس طرح مرد کسی حاجت کے بغیر مسجد سے باہر نہیں جا سکتا اسی طرح اعتکاف بیٹھنے والی عورت بھی کسی حاجت کے بغیر اس جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں جا سکتی۔

مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔ کتنی خوش قسمت ہیں وہ خواتین جو اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں گھروں پر اعتکاف کرتی ہیں۔

(۲) خواتین کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بیسویں روزے کی شام کو اعتکاف کی جگہ پر معتکف ہو جائیں اور آخری روزہ مکمل کر کے جائے اعتکاف سے نکل آئیں معتکف خاتون کو اعتکاف میں بیٹھ کر گھر کا کام کاج کرنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ گھریلو کام بیٹی یا کسی اور کو کرنا چاہیئے اور معتکف خاتون کو مسلسل اپنی عبادتگاہ پر رہنا چاہیئے البتہ اگر کوئی گھر میں کھانا پکانے والا نہ ہو تو معتکف خاتون کو جلدی سے

کھانا تیار کر لینے کی اجازت ہے۔

(۳) اعتکاف کرنے کے لیے خاتون کو اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے کیونکہ مرد کے حقوق عورت پر مقدم ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ خاوند وظیفہ زوجیت کے بغیر چند دن نہ گزار سکتا ہو اور اعتکاف کی پابندی کی وجہ سے بیوی کے پاس نہ جا سکنے کی صورت میں برائی میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے لیکن جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اعتکاف کی اجازت دیدے تو پھر اجازت کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

(۴) ایام اعتکاف میں خواتین کے لیے ضروری ہے کہ وہ حیض اور نفاس سے پاک رہیں۔ لہٰذا اعتکاف کرنے والی عورتوں کو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے یہ اندازہ کر لینا چاہیئے کہ ان ایام میں ماہواری کی تاریخیں تو آنے والی نہیں۔ اگر آخری عشرے میں ماہواری آنے کا اندازہ درست ہو تو پھر اعتکاف شروع نہیں کرنا چاہیئے اگر اعتکاف کے دوران عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا جب عورت پاک ہو جائے تو جتنے دن واجب اعتکاف سے رہ گئے ہوں وہ بعد میں پورے کرے۔ اگر اعتکاف سنت تھا تو اس میں قضا پوری کرنا لازم ہے البتہ نفل اعتکاف کی کوئی قضا نہ ہوگی۔

(۵) معتکف خاتون کو ذکر، فکر، تلاوت، نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اعتکاف میں اسے اپنے بستر پر لیٹنے، سونے اور جائے اعتکاف میں اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہے تاکہ وہ مقررہ مدت آسانی سے عبادت میں گزار سکے۔ البتہ گرمیوں کے موسم میں شدید گرمی کے باعث اگر خاتون رات اپنے کمرے میں نہ گزار سکتی ہو تو جب رات کے وقت اہل خانہ سو جائیں تو وہ جائے اعتکاف سے نکل کر بالاخانے پر یا گھر کی ایسی جگہ پر بھی محو عبادت رہ سکتی ہے جہاں وہ راحت محسوس کرے۔ اس کے علاوہ رفع حاجت اور وضو کے لیے اپنی جگہ سے نکل سکتی ہے۔

(۶) اعتکاف کے دوران گفتگو وغیرہ منع نہیں لیکن زیادہ وقت عبادت میں

گزارنے کی کوشش کرے اور فضول نیز بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرے۔ عورت کے اعتکاف کے دوران خاوند نہ تو وظیفہ زوجیت ادا کر سکتا ہے نہ اس کا بوسہ وغیرہ لے سکتا ہے۔

(۷) عورتوں کے لیے گھر میں رہ کر اعتکاف کرنا آسان ہے لیکن ہماری اکثر عورتیں اس ثواب سے محروم رہتی ہیں بلکہ امیر گھرانے کی عورتیں تو اسے بالکل پسند نہیں کرتیں دراصل یہ ان کی کمزوری ہے کہ وہ بہت بڑی سعادت سے محروم رہ جاتی ہیں۔

عباداتِ اعتکاف

اعتکاف سراسر عبادت ہے لیکن اس میں مندرجہ ذیل فرضی اور نفلی عبادت کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اعتکاف کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْقِظُ اَهْلَهٗ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں گھر والوں کو (عبادت کے لیے) جگاتے۔ (ترمذی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهَا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں (عبادت کی) جس قدر کوشش فرماتے، اتنی دوسرے دنوں میں نہ فرماتے۔ (ترمذی)

۱۔ فرض نمازیں

عباداتِ اعتکاف میں اولین حیثیت نماز پنجگانہ کو حاصل ہے۔ فرض نمازیں نہایت ہی خشوع اور خضوع سے پڑھنی چاہئیں۔ نماز کے قیام میں انکساری اور عاجزانہ رویہ ہو اور وساوس کو قریب نہ پھٹکنے دے۔ اور توجہ اللہ کی طرف ہو۔ گویا کہ دنیا سے بے خبر ہو۔

خانۂ کعبہ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس طرح محو کرے گویا کہ وہ خانۂ کعبہ میں کھڑا ہے۔ اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور تمام نمازیں با جماعت ادا کرے اور پہلی صف میں ادا کرنا افضل ہے۔

۲۔ نوافل

اعتکاف میں نفل نمازیں ادا کرنا بہت ہی افضل ہے کیونکہ یہ نفل نمازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادا کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی متابعت میں اولیاء کرام اور صوفیاء بھی ان نمازوں کو بڑی توجہ سے ادا کرتے ہیں۔ البتہ مکروہ اوقات میں کوئی نماز ادا نہ کی جائے۔ جب سورج نکل رہا ہو یا جب غروب ہو رہا ہو یا عین دوپہر کے وقت۔ نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی فرض نماز کے بعد مغرب تک نوافل نہ پڑھے جائیں۔ نفل نمازیں مندرجہ ذیل ہیں۔ نماز تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین۔ ان نمازوں کے نوافل بڑی عاجزی کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔ صلوٰۃ تسبیح بھی پورے اعتکاف میں ایک بار ضرور پڑھنی چاہیئے۔ ان نفل نمازوں کے علاوہ بھی اعتکاف میں نوافل پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ رمضان المبارک کے نوافل کا درجہ عام دنوں کے فرضوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس لیے قضا نمازوں کی قضا پوری ہونے کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ درود شریف

اللہ تعالیٰ کا اپنا پسندیدہ وظیفہ درود پاک ہے اسی لیے درود شریف کا وظیفہ بھی بہت اعلیٰ ہے اور خاص کر جو حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے خواہاں ہوں یا عشق رسول ؐ کے طالب ہوں تو جب وہ اعتکاف میں کثرت سے درود پاک کا ورد کریں گے تو ان کی مراد ضرور پوری ہو گی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گی اور جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے اسے اور کیا چاہیئے۔

۴۔ تلاوتِ قرآن پاک اعتکاف میں قرآن پاک کی تلاوت سے بھی اسرارِ ربانی ظاہر ہوتے ہیں اور کثرتِ تلاوت سے خوابوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا دیدار ہوتا ہے اور معتکف کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے مختلف قسم کے انوارات کی تجلیات دکھائی دیتی ہیں اور تلاوت انسان کی بخشش کا وسیلہ بنتی ہے اور اس کے ہر لفظ پر نیکیاں ہی نیکیاں شمار کی جاتی ہیں اور نیکیوں کے اضافہ سے انسان کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵۔ مراقبہ اعتکاف میں تمام تر عبادات کے علاوہ دل کی استقامت کے ساتھ مراقبہ بھی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مراقبہ حفاظتِ ایمان اور حصولِ روحانیت کے لیے بنیادی چیز ہے۔ اس لیے جب موقع میسر آئے مراقبہ کرے۔ مراقبہ میں معتکف کو فیوض و برکات اور مشاہدات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اور صوفیاء کا عام معمول ہوتا ہے کہ وہ اعتکاف میں مراقبہ پر بہت زور دیتے ہیں کیونکہ اس میں وہ راز پنہاں ہیں جنھیں صرف روح ہی دیکھتی اور محسوس کرتی ہے۔

نفلی نمازیں

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا بہترین ذریعہ نوافل ہیں۔ فرضی عبادت تو ہر ایک کے لیے لازم ہے مگر فرض کی باقاعدہ ادائیگی کے ساتھ جو کثرت سے بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریزی کرنا چاہتا ہو تو اس کا ذریعہ نوافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی سجدہ ریزی بہت پسند ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں نے کثرتِ نوافل کی راہ اختیار کی۔ انسان کو اختیار ہے کہ وہ رات دن میں جتنے نوافل چاہے پڑھے مگر شرعی لحاظ سے کچھ نفلی نمازیں ایسی ہیں جن کا درجہ فرضوں کے بعد عام نوافل سے قدرے زیادہ ہے کیونکہ ان نفلی نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ یہ نفلی نمازیں رات دن میں چند ہیں جن کی ادائیگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عین سنت ہے۔ نفلی نمازوں کی فضیلت درج ذیل ہے۔

احادیث فضیلت

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز بندے کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر اس کی نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب و بامراد ہو کر نجات پا جائے گا اور اگر نماز میں کوئی خامی یا کسی چیز کی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دیکھو میرے بندے کے نامۂ اعمال میں نفل ہیں؟ پس فرض نمازوں کی کمی نفلوں سے پوری کی جائے گی۔ پھر اسی طرح باقی اعمال زکوٰۃ وغیرہ کا حساب لیا جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر (نفل) نماز پڑھنا بہت افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر (نفل نماز) پڑھی اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہے۔ (رواہ البخاری)

نوافل کے مسائل

پنجگانہ نماز کے ساتھ جو نفل پڑھے جاتے ہیں وہ دراصل سنت غیر مؤکدہ ہی ہیں کیونکہ حدیث نبوی میں ان کا حکم موجود ہے لیکن فضیلت میں مؤکدہ سنتوں سے کم ہیں۔ مگر بہت اجر و ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ بلکہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اگر فرض نماز میں کوئی کمی اور خامی نکلی تو وہ نفلوں سے پوری کی جائے گی۔ لہٰذا فرض نمازوں کے اول یا آخر جس قدر نفل اور سنتیں بیان کی گئی ہیں ان کو بغیر کسی عذر کے ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔

کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت کے باوجود نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہے۔ ہاں کسی عذر یا تکلیف کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھیں تو ثواب میں کمی نہیں ہوگی یہ جو آج کل عام رواج پڑ گیا ہے کہ

نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اگر اس خیال سے بیٹھ کر پڑھتے ہیں کہ یہ افضل ہے تو یہ خیال قطعاً غلط ہے۔

قصداً نفل شروع کرکے توڑ دینے سے ان کی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ اور بلا عذر شرعی نفل شروع کرکے توڑ دینا حرام ہے۔ طلوع وغروب اور نصف النہار کے وقت نفل نماز شروع کی تو اس کو توڑ دینا واجب ہے اور دوبارہ صحیح وقت میں ان کی قضا بھی واجب ہے۔ دن رات کی مسنون نفلی نمازوں کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ تحیۃ الوضوء

وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ ایسے وقت میں وضو کے بعد جو فرض و سنت پڑھے جائیں تو وہی قائم مقام تحیۃ الوضوء کے بھی ہو جائیں گے۔ تحیۃ الوضو کی پہلی رکعت میں سورت کافرون اور دوسری میں سورت اخلاص پڑھنا مستحب ہے اور اس کی نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو برائے بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر!

وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَ وَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۞

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرے اور ان دونوں کے درمیان حضورِ قلب کے ساتھ رجوع ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ تحیۃ الوضو کا صلہ دخولِ جنت ہے بشرطیکہ یہ نوافل خشوع اور خضوع سے پڑھے جائیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَہٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَھَّرْ طُھُوْرًا فِیْ سَاعَۃٍ مِّنْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِکَ الطُّھُوْرِ مَا کُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلالؓ! اپنے اسلام لانے کے بعد کا کوئی ایسا عمل مجھے بتاؤ جس کی قبولیت کی تمھیں زیادہ امید ہو۔ کیونکہ میں نے جنت میں تمھارے جوتوں کی آواز اپنے آگے آگے سنی ہے، عرض کیا میں نے اسلام میں اس سے زیادہ پُرامید عمل نہیں کیا کہ میں رات اور دن میں جس وقت بھی وضو کرتا ہوں اس سے نماز پڑھتا ہوں جتنا پڑھنا میرے لیے مقدر ہے۔

(بخاری شریف)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَکَ اَمَامِیْ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَہٗ وَرَاَیْتُ اَنَّ لِلّٰہِ عَلَیَّ

حضرت بریدہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو بلا کر دریافت کیا کہ تم مجھ سے پہلے کس طرح جنت میں پہنچے۔ میں جنت میں داخل نہیں ہوا کہ میں نے تمھارے جوتوں کی آواز آتی سُنی۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے ہمیشہ اذان کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور میں ہمیشہ باوضو رہا اور

رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا۔

جب بھی وضو کیا تو یہ محسوس کیا کہ اللہ کی رضا کے لیے مجھ پر دو رکعتیں تحیۃ الوضو لازم ہیں سرکار دو عالم نے فرمایا کہ سبقت کی یہی وجہ ہے۔ (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تحیۃ الوضو کی دو رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پڑھنا سنت ہیں۔ یہ نوافل حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے خود بھی پڑھا کرتے تھے۔ لہذا یہ مفت کا ثواب ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا بڑا ہی نفع بخش ہے۔ خاص کر اہل تقویٰ اور صاحبان طریقت کو یہ نوافل پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ ان نوافل سے تقویٰ کی مزید توفیق ملتی ہے اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ تحیۃ المسجد

تحیۃ المسجد نماز کی دو رکعت ہیں لہذا جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کے لیے دو رکعت پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ یہ نوافل مسجد میں داخل ہونے کا شکرانہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ ۞

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کرے۔ (مسلم شریف)

(۱) یہ دو رکعت مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے پڑھنا سنت ہے۔ اگر بھول کر بیٹھ جائے تو پھر بھی پڑھ لے تو درست ہے۔ اس کی نیت یوں ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد کی۔ برائے بندگی اللہ تعالیٰ کی۔ منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔ نماز تحیۃ المسجد کی چار رکعت بھی منقول ہیں۔

(۲) ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں۔ اگر کوئی ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نماز عصر، وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح وتہلیل اور ذکر و درود میں مشغول رہے۔ مسجد کا حق ادا ہو جائے گا۔ (ردالمحتار)

(۳) فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لی تو تحیۃ المسجد ادا ہو گئی۔ اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔ اس نماز کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بہ نیتِ نماز گیا ہو بلکہ درس و ذکر وغیرہ کے لیے گیا ہو۔ (ردالمحتار)

(۴) اگر فرض یا اقتدا کی نیت سے مسجد میں گیا تو جو نماز ادا کی یہی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے فوراً بعد ہی پڑھے اور اگر کافی دیر کے بعد نماز پڑھنے کا ارادہ ہے تو تحیۃ المسجد پڑھے۔ (ردالمحتار)

(۵) اگر کوئی شخص بے وضو مسجد میں گیا یا اور کوئی وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو چار بار یہ پڑھ لے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" تو مسجد کا حق ادا ہو جائے گا۔ (دُرِّ مختار)

۳۔ نمازِ اشراق

نماز اشراق سورج بلند ہونے پر دو رکعت ہے اس کی چار رکعت پڑھنا بھی درست ہے۔ اس کا وقت طلوعِ آفتاب کے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور سورج کے اچھی طرح روشن ہونے تک رہتا ہے۔ اس کی نیت یوں کریں، کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز اشراق برائے بندگی اللہ تعالیٰ کی۔ منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔

زاہدوں اور عابدوں نے اس نماز کو بہت اہمیت دی ہے۔ اکثر اللہ والوں کے معمول میں یہ نماز بڑی پابندی سے شامل رہی ہے۔ اس نماز کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

گناہوں کی معافی

مندرجہ ذیل حدیث میں نماز اشراق پڑھنے والے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسِ رضہ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَلَهٗ خَطَايَاهُ وَ اِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ ؂

حضرت معاذ بن انس جہنی رضہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد جو شخص مصلے پر بیٹھا رہے اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر مصلے سے اٹھے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان سوائے اچھی بات کے اور کچھ نہ کہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ (اس سے مراد اشراق کی نماز ہے)۔ (ابوداؤد)

-:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نمازِ اشراق ادا کر کے ہی مسجد سے دولت خانہ پر تشریف لے جاتے۔ لہٰذا اس سنت پر عمل کرنا بڑی سعادت مندی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ؂

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اپنے مصلے پر بیٹھے رہتے۔ (ترمذی)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بھی مروی ہے:

حج اور عمرے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرما کر اپنی جگہ سے نہیں اٹھتے تھے یہاں تک کہ اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا یعنی سورج نکل

آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ اس وقت تک بیٹھا رہے کہ اس کے لیے اشراق کا وقت ہو جائے تو اس کی فجر کی نماز ایسی ہو جائے گی جیسے کسی کا مقبول حج اور عمرہ۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ نمازِ فجر پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک وہیں بیٹھے رہتے تھے۔ جب ان سے اس قیام کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا میں سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہوں (غنیۃ الطالبین)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّ عُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ ؕ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز باجماعت پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اس کے لیے پورے حج اور عمرہ کا ثواب ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے تین بار لفظ "تامۃ" (پورا) فرمایا

(ترمذی)

جنت میں درجات کا حصول

حضرت امام حسنؓ کا قول ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو شخص فجر کی نماز مسجد میں پڑھ کر وہیں بیٹھا طلوعِ آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتا رہے اور طلوعِ آفتاب کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض اللہ تعالیٰ جنت کے اندر دس لاکھ قصر مرحمت فرمائے گا اور ہر قصر کے اندر دس لاکھ حوریں ہوں گی اور ہر حور کے دس لاکھ خادم ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ اوابین میں سے ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۹۰)

نمازِ اشراق کی مسنون قرأت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک وہیں بیٹھا رہے پھر طلوعِ آفتاب

کے بعد چار رکعتیں مسلسل پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی، سات بار سورۂ اخلاص، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد والشمس وضحٰہا ایک بار، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور والسماء والطارق ایک بار۔ اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ستر ہزار فرشتے بھیجے گا۔ یعنی ہر آسمان سے دس فرشتے۔ اور ہر فرشتے کے پاس بہشتی خوان اور بہشتی رومال ہوں گے۔ یہ فرشتے ان خوانوں میں اس نماز کو رکھ کر رومال سے ڈھانپ کر اوپر لے جائیں گے۔ یہ فرشتے فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے گزریں گے تو وہ فرشتے اس نمازی کے لیے مغفرت طلب کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ خوان رکھے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے! تو نے میرے لیے نماز پڑھی اور میری عبادت کی۔ اب تو از سرِ نو عمل کر۔ تیرے پچھلے گناہ میں نے معاف کر دیے (غنیۃ الطالبین ص ۴۹۱)

یہی نماز اُس روایت کی تشریح ہے جس میں رسول اللہؐ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرمایا تھا "اے ابنِ آدم! میرے لیے شروع دن میں چار رکعت پڑھ جو آخر دن تک تیرے لیے کافی ہیں۔"

نمازِ اشراق باعثِ اضافۂ رزق

اہل دنیا کے لیے اس نماز کا پابندی سے پڑھنا اضافۂ رزق کا باعث بنتا ہے۔

لہٰذا جو شخص پابندی سے سات سال تک نمازِ اشراق پڑھے اور نماز پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ "یَا رَزَّاقُ یَا اَللّٰہُ" اور "یَا بَاسِطُ یَا اَللّٰہُ" پڑھے تو اللہ اس کی دنیاوی دولت میں اضافہ کر دے گا۔ اہلِ تقویٰ اگر یہ نماز پابندی سے پڑھیں تو اللہ کے ہاں ان کا شمار صالحین میں ہونے لگے گا اور اگر وہ اس نماز کے ساتھ رہبرِ کامل کی ہدایت کے مطابق ذکرِ الٰہی میں کثرت کریں تو خوابوں میں ان کی ملاقات اولیائے کرامؒ اور صحابہ کرامؓ کی روحوں سے ہوگی۔

نمازِ اشراق کا نعم البدل

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج نجد کی طرف روانہ کی۔ اس فوج نے بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا اور بہت جلد واپس آگئی۔ جو لوگ اس لشکر میں نہیں گئے تھے ان میں سے ایک نے کہا ہم نے کسی لشکر کو اتنی جلدی واپس آتے اور اتنا مالِ غنیمت لاتے نہیں دیکھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم لوگوں کو اس جماعت کا پتہ نہ دوں جو مالِ غنیمت حاصل کرنے میں بہتر اور واپس ہونے میں اس سے بھی تیز ہو، (لو سنو) یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں حاضر ہوں (یعنی صبح کی نماز جماعت سے پڑھیں) پھر بیٹھ کر طلوعِ آفتاب تک اللہ سبحانہٗ کا ذکر کرتے رہیں تو یہ لوگ جلد واپس آنے والے اور بہتر مالِ غنیمت حاصل کرنے والے ہیں۔ (ترمذی شریف)

۴۔ نمازِ چاشت

نمازِ چاشت بہت فضیلت والی نماز ہے۔ اس کی کم از کم دو، اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن ہو جانے پر پڑھی جائے۔ نمازِ چاشت کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

گناہوں کی مغفرت

نماز پڑھتے رہنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی شُفْعَةِ الضُّحٰی غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاشت کی دو رکعتوں پر پابندی کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے

وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

چاشت کی دو رکعت

چاشت کی نماز کم سے کم دو رکعت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

(بخاری ومسلم)

نماز چاشت کی چار رکعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی عموماً چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اَرْبَعًا وَیَزِیْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے اور جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا زیادہ پڑھتے۔

(مسلم شریف)

نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں

نماز چاشت کی آٹھ رکعت کے بارے میں حدیث مندرجہ ذیل ہے۔

عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ یَغْتَسِلُ،

حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں فتح مکہ کے سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا۔ غسل سے فراغت پر آپ نے

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ صَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ وَذٰلِكَ ضُحًی ؎

آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ اور یہ چاشت کی نماز تھی (بخاری شریف)

نماز چاشت کی بارہ رکعتیں

نمازِ چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت حسبِ ذیل ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الضُّحٰی ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِی الْجَنَّةِ ؎

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں۔ لیکن علماء کے نزدیک مختار چار ہی رکعتیں پڑھنا ہے۔ کیونکہ جن احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چار رکعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ احادیث زیادہ صحیح ہیں۔ پھر یہ کہ زیادہ احادیث و آثار چار رکعتوں ہی کے بارے میں منقول ہیں۔

صدقے کا نعم البدل

اسلام میں صدقہ دینے کا مقام بہت بلند ہے۔ نماز چاشت اس کا نعم البدل ہے لہذا جو شخص نماز چاشت پڑھتا ہو تو وہ صدقے کے مترادف ہو جاتی ہے۔ یہ بات حدیثِ پاک میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُصْبِحُ عَلٰی كُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر صبح سے صدقہ کرنا ... لازم ہو جاتا ہے۔ اور "سبحان اللہ" کہنا صدقہ ہے "الحمدللہ"

تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَتُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى ؎

کہنا صدقہ ہے۔ "لا الٰہ الا اللہ" کہنا صدقہ ہے "اللہ اکبر" کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں پڑھنا کافی ہے۔

(مسلم شریف)

جنت کا محل

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں، غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے، اس دن اس کی کفایت کی گئی۔ اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین (تابعداروں) میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے اور اس بندہ سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا جسے اپنا ذکر الہام کیا۔ (طبرانی)

پہاڑوں سے دعائیں کرائیں

نماز چاشت ادا کرنے والے کے لیے پہاڑ دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور پوچھا کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تمھارے لیے مستحکم پہاڑ دعا کریں؟ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا جی ہاں! میرے پروردگار! تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ چاشت کی نماز پابندی سے ادا کرتے رہو۔ (نزہۃ المجالس)

روزی میں برکت

نماز چاشت سے روزی میں برکت ہوتی ہے اور تنگدستی دور ہوتی ہے۔ چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ چاشت کی نماز رزق فراہم کرتی اور فقر دور کرتی ہے۔ (نزہۃ المجالس)

نمازِ چاشت کا عظیم اجر

نمازِ چاشت کی دو رکعت انسان کے تین سو ساٹھ جوڑوں کے لیے صدقہ ہیں۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْاِنْسَانِ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ ۔

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس کے لیے لازم ہے کہ ہر جوڑ کے لیے صدقہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس میں یہ طاقت ہے، تو حضورؐ نے فرمایا مسجد میں پڑے ہوئے تھوک کو دفن کرنا اور راستہ سے اذیت دینے والی چیز ہٹانا صدقہ ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو چاشت کی دو رکعت تیرے لیے کافی ہیں۔

(ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز یہاں تک پڑھتے کہ ہم کہتے کہ آپؐ اب اس کو کبھی نہ چھوڑیں گے اور جب چھوڑتے تھے تو اتنے دن چھوڑے رکھتے کہ ہم کہتے کہ آپؐ یہ کبھی نہ پڑھیں گے۔ (ترمذی)

بلندیٔ درجات

حضرت علی بن حسین بواسطہ اپنے والد ماجدؓ اپنے دادا رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جمعہ کا سارا دن نماز کا دن ہے۔ جو بندہ کھڑا ہوا وقت بلند ہونے سورج کے نیزہ بھر یا اس سے زیادہ۔ پھر وضو کیا اور کامل وضو کیا اور ضحٰی کی دو رکعتیں یقین سے اور ثواب کے لیے ادا کیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لیے دو سو نیکی لکھتا ہے اور دور کرتا ہے اس سے دو سو برائیاں۔ اور جو

چار رکعتیں پڑھے اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں اس کے لیے چار سو درجے بلند کرتا ہے اور جس نے آٹھ رکعتیں پڑھیں اللہ تبارک وتعالیٰ بہشت میں اس کے آٹھ سو درجے بلند کرتا ہے اور اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور جس نے بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے دو ہزار اور دو سو نیکی لکھتا ہے اور اس سے دو ہزار اور دو سو برائی دور کرتا ہے اور بہشت میں اس کے لیے دو ہزار دو سو درجے بلند کرتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

نمازِ چاشت کی قرأت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نمازِ چاشت میں سورہ والشمس وضحٰہا اور والضحیٰ الخ پڑھے۔ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے بالاسناد روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی، تین بار سورۂ اخلاص پڑھی تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جن کے ہاتھ میں سفید کاغذ اور نور کے قلم ہوتے ہیں جو اس نماز کا ثواب تا قیامِ قیامت لکھتے رہیں گے۔ قیامت کے دن فرشتے اس کی قبر پر آئیں گے۔ ہر فرشتے کے پاس بہشتی لباس کا جوڑا اور تحفہ ہوگا فرشتے کہیں گے اے صاحبِ قبر! اللہ کے حکم سے اٹھو کیونکہ تم ان میں سے ایک ہو جن کو اللہ نے عذاب سے امن عطا فرما دیا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

۵۔ صلوٰۃ الاوّابین

مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نماز نفل تین سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسے صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ یہ نماز مستحب ہے اور اس نماز کا نام صلوٰۃ الاوابین ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے۔ اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت ہے اس نماز کا وقت نمازِ مغرب کے بعد سے نمازِ عشاء کے پہلے تک ہے۔ اس کی کم سے کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعت ہیں اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ

ہے کہ نماز مغرب کے بعد دو دو رکعت کر کے پڑھیں اور نیت یوں کریں کہ دو رکعت نفل صلوٰۃ الاوابین برائے بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ قبلہ شریف کی طرف۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دیں۔

اس نماز کے بہت سے فوائد اور روحانی اسرار ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد جو شخص بخشش کی دعا مانگے انشاء اللہ قبول ہوگی۔ اگر آخرت طلب کرے تو اسے بذریعہ خواب جنت کی بشارت ملے گی۔ اکثر اللہ والوں کے معمول میں اس نماز کا پڑھنا شامل رہا ہے۔ احادیث میں اس نماز کے حسبِ ذیل فضائل بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ کثیر اجر کا ملنا نماز اوابین پڑھنے کا اجر بہت زیادہ ہے جو حدیث پاک میں یوں بیان ہوا ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَکَعَاتٍ لَمْ یَتَکَلَّمْ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَهٗ بِعِبَادَةِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ سَنَةً ؂

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان دونوں کے درمیان بات نہ کی تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔

(ترمذی)

اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص نماز مغرب کے بعد اوابین کے چھ نوافل پڑھے تو اسے بارہ برس کی عبادت کا اجر ملے گا۔ مراد یہ ہے کہ فرضی عبادت کرنے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اللہ کی عبادت کرنا چاہے تو اس کا اجر بڑی اجر ہے اس لیے اوابین کے نوافل کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

۲۔ جنت میں گھر صلوٰۃ الاوابین کے فضائل کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ ؕ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت نماز (نفل) پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(ترمذی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اوابین کی بیس رکعت اگر پڑھی جائیں تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کے باعث پڑھنے والے کو جنت عطا فرمائے گا۔ مراد یہ ہے کہ فرض نمازوں کی پابندی کرنے کے بعد جو نوافل پڑھے تو اس کا یہ فعل بارگاہِ رب العزت میں بہت مقبول ہو گا اور ایسا کرنے والا جنت کا حقدار ہو گا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد بات چیت کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کو حظیرۃ القدس (جنت) میں رہنے کے لیے جگہ عطا فرمائے گا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اگر وہ چار رکعتیں پڑھ لے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے حج پر حج کیا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اگر وہ چھ رکعتیں پڑھے تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

۳۔ گناہوں کی بخشش

حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ برابر ہوں۔ (طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک سب نمازوں سے زیادہ پیاری مغرب کی نماز ہے کیونکہ اس نماز سے آدمی اپنے دن کو ختم کرتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے۔ اور مسافر یا مقیم سے اس میں کمی نہیں کی جاتی۔ جو جو اس نماز کو پڑھے اور اس کے بعد کسی قسم کی کلام کرنے کے سوا چار رکعتیں پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کے واسطے دو محل بہشت میں بنا دیگا جس میں یاقوت اور مروارید جڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں باغ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جو آدمی مغرب کی نماز پڑھے اور اس کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان میں کسی قسم کا کوئی کلام نہ کرے تو خداوند تعالیٰ اس کے چالیس برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رض کا یہ دستور تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (غنیۃ الطالبین)

۴۔ جنت میں دو محل ملنا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان جامع مسجد میں اپنے نفس کو بند رکھے اور نماز اور قرآن پڑھنے کے سوا اور کوئی کلام نہ کرے تو خداوند تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ بہشت میں اس کے واسطے دو محل بنائے اور ان میں سے ہر ایک کی وسعت اس قدر ہو جس قدر ایک سو برس کے راہ کی مسافت ہوتی ہے اور ہر ایک محل کے درمیان ایک ایسا باغ ہو کہ اگر دنیا کے تمام لوگ اس باغ میں مہمان بنیں تو ان کو سما لے۔ (غنیۃ الطالبین)

۵۔ چار رکعت اوّابین کا صلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی مغرب کی نماز کے بعد چار رکعت ادا کرے۔ اور ان میں کسی سے بات چیت نہ کرے تو اس کے عمل کو فرشتے علیین میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس کو یہ مرتبہ عطا کیا جاتا ہے کہ گویا اس نے مسجد اقصیٰ میں شب قدر کو

پالیا ہے اور نصف رات کی نماز سے بہتر ہے۔

۶۔ صلوٰۃ اللیل اور نمازِ تہجّد

صلوٰۃ اللیل کا مطلب رات کی نماز ہے لہذا جو نماز رات کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے اسے صلوٰۃ اللیل کہتے ہیں اور جو نماز عشاء کی نماز پڑھ کر سو جانے کے بعد دوبارہ اٹھ کر پڑھی جاتی ہے اسے نماز تہجد کہا جاتا ہے۔ نماز تہجد اللہ والوں کی محبوب نماز ہے۔ پانچوں وقت کی فرض نمازوں کے بعد یہ نماز سب سے افضل ہے۔ یہ نماز عموماً رات کے پچھلے پہر پڑھی جاتی ہے۔ تہجد کے لیے سونا شرط ہے۔ سونے سے پہلے رات کو جو نوافل پڑھیں گے وہ تہجد میں شمار نہیں ہوں گے۔ تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ لیکن بعض حضرات بارہ رکعت تک بھی قرار دیتے ہیں۔ اس نماز کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نمازِ تہجّد باعثِ نزولِ رحمت ہے

نماز تہجد کی ایک برکت یہ ہے کہ تہجد پڑھنے والوں پر اللہ کی خصوصی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس وقت مانگی جانے والی دعائیں بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات رب کریم آسمان دنیا کی جانب نزولِ رحمت فرماتا ہے اور جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو وہ فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو سنوں

مَنْ يَسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ ۞

اور قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں. کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخشوں۔

(بخاری شریف)

۲۔ دنیا و آخرت کی بھلائی

رات کے آخری وقت میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں بیدار ہونے والے کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہوتی ہے اور یہ نماز تہجد پڑھنے ہی سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا رات کے پچھلے پہر میں یہ نماز پڑھنی چاہیئے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ ۞

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ نہیں پاتا اس کو کوئی مسلمان فرد مگر اس میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا خیال کرتا ہے تو وہ اس کو مل جاتی ہے اور یہ گھڑی ہر شب میں ہوتی ہے۔

(مسلم)

۳۔ حضرت داؤدؑ کا طرزِ عمل

حضرت داؤد علیہ السلام بھی رات کے پچھلے پہر کو بہت پسند فرماتے تھے. اس میں بیدار ہو کر خود بھی اللہ کی عبادت کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الصَّلٰوةِ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازوں میں سب سے زیادہ محبوب نماز

إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاؤُدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاؤُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا ❀

اللہ کے نزدیک حضرت داؤدؑ کی نماز ہے اور بہترین روزوں میں حضرت داؤدؑ کے روزے ہیں ۔ وہ آدھی رات سوتے ۔تہائی رات قیام کرتے ۔ رات کے چھٹے حصے میں پھر سوتے ایک دن روزہ رکھتے دوسرے دن افطار کرتے ۔ (ابوداؤد)

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سو جاتے ۔ پھر بیدار ہو کر نماز تہجد ادا فرماتے ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ تَعْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِيْ اٰخِرَهٗ ثُمَّ اِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَى اَهْلِهٖ قَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَنَامُ فَاِنْ كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْاَوَّلِ جُنُبًا وَثَبَ فَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ❀

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ اول رات میں سو جاتے اور آخر رات کو زندہ کرتے یعنی بیدار رہتے اور جب اپنے اہل کے ساتھ کوئی ضرورت ہوتی تو اس کو پورا کرتے تھے ۔ پھر سو جاتے تھے ۔ اگر اذان اول (تہجد کی اذان) کے وقت غسل کی ضرورت ہوتی تو پہلے غسل فرماتے ورنہ وضو کرتے اور دو رکعت ادا فرماتے تھے ❀

۵۔ نمازِ تہجد گناہوں سے بچاتی ہے

گناہوں سے بچنے کے لیے جو شخص باقاعدگی سے نماز تہجد پڑھنے لگے گا وہ انشاء اللہ گناہوں سے محفوظ رہے گا ۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمَکْفَرَۃٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَ مَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ ؀

ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے رات کا قیام لازمی ہے کیونکہ یہ تم سے پہلے بزرگوں کا طریقہ ہے۔ رب کریم کے تقرب اور گناہوں سے دور رہنے کا سبب بھی ہے۔

(ترمذی)

حکایت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ابتدائی حالاتِ زندگی میں مذکور ہے کہ آپؒ ایک عورت پر اس درجہ شیفتہ و فریفتہ تھے کہ کسی کل چین نہ آتا تھا۔ سردی کا موسم تھا، ایک رات محبوبہ کے مکان کی دیوار کے ساتھ صبح تک لگے کھڑے رہے۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپؒ نے خیال کیا کہ عشاء کی اذان ہوئی ہے۔ لیکن فوراً ہی آدمیوں کی آمدورفت اور روشنی نمودار ہونے پر معلوم ہوا کہ میں ساری رات محبوبہ کی دیوار سے لگا کھڑا رہا ہوں۔ دل پر چوٹ لگی اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا، مبارک کے بیٹے! شرم کر۔ ایک عورت کی خاطر تو نے ساری رات گزاری، اگر نماز میں ساری رات کھڑا رہتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ فوراً توبہ کی اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور یہاں تک درجہ حاصل کر لیا کہ ایک روز آپؒ کی والدہ نے دیکھا کہ آپؒ ایک درخت کے نیچے سو رہے ہیں۔ اور ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں لیے مگس رانی کر رہا ہے ؎

جو کہ اس در کا ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی
جو کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

(قصص الاولیاء)

۶۔ اللہ کی قُربت نماز تہجد پڑھنے میں اللہ کی قربت ہے لہٰذا اللہ کا خاص بندہ بننے کے لیے نماز تہجد اپنے اوپر لازم کرنی چاہیے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَۃِ فَکُنْ ؂

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے نصف آخر میں اللہ اپنے بندے سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اگر تجھ میں یہ استطاعت ہو کہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو اس وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں، تو ایسا کر۔ (ترمذی)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہر وہ شخص جو رات کو عبادت کا عادی ہو اور اس کو نیند آجائے تو اس کے نامۂ اعمال میں رات کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور نیند کو اس پر بخش دیا جاتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

۷۔ افضل نماز

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَۃِ صَلٰوۃٌ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ ؂

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا نمازوں کے بعد افضل نمازوں میں سے نصف رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔ (مسند امام احمد)

۸۔ جنت کے بالاخانے

جنت کے اعلیٰ مقام تہجد گزاروں کے لیے ہیں اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے :

عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایسی صاف کھڑکیاں ہیں

غُرَفًا تُرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔

جن کے اندر سے باہر کے اور باہر سے اندر کے مناظر دیکھے جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو بات میں نرمی کرتے ہیں اور (غریبوں کو) کھانا کھلاتے ہیں۔ مسلسل روزہ رکھتے ہیں اور جس وقت دوسرے لوگ سوتے ہیں تو وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(شعب الایمان)

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے اور اس وقت منادی پکارے گا کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خوابگاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے۔ یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔ پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔ (بیہقی)

۹۔ جنّت میں داخلہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو کثرت سے لوگ حاضر خدمت ہوئے۔ میں بھی حاضر ہوا۔ جب میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں ہو سکتا۔ پہلا ارشاد جو میں نے آپ کی زبانِ حق ترجمان سے سنا وہ یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! سلام کو عام کرو، اور کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

۱۰۔ اہلِ خانہ کو نمازِ تہجد کی ترغیب

خود نماز تہجد کے لیے بیدار ہو کر اپنے اہل خانہ کو نماز تہجد کی ترغیب دینے کا

اجر بہت زیادہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ اِمْرَاَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ۔ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے خود رات میں اٹھ کر نماز ادا کی اور اپنی بیوی کو نماز کے لیے اٹھایا اور اگر وہ اٹھنے کے لیے تیار نہ ہوئی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر اٹھایا اور اللہ تعالیٰ اس خاتون پر رحمت فرمائے جو خود رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اس نے اپنے شوہر کو نماز کے لیے اٹھایا اور اگر وہ اٹھنے کے لیے تیار نہ ہوا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ (ابوداؤد نسائی)

-:-

حکایت خواجہ حضرت حسن صالح رح کے پاس ایک کنیز تھی جس کو فروخت فرما دیا جب وہ خریدنے والے کے یہاں پہنچیں تو آدھی گذرنے پر اٹھ بیٹھیں اور بآواز بلند کہنے لگیں کہ اے گھر والو! نماز! نماز! انھوں نے متعجب ہو کر دریافت کیا کہ کیا صبح ہوگئی؛ اس کنیز نے فرمایا آپ لوگ فرض نماز کے سوا اور نماز نہیں پڑھتے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ کنیز صبح کو حضرت حسن صالح رح کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ آپ نے ایسے لوگوں کے ہاتھ مجھے فروخت فرما دیا جو نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ مجھے واپس فرمالیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن صالح رح نے اسے واپس لے لیا۔

۱۱۔ اللہ کن لوگوں سے خوش ہوتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت سے پتہ چلتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ وہ روایت درج ذیل ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ یَّضْحَکُ اللّٰہُ اِلَیْہِمُ الرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّیْلِ یُصَلِّیْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِی الصَّلٰوۃِ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ ؛

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ خوش ہوتا ہے (۱) وہ جو رات کو نماز کے لیے کھڑا ہو (۲) وہ لوگ جو نماز کے لیے صف بندی کریں (۳) وہ لوگ جو دشمن اسلام سے لڑنے کے لیے صف بندی کریں۔

(شرح السنہ)

حکایت حضرت عبداللہ حسین رح فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک کنیز تھی۔ میں نے آدھی رات گزرنے پر دیکھا کہ سجدہ میں پڑی کہہ رہی ہے "یا الٰہی! میرے ساتھ جو تجھ کو محبت ہے اس کے وسیلے سے میری مغفرت فرما دے" میں نے کہا یوں نہ کہو۔ بلکہ یوں کہو کہ مجھ کو جو تیرے ساتھ محبت ہے یا الٰہی! اس کے وسیلے سے میری مغفرت فرمادے۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے محبت نہ فرماتا ہو۔ کنیز نے کہا خاموش رہو۔ اس کو میرے ساتھ محبت ہے جبھی تو مجھے دارالکفر سے نکال کر دارالاسلام میں پہنچایا۔ وہ مجھ سے یقیناً محبت فرماتا ہے جبھی تو مجھے بیدار کرکے اپنی جناب میں سجدہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور تم کو بستر پر سوتا رکھا۔ حضرت عبداللہ حسین رح فرماتے ہیں کہ اس گفتگو سے متاثر ہو کر میں نے اس سے کہا کہ اللہ کے لیے میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ کنیز نے کہا کہ اے میرے آقا! تم نے میرے ساتھ برا کیا۔ اب تک مجھے دو اجر ملتے تھے۔ ایک تمھاری خدمت کا اور ایک اپنے مالک حقیقی کی خدمت (عبادت) کا۔ اب ایک ہی رہ گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس کنیز نے ایک چیخ مار کر کہا "یہ تو میرے مجازی مالک کی جانب سے آزادی ہے حقیقی مالک کی جانب سے آزادی کیسی ہوگی" پھر زمین پر گری۔ اور

اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

۱۲۔ نماز کا ایک فائدہ

نمازِ تہجد کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی بری عادت ہو تو بہت جلد اس نماز کی برکت سے ختم ہو جاتی ہے اور نماز پڑھنے والا نیکیوں کی طرف راغب ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ۔ فَقَالَ اِنَّهٗ سَتَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ ۞

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح کو چوری کرتا ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جلد ہی نماز اس کو چوری سے باز رکھے گی۔ (احمد، بیہقی)

۱۳۔ نمازِ تہجد باقاعدہ پڑھو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد شروع کرکے اسے ترک کرنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا جو شخص اعتکاف میں تہجد کا عادی ہو جائے تو اس کے بعد بھی اسے نمازِ تہجد کو جاری رکھنا چاہیئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَكَ قِیَامَ اللَّیْلِ ۞

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! تم اس شخص کی طرح نہ ہونا جو پہلے رات کو قیام کرتا تھا بعد میں اس نے رات کا قیام ترک کر دیا۔

(بخاری شریف)

۱۴۔ نمازِ تہجد قبر کی وحشت سے بچائے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا اے ابوذرؓ! جب تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو زادِ راہ تیار کرتے ہو؟ عرض کیا

جی ہاں! سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے طویل راستہ کا سفر کیسے کرو گے؟ اے ابوذرؓ! میں تمھیں ایسی چیز نہ دوں جو تم کو قیامت کے دن نفع دے؟ حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کی پیارے آقا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور ارشاد فرمایئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن کے لیے سخت گرمی کے دن کے لیے سخت گرمی کے دن روزہ رکھو، قبر کی وحشت کو دور کرنے کے لیے اندھیری رات میں دو رکعت نفل پڑھو۔ اہم امورِ قیامت کے لیے حجت کے طور پر حج کرو۔ مسکین پر صدقہ کرو، حق بات کہو اور بُری بات کہنے سے خاموش رہو۔ (مکاشفۃ القلوب)

۷۔ صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃِ تسبیح نفلی نمازوں میں سے ہے اسے نمازِ تسبیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی ہر ایک رکعت میں ۷۵ مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اس کا پڑھنا مستحب ہے اس نماز کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ ممنوعہ اوقات کو چھوڑ کر جب دل چاہے پڑھ لے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی چار رکعت پڑھی ہیں اس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ یہ نماز آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمھارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، غلطی سے اور عمداً کیے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپے اور ظاہر سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو، اگر ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو۔ اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں پڑھ لیا کرو۔ ہر مہینہ میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ ضرور پڑھ لو۔ اس حدیث کا متن یہ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ

لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَلَا اُعْطِيْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اُخْبِرُكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ قَدِيْمَهٗ وَحَدِيْثَهٗ خَطَاهٗ وَعَمَدَهٗ صَغِيْرَهٗ وَكَبِيْرَهٗ سِرَّهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَاُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتٰبِ وَسُوْرَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ فَتَقُوْلُهَا

سے فرمایا چچا جان! کیا آپ کو خبر نہ دوں اور محروم رکھوں اور آپ کو دس خصلتیں تعلیم نہ کروں اور اگر آپ اس کے مطابق عمل کریں تو اللہ تعالے آپ کے اگلے پچھلے، پرانے اور نئے، لاعلمی سے کیے ہوئے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔ آپ چار رکعت نماز اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھیں۔ پہلی رکعت میں قرأت کے بعد کھڑے ہو کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھیں۔ پھر یہی تسبیح رکوع میں دس مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہو کر دس مرتبہ، پھر سجدہ میں دس مرتبہ۔ پھر سجدہ سے اٹھیں اور بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر دوسرے سجدے میں دس مرتبہ، پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر دس مرتبہ پڑھیں اس طرح ہر رکعت میں اس تسبیح کی تعداد ۷۵ مرتبہ ہو جائے گی۔ اسی طرح ہر رکعت میں کریں۔ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو یہ نماز روزانہ پڑھیں اور اگر ممکن نہ ہو تو ہر جمعہ کو۔ اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ،

عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً ۔ (ابوداؤد)

اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔

صلوٰۃ تسبیح پڑھنے کا ایک اور طریقہ

صلوٰۃ تسبیح پڑھنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نمازِ تسبیح کی نیت کرنے کے بعد دونوں ہاتھ حسبِ معمول کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ناف کے نیچے باندھ لیں۔ اب ثنا پڑھیں پھر ۱۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" پھر اعوذ، بسم اللہ، سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھنے کے بعد یہی تسبیح دس بار پڑھیں۔ اب رکوع میں جائیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تین بار کہنے کے بعد یہی تسبیح دس بار پڑھیں۔ اب رکوع سے کھڑے ہو جائیں اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر سجدہ میں جائیں اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار کہنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر جلسہ میں بھی یہی تسبیح دس بار پڑھیں پھر دوسرے سجدہ میں بھی پہلے سجدہ ہی کی طرح دس بار پڑھیں۔ یہ ایک رکعت میں کل پچھتر بار تسبیح ہوئیں اور آپ کو چار رکعت میں تین سو بار تسبیح پڑھنا ہے۔ اب دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پندرہ بار اور قرأت کے بعد دس بار پڑھیں اور اسی طرح گزشتہ رکعت کی طرح یہ رکعت بھی مکمل کر کے قعدہ میں التحیات کے بعد درود ابراہیمی پڑھیں۔ قعدہ میں تسبیحات نہ پڑھیں۔ پھر تیسری رکعت

میں ثنار کے بعد پندرہ بار یہی تسبیح پڑھیں، پھر اعوذ اور بسم اللہ کے بعد قرأت کریں اور پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں، پھر رکوع، قومہ، دونوں سجدوں اور جلسہ میں بھی حسبِ معمول یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر چوتھی رکعت میں قرأت سے پہلے پندرہ بار پڑھیں پھر قرأت کے بعد دس بار، پھر گزشتہ رکعتوں کی طرح رکوع وسجود وغیرہ میں تسبیح پڑھیں۔ پہلے کی طرح آخری قعدہ میں بھی تسبیح نہیں پڑھیں گے۔ اب قعدہ مکمل کرنے کے بعد سلام پھیر دیں۔

مسئلہ ۱: صلوٰۃ التسبیح میں کل تین سو بار تسبیح پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں پچھتر بار پڑھتے ہیں۔

مسئلہ ۲: بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ تکاثر، دوسری میں والعصر، تیسری میں قُل یاایہا الکافرون اور چوتھی میں قل ہو اللہ شریف پڑھیں۔ اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو دوسری کوئی بھی سورتیں پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ ۳: رکوع وسجود میں سُبحان ربی العظیم اور سُبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے بعد تسبیحات پڑھیں۔ (شامی)

مسئلہ ۴: اگر سجدۂ سہو واجب ہو اور سجدے کریں تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں۔

مسئلہ ۵: اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لیں تاکہ یہ مقدار پوری ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھ لیں۔ مثلاً قومہ کی سجدہ میں کہیں اور اگر رکوع میں بھولیں تو اسے قومہ کی بجائے سجدہ میں پڑھیں کیونکہ قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور پہلے سجدہ میں بھولیں، تو جلسہ کی بجائے دوسرے سجدہ میں پڑھیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۶: تسبیح انگلیوں پر نہ گنیں بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کریں ورنہ انگلیاں دبا کر گنتی کریں۔ (دُرِ مختار)

مسئلہ ۷: مکروہ وقت کے علاوہ ہر وقت یہ نماز پڑھ سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے

کہ ظہر سے پہلے پڑھیں۔ (عالمگیری)

۸۔ نمازِ توبہ

نمازِ توبہ سے مراد یہ ہے کہ گناہ سرزد ہونے پر اللہ کے حضور اس گناہ کی معافی مانگی جائے۔ یوں تو ہر وقت اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر استغفار کرتے رہنا اہل تقویٰ کا شیوہ ہے کیونکہ گزشتہ گناہوں پر اظہار ندامت ہی اصل توبہ ہے لیکن اگر کسی شخص سے کوئی ایسا گناہ ہو جائے جس سے انسانی ضمیر انسان کو توبہ پر مائل کرے تو اس وقت نادم ہو کر وضو کر کے اللہ کے حضور حاضر ہو جانا چاہیئے اور دو رکعت نفل نمازِ توبہ ادا کرنی چاہیئے اور آئندہ دل میں پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے کہ آئندہ ایسی برائی نہیں کروں گا۔ تو اللہ غفور رحیم ہے، اپنے بندوں کو معاف کرنے والا ہے۔ نمازِ توبہ کا ثبوت مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّصَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَامِنْ رَّجُلٍ یُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَهَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔ ثُمَّ قَرَاَ: وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی صداقت کے ساتھ مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نہیں ہے کوئی آدمی جو گناہ کرنے کے بعد وضو کر کے نماز پڑھے۔ پھر اللہ سے بخشش کا طالب ہو تو اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ پھر اسی کی تلاوت کی: (ترجمہ) اور وہ لوگ جو برائی کے بعد یا اپنے نفوس پر ظلم کے بعد اللہ کا ذکر کریں اور اس سے مغفرت مانگیں۔ (ترمذی)

توبہ کا ایک اور طریقہ جو صوفیاء کے ہاں رائج ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب صادق کسی شیخ کامل کے پاس باطنی رہنمائی کے لیے آتا ہے تو وہ سب سے پہلے

اسے توبہ کا درس دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ جاؤ اور پہلے اچھی طرح وضو یا غسل کرکے آؤ۔ جب وہ اپنے جسم اور لباس کو پاک صاف کرکے آتا ہے تو شیخ کامل اسے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔ تو اس کی ہدایت کے مطابق جب بندہ اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر توبہ کے لیے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھتا ہے تو شیخ کامل کی توجہ سے اس شخص پر انوارِ توبہ کا نزول ہوتا ہے۔ وہ بندہ گڑگڑا کر اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ اپنے کیے پر ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے تو اللہ اپنی صفت غفور الرحیمی کے پیشِ نظر اسے معاف کر دیتا ہے۔

۹۔ صلوٰۃ حاجت

انسانی زندگی میں حاجات کسی نہ کسی صورت میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ انھیں پورا کرنا اللہ کا کام ہے۔ لہٰذا اس کے حضور دو رکعت نفل پڑھ کر التجا کرنا صلوٰۃِ حاجت کہلاتا ہے لہٰذا لوگوں کو اپنی حاجات کے لیے اللہ کے حضور صلوٰۃ حاجت پڑھنی چاہیے۔ اس کے بارے میں حدیث پاک میں یہ مذکور ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ رضہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهٗ أَمْرٌ صَلّٰى ۞ (ابوداؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی وقت پیش آتی تھی تو وہ نماز پڑھتے تھے۔

نمازِ حاجت کی دو رکعت پڑھیں یا چار رکعت پڑھیں۔ اگر چار رکعت پڑھیں تو حدیث شریف میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھیں اور باقی تین رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھیں۔ نماز کے بعد مذکورہ دعائیں پڑھیں۔ تو یہ چار رکعتیں ایسی ہیں گویا شبِ قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں

کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور تمام حاجتیں اللہ نے پوری فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے۔ تو وہ اچھی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ. لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۔

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو حلیم و کریم ہے۔ پاک ہے اللہ، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے اور سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں اور تیری بخشش کے ذرائع مانگتا ہوں اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ الٰہی! میرے ہر گناہ کو بخش دے اور میرے ہر غم کو دور کر دے اور میری ہر حاجت کو جو تیری رضا کے موافق ہو پورا کر دے، اے سب سے زیادہ مہربان اللہ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضورؐ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے عافیت (آنکھیں) دے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر اور یہ صبر تیرے لیے بہتر ہے۔ اس صحابیؓ نے عرض کی حضور دعا فرمائیں۔ آپؐ نے حکم دیا کہ جاؤ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور دعا مانگو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی بینائی لوٹ آئی۔

نمازِ حاجت پڑھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کوئی حاجت طلب کرنا ہو، یا

اس کو کوئی سخت مشکل در پیش ہو تو اچھی طرح وضو کر کے یہ دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ سے فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ تک پڑھے۔ پھر تشہد اور درود پڑھ کر سلام پھیرے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ یَا مُؤْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّیَا صَاحِبَ کُلِّ فَرِیْدٍ وَّیَا قَرِیْبًا غَیْرَ بَعِیْدٍ وَّیَا شَاهِدًا غَیْرَ غَائِبًا وَّیَا غَالِبًا غَیْرَ مَغْلُوْبٍ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَّ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الَّذِیْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَ خَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّتَقْضِیْ حَاجَتِیْ ؛

اے اللہ! ہر اکیلے کے غمگسار۔ ہر یگانہ کے یار و مددگار۔ اے وہ قریب جو کسی سے دور نہیں، تو ہر وقت باخبر ہے۔ تو کبھی کسی سے دور نہیں ہوتا۔ تو غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں ہوتا۔ میں تجھ سے تیرے اس نام کی طاقت مانگتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اے وہ کہ تجھے کبھی اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط تو ہمیشہ قائم اور زندہ ہے۔ سب کے منہ عاجزی اور لجاجت کے ساتھ تیری طرف لگے ہیں۔ سب آوازیں تیرے حضور عاجزی کر رہی ہیں۔ تمام دل تیرے خوف سے کانپ رہے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود و سلام بھیج۔ اور میرے کام میں کشادگی پیدا کر دے اور میری حاجت پوری فرما۔

تو اس کے پڑھنے والے کی حاجت و مراد پوری ہو جائے گی۔

۱۰۔ نمازِ استخارہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو بتایا کہ جب کوئی اہم مسئلہ یا کام درپیش ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم کرو۔ اس رضا کے معلوم کرنے کو استخارہ کہا جاتا ہے۔ اہلِ تقویٰ کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ جب انہوں نے کوئی اہم کام کرنا ہو تو وہ اس سے پہلے استخارہ کر لیتے ہیں۔ پھر استخارہ سے ملی ہوئی رہنمائی کے مطابق کام سرانجام دیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد لینے کے لیے استخارہ نہ کرنا کم نصیبی کی بات ہے، لہٰذا کسی سفر پر جانا ہو، کوئی معاہدہ کرنا ہو، کسی کاروبار میں شرکت کرنا ہو، نیا کاروبار شروع کرنا ہو، کوئی مکان خریدنا ہو یا فروخت کرنا ہو زمین کی خرید و فروخت کرنا ہو، گویا جو بھی نیا کام کرنا ہو تو اس کے لیے پہلے استخارہ کرنا بہتر ہے۔

استخارہ نیک اور صالح لوگوں کا طریقہ کار ہے اس لیے جو شخص استخارہ کرنا چاہے اس کا نیک نیت ہونا لازم ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے لہٰذا استخارہ نیک کاموں کے لیے ہی کرنا چاہیئے۔

صالحین کا کہنا ہے کہ نمازِ استخارہ کی دو رکعت ہیں۔ جب کوئی مہم پیش آئے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں تردّد ہو تو اس وقت یہ نماز پڑھنا سنت ہے۔ پاک اور صاف لباس پہن کر، تازہ وضو کر کے دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھی جائے۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے اور اس دعا کے اول و آخر الحمد شریف اور درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ دعا کے بارے میں حدیث پاک یہ ہے؛

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ ہمیں دعائے استخارہ کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح آیاتِ قرآنی سکھاتے تھے

اور یہ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ ۔

خداوندا! میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے طلب خیر کرتا ہوں اور تیری قدرت کاملہ سے اس کام کے لیے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیری عظیم ذات سے فضل طلب کرتا ہوں، تُو صاحب قدرت ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا تُو جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ تُو چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ یہ کام اگر میرے لیے میرے دنیاوی اور معاشی معاملات میں درست ہے اور میرے مآل کار میں بھی، اور اس جہان میں بھی اور آخرت میں بھی.... شکِ راوی .... تو اس کام کو میرے لیے مقدر اور آسان فرما اور اس میں برکت عطا کر۔ لیکن تیرے علم میں ہے کہ اگر یہ کام میرے لیے دین اور دنیا میں مناسب نہیں، میری زندگی اور مآل کار میں بہتر نہیں (یا یہ فرمایا) کہ یہ کام اس دنیا میں اور آخرت میں اچھا نہیں تو مجھے اس کام سے اور اس کام کو مجھ سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر فرما دے۔ جہاں بھی ہو پھر مجھ کو اس سے مانوس کر دے۔ اس دعا کے بعد اپنی (خصوصی) حاجت کا نام لے۔

(بخاری)

اور جب هٰذا الامر پر پہنچے جس نقطہ پر لکیر لگی ہے تو اس کے پڑھتے وقت اپنے کام کا خیال کرے۔ اس کے بعد پاک صاف بستر پر قبلہ کی طرف منہ کرکے باوضو سو جائے اور جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات مضبوطی سے دل میں آجائے وہی بہتر ہے اسی کو کرنا چاہیئے۔ اگر ایک دن کچھ نہ معلوم ہو تو پھر دوسرے دن ایسا ہی کرے۔ اسی طرح سات دن تک کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

سفرِ تجارت یا حج کے لیے استخارہ

اگر کوئی شخص سفر یا کسی تجارت کا ارادہ رکھتا ہو یا حج اور زیارتِ روضۂ اقدس کا خیال رکھتا ہو تو اس کے لیے بھی استخارہ کر لینا بہتر ہے۔ اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ دو رکعت نفل پڑھے اور دعائے استخارہ میں ان الفاظ کو بڑھائے اور پھر سو جائے۔ اللہ کو پسند ہوا تو بذریعہ خواب صحیح بات کا اشارہ ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْخُرُوْجَ فِيْ وَجْهِيْ هٰذَا بِلَا ثِقَةٍ مِّنِّيْ بِغَيْرِكَ وَلَا رَجَاءٍ اِلَّا بِكَ وَلَا قُوَّةٍ اَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَلَا حِيْلَةٍ اَلْجَاُ اِلَيْهَا اِلَّا طَلَبَ فَضْلِكَ وَالتَّعَرُّضَ لِمَعْرُوْفِكَ وَرَحْمَتِكَ وَالسُّكُوْنَ اِلٰى حُسْنِ عِبَادَتِكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ قَدْ سَبَقَ لِيْ فِيْ وَجْهِيْ هٰذَا مِمَّا اُحِبُّ وَاَكْرَهُ اَللّٰهُمَّ فَاصْرِفْ عَنِّيْ

اے اللہ! میں اس طرف اپنے مقصد کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ تیرے سوا میرا اور کوئی سہارا نہیں اور نہ تیری ذات کے سوا کسی اور سے امید ہے نہ ہی قوت ہے کہ اس پر توکل کروں اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور چارہ ہے کہ اس کی پناہ حاصل کروں۔ مگر میں تیرے ہی فضل کا طلبگار ہوں۔ تجھ سے تیری رحمت اور نیکیوں کا خواستگار ہوں۔ میں تیری عبادت پُرسکون طریقے پر کرنا چاہتا ہوں۔ اے اللہ! تو میرے اس راستے کی راحتوں اور تکلیفوں کو پہلے سے خوب جانتا ہے۔ اے اللہ

بِقُدْرَتِكَ مَقَادِيْرَ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَفِّسْ عَنِّيْ كُلَّ كَرْبٍ وَدَاءٍ وَابْسُطْ عَلَيَّ كَنَفًا مِنْ رَحْمَتِكَ وَلُطْفًا مِنْ عَوْنِكَ وَحِرْزًا مِنْ حِفْظِكَ وَجَمِيْعِ مُعَافَاتِكَ ؛	تو اپنی قدرت سے مجھ پر آئی ہوئی ہر بلا کو ٹال دے اور ہر سختی کو مجھ پر آسان کر دے اور بیماری کو دور فرما دے اور مجھے اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ لے اور مجھ پر اپنی مدد سے کرم فرما۔ مجھ کو اپنی حفاظت اور پوری طرح سے عافیت میں رکھ۔

پھر یہ دعا پڑھ کر سامان سفر اٹھائے، سفر شروع کر دے اور یہ پڑھے :

يَارَبِّ قَضَاؤُكَ عَلَيَّ حَقِيْقَةٌ أَحْسِنْ أَمَلِيْ وَارْفَعْ عَنِّيْ مَا أَحْذَرُ مِمَّا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ وَاجْعَلْ ذٰلِكَ خَيْرًا لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَاٰخِرَتِيْ أَسْئَلُكَ يَارَبِّ أَنْ تَخْلُفَنِيْ فِيْمَا خَلَّفْتُ وَرَائِيْ مِنْ أَهْلِيْ وَوُلْدِيْ وَقَرَابَاتِيْ بِأَحْسَنِ مَا خَلَفْتَ بِهِ غَائِبًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَحْصِيْنِ كُلِّ عَوْرَةٍ وَحِفْظٍ مِنْ كُلِّ مَضَرَّةٍ وَكِفَايَةِ كُلِّ مُهِمٍّ وَصَرْفِ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَكَمَالِ مَا تَجْمَعُ لِيْ بِهِ مِنَ الرِّضَاءِ وَالسُّرُوْرِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَارْزُقْنِيْ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ شُكْرَكَ وَ	الٰہی! تیرا فیصلہ مجھ پر برحق ہے میری امید کو نیک بنا اور جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اس سے مجھے بچا۔ جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اس سفر کو میرے لیے دین اور آخرت کی بھلائی بنا دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو نگران بن جا، میرے ان اہل و عیال کا اور ان عزیزوں کا جن کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں جس طرح تو تمام مومنین کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کو ہر مضرت سے بچاتا ہے ان سے ہر تکلیف کو دور کرتا ہے۔ ہر رنج و غم کو دور کرتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اپنی رضا، اور خوشنودی سے میری دلجوئی فرما۔ اپنی یاد اور اپنا شکر نصیب کر، مجھے توفیق عطا کر اپنی عبادت اور نیکی سکھا، مجھ سے راضی ہو، اور مجھے بہشت میں داخل کر۔ تو تمام رحم کرنیوالوں

ذِکْرِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ حَتّٰی تَرْضٰی عَنِّیْ وَتُدْخِلَنِیْ جَنَّتَکَ بِرَحْمَتِکَ بَعْدَ الرِّضٰی یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۞

سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

۱۱۔ نفل نماز برائے نجاتِ مصیبت

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا کسی حاکم کے ظلم کا ڈر ہو یا تمھارا کوئی جانور گم ہو جائے تو ایسی صورت میں اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز (نفل) پڑھو۔ پھر دونوں ہاتھ اوپر کی طرف پھیلا کر یہ پڑھو:

یَا عَالِمَ الْغَیْبِ وَالسَّرَائِرِ یَا مُطَاعُ یَا عَزِیْزُ یَا عَلِیْمُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا هَازِمَ الْاَحْزَابِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا کَائِدَ فِرْعَوْنَ لِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ تَیْهِ ظُلْمَةٍ یَا مُخَلِّصَ قَوْمِ نُوْحٍ مِنَ الْغَرَقِ یَا رَاحِمَ عَبْدَةِ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا مُنْجِیَ ذِی النُّوْنِ مِنَ الظُّلُمٰتِ الثَّلٰثِ ۔ یَا فَاعِلَ کُلِّ خَیْرٍ یَا هَادِیًا اِلٰی کُلِّ خَیْرٍ ۔ یَا دَالًّا عَلٰی کُلِّ خَیْرٍ ۔ وَیَا

اے غیب اور راز کی باتوں کے جاننے والے ہر چیز کی بازگشت تیری ہی طرف ہے تو سب دلوں کے نزدیک عزیز ہے اے اللہ اے اللہ اے اللہ! اپنے رسول (محمدؐ) کے دشمن گروہوں کو شکست دینے والا تو ہی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے لیے فرعون کو تو نے ہی سزا دی تھی اے حضرت نوحؑ کی قوم کو غرق ہونے سے بچانے والے، حضرت یعقوبؑ کی اشکباری پر تو نے ہی رحم کھایا تھا۔ حضرت یونسؑ کو تین راتوں کی تاریکی سے نجات تو نے ہی دی تھی۔ الٰہی! تو ہی ہر نیکی کا پیدا کرنے والا ہے تو ہی ہر نیکی کی طرف راستہ دکھانے والا ہے، تو ہی نیکی کا صاحب و مالک ہے۔

اَهْلَ الْخَيْرَاتِ اَنْتَ اللّٰهُ رَغِبْتُ اِلَيْكَ فِيْمَا قَدْ عَلِمْتَ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ؕ

تو ہی صاحبِ خیرات ہے۔ الٰہی! جس چیز کو تو مفید جانتا ہو، میں اس کے لیے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تو ہی غیب جاننے والا ہے۔ میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ تو آنحضرتؐ اور ان کی آل پر درود بھیجے۔

۲۱۔ نمازِ کفایت

یہ نفل نماز اطمینانِ قلب کے لیے پڑھی جاتی ہے اس نماز سے طمانیتِ قلب بہت جلد حاصل ہوتی ہے اس نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ اس نماز کو جس وقت چاہے پڑھے (وقت کی قید نہیں) اس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص دس مرتبہ اور فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پچاس بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگے:

يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا مُسَبِّحًا بِكُلِّ لِسَانٍ يَا كَافِيَ مُحَمَّدٍ الْاَحْزَابَ وَيَا كَافِيَ اِبْرَاهِيْمَ النِّيْرَانَ يَا كَافِيَ مُوْسٰى فِرْعَوْنَ يَا كَافِيَ عِيْسٰى الْجَبَابِرَ يَا كَافِيَ نُوْحًا الْغَرَقَ يَا كَافِيَ لُوْطًا فُحْشَ قَوْمِهٖ يَا كَافِيَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بِحَقٍّ لَا يَخَافُ

اے اللہ، اے رحمٰن، اے شفیق! اے محسن! اے وہ ہستی جس کی پاکی ہر زبان سے بیان کی جاتی ہے۔ اے وہ ذاتِ پاک جس کے دونوں ہاتھ بھلائی کے ساتھ کشادہ ہیں، اے احزاب سے حضرت محمدؐ کو بچانے والے۔ اے حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے نجات بخشنے والے! اے حضرت موسیٰؑ کو فرعون سے نجات دینے والے اے حضرت عیسیٰؑ کو ظالموں سے نجات بخشنے والے، اے حضرت نوحؑ کو طوفان سے نکالنے والے، اے حضرت لوطؑ کو ان کی قوم کی

وَلَآ اَخْشٰی مَعَ اِسْمِكَ الْعَظِیْمِ ۞ ۔۞۔

بدکاریوں سے دور رکھنے والے، اے ہر چیز سے بچانے والے مجھے ہر مشکل سے بچا تاکہ نہ میں ڈروں اور نہ خوف کھاؤں تیرے اس نام کی وجہ سے جو سب سے عظیم ہے۔

جو شخص اس نماز کو پڑھے گا اس کے غموں اور تباہ حالیوں اور شکستگیِ خاطر کو یہ نماز دور کر دے گی۔

۱۳۔ نماز دفع خصومت

اس نماز کی چار رکعتیں ہیں یہ چاروں رکعتیں ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس بار اور سورۂ کافرون تین بار پڑھے تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص دس مرتبہ اور سورۂ تکاثر تین بار پڑھے چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ بار سورۂ اخلاص اور ایک بار آیۃالکرسی پڑھے۔ پھر اس کا ثواب اپنے دشمنوں کو بخش دے۔ انشاءاللہ قیامت کے دن کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔

یہ نماز ان سات اوقات یعنی ماہ رجب کی پہلی رات، شب نصف ماہِ شعبان ماہِ رمضان کے آخری جمعہ کو، دونوں عیدوں کے دن، یوم عرفہ اور یوم عاشورہ میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۴۔ نماز دافع عذابِ قبر

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فرقان کا آخری رکوع اخیر سورہ تک، اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ مومنون کی

ابتدا سے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ تک، تو ایسا شخص جنات اور انسانوں کے شر اور فریب سے محفوظ رہے گا اور اس کا اعمال نامہ حشر کے دن اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

عذاب تیر اور عظیم اضطراب سے اس کو امن دے دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کا علم عطا فرمائے گا۔ خواہ وہ قرآن آموزی کی خواہش بھی نہ رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی اور غریبی کو دور فرما دے گا، شان و شوکت عطا فرمائے گا۔ اس کو قرآن فہمی کی بصیرت عطا ہوگی۔ قیامت کے دن حساب فہمی اور بازپرس کے وقت مدلل جواب دینا اس کو سکھا دیا جائے گا۔ اس کے دل میں نور پیدا کر دیا جائے گا جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو اس کے لیے کوئی غم نہ ہوگا نہ اسے کوئی خوف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر دے گا اس کے دل سے دنیا کی محبت محو ہو جائے گی اور اس کا نام اللہ تعالیٰ کے پاس صدیقین میں لکھا جائے گا۔

۱۵۔ نماز ادائے قرض

قرض کی ادائیگی کی نیت سے جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے اسے نماز ادائے قرض کہا جاتا ہے۔ یہ نماز عشاء کے بعد ادائے قرض کی نیت سے دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الم نشرح تین مرتبہ۔ سورۂ نصر چار مرتبہ، اور سورۂ اخلاص سات مرتبہ پڑھے۔ سلام کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے اور کثرت سے وہ دعا پڑھے جو ادائے قرض کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی رنج و غم لاحق ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ	الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھ میں تیرا حکم جاری ہے تو میرے لیے

فِیْ قَضَآؤُكَ - اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ لِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِی الْعِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْكَرِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ غَمِّیْ وَھَمِّیْ ؎

عادلانہ حکم جاری کرتا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنے تمام اسماء کے طفیل جو تو نے اپنے لیے مقرر کیے ہیں اور اپنی کتاب قرآن میں لکھے ہیں یا مخلوق میں سے کسی کو سکھائے ہیں اور علم غیب میں اسے برگزیدہ بنایا ہے کہ میرے سینے کو روشن فرما دے تاکہ میرے غم والم دور ہو جائیں اور اس کی محبت دل کو عطا کر۔ تو اس سے انسان کا رنج و غم ضرور دور کر دیگا اور خوشی سے سینہ کشادہ فرما دے گا۔

حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ شخص جو ان الفاظ کو بھول گیا دیوالیہ ہوا۔ اور بڑے خسارہ میں رہا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! تم ان الفاظ کو یاد کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ جو شخص ان الفاظ کے ساتھ اللہ کو پکارے گا۔ (دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے غم دور کر دے گا اور بہت زیادہ مسرت اور شادمانی عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضؓ سے حضرت صدیق رضؓ کا ارشاد

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے وہ دعا سنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سکھایا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو سکھائی تھی۔ حضورؐ فرماتے تھے اگر تم میں سے کسی شخص کے ذمہ کوہِ اُحد کے برابر بھی قرض ہو تو وہ قرض اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ادا کرا دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں ارشاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ

دعا فرمایا کرتے تھے :

اَللّٰھُمَّ یَا فَارِجَ الْھَمِّ کَاشِفَ الْغَمِّ ، مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَرَحِیْمَ الْاٰخِرَۃِ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْحَمَنِیْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْ عِنْدِکَ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ مَّنْ سِوَاکَ ۔

اے اللہ! گرہوں کا کھولنے والا اور رنج و الم کا دور کرنے والا تو ہی ہے۔ تو ہی بیقراروں کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ تو ہی دنیا میں رحمان ہے اور آخرت میں رحیم ہے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ پر اپنی رحمت فرما اور اپنی رحمت کے طفیل مجھے دوسروں سے بے نیاز بنا دے۔

حضرت حسن بصریؒ کے دوست کا واقعہ

ادائے قرض کے لیے ایک اور دعا ہے جو حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ روایت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ان کے ایک عزیز اور دوست آئے اور کہا ابو سعیدؓ! (حضرت حسن بصریؒ کی کنیت) میں قرضدار ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اللہ کا اسم اعظم سکھا دیں (تاکہ قرض ادا ہو جائے) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اگر تم اسم اعظم سیکھنا چاہتے ہو تو اٹھو اور وضو کرو۔ یہ سن کر وہ دوست اٹھے اور انھوں نے وضو کیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا پڑھو:

"یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ ، اَنْتَ اللّٰہُ ، اَنْتَ اللّٰہُ ۔ بَلٰی وَاللّٰہِ اَنْتَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَاللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَارْزُقْنِیْ بَعْدَ الدَّیْنِ "

ان کے دوست نے یہ کلمات پڑھے (اور چلے گئے) جب صبح ہوئی تو ان بزرگ نے اپنے سامنے بھری ہوئی تھیلیاں رکھی ہوئی پائیں۔ ان تھیلیوں میں ایک لاکھ درہم تھے۔ تھیلیوں کے منہ پر لکھا تھا اگر تو اس سے زیادہ مانگتا تب وہ بھی دیتے۔ تو نے جنت کیوں نہیں مانگی۔ یہ بزرگ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ ان کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے

اوران درہموں کو بچشمِ خود ملاحظہ فرمایا ان کے دوست نے کہا مجھے پشیمانی ہے کہ میں نے جنت کیوں نہیں مانگی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا سکھانے والے نے تمھاری بھلائی اور بہتری کے لیے تمھیں اسم اعظم سکھایا ہے تم اس بات کو پوشیدہ ہی رکھنا۔

۱۶۔ نمازِ قضائے عُمری

عمر بھر کی قضا نمازوں کو پورا کرلینا قضائے عمری کہلاتا ہے۔ جو نماز اپنے اصلی وقت میں نہ پڑھی جائے وہ قضا نماز بن جاتی ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ قضا نماز کو بعد میں فوراً ادا کر لیا جائے مگر کچھ لوگوں کی بے شمار نمازیں قضا ہو جاتی ہیں جو ادا ہونے سے رہ جاتی ہیں لہٰذا ایسی قضا نمازوں کو بقیہ عمر میں پورا کر لینے کو قضاء عمری کہا جائے گا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اسی وقت قضا نمازوں کو پورا کرلینا چاہیے۔

نماز عموماً احساس ذمہ داری سے غافل ہونے کی بنا پر قضا ہوتی ہے۔ نوجوانوں میں پختہ عمر کے لوگوں کی بہ نسبت غفلت زیادہ ہوتی ہے مگر جن نوجوانوں کو توفیقِ الٰہی مل جاتی ہے وہ زندگی کے ہر دور میں نماز باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ یہ اللہ کی رحمت اور کرم ہے جس پہ ہو گیا اس کی زندگی سنور گئی۔

نمازوں کے قضا ہونے میں شیطان کے وسوسوں کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب صبح کا وقت ہوتا ہے اور نمازِ فجر کی اذان ہو جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق طریقہ کار یہی ہے کہ انسان نیند سے فوراً بیدار ہو جائے اور بستر کو چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جائے اور مسجد میں جاکر با جماعت نماز ادا کرے لیکن اکثر لوگوں کے ساتھ یوں ہوتا ہے کہ وہ صبح کے وقت بیدار تو ہو جاتے ہیں مگر بستر پہ لیٹے رہتے ہیں اور نماز ادا نہیں کرتے۔ شیطان وسوسہ ڈالے رکھتا ہے کہ ابھی نماز کے لیے کافی وقت ہے۔ تھوڑا سا اور سو لو۔ کوئی بات نہیں، حتیٰ کہ

آنکھ لگ جاتی ہے اور جب دوبارہ بیدار ہوتا ہے تو نماز کا وقت نکل چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی سستی اور کاہلی میں نماز رہ جاتی ہے۔ اس کا شرعی علاج یہی ہے کہ بیدار ہوتے ہی صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعائیں پڑھی جائیں۔ جس سے شیطانی وسوسوں کے اثرات فوراً زائل ہو جائیں گے اور بندہ نماز کی تیاری میں یکدم ہوشیار ہو جائے گا۔

ظہر کی نماز قضا ہونے کی اکثر وجہ کاروباری مصروفیات بنتی ہیں۔ سردیوں میں عموماً سہ پہر کے وقت لوگ اپنی ضروریات کے لیے عام خرید و فروخت کرتے ہیں جس سے دکاندار حضرات خاصے مصروف ہوتے ہیں۔ جس کی بنا پر بعض لوگ نماز سے غفلت کر جاتے ہیں مگر جن لوگوں کو اللہ نے توفیق دے رکھی ہوتی ہے وہ کاروبار کو تھوڑی دیر کے لیے بند کر کے نماز ظہر کو وقت پر باجماعت ادا کر لیتے ہیں اور جو حضرات اس سوچ میں مبتلا رہتے ہیں کہ نماز پڑھنی ہے پڑھ لیں گے۔ ان کی نماز اکثر قضا ہو جاتی ہے۔ گرمیوں میں عموماً ظہر کے وقت گرمی کی بڑی شدت ہوتی ہے لوگ اکثر گرمی سے بچنے کے لیے دوپہر کو آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے ہیں جس سے بعض لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اس طرح شیطان کسی نہ کسی طرح اللہ کی عبادت سے انسان کو غافل کرنے میں مصروف رہتا ہے۔

اسی طرح عصر کی نماز سے بھی بعض احباب غفلت کر جاتے ہیں اور خاص کر جب شام ہونے کو ہوتی ہے تو بعض لوگ سارے دن کے کام کاج سے فارغ ہو کر گھر کو لوٹتے ہیں تو مغرب کی نماز وقت پر پڑھنے سے کوتاہی کر لیتے ہیں اور پھر مغرب کی نماز کا وقت بھی بہت قلیل ہوتا ہے اس لیے اس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

عشاء کی نماز کے وقت تھکاوٹ کا بہانہ اعصاب پر سوار ہو جاتا ہے۔ دل میں ہوتا ہے کہ کھانے کے بعد تھوڑا آرام کر لیں۔ پھر عشاء کی نماز پڑھ لیں گے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کو شیطان اس طرح کے بہانوں سے غفلت میں ڈالے رکھتا ہے اور نمازیں قضا ہوتی رہتی ہیں۔ مگر جونہی اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو وہ جس شخص کو

اپنی بارگاہ میں توبہ کی توفیق دے دیتا ہے اور عبادت پر گامزن کر دیتا ہے تو وہ ہمہ وقت اللہ کی یاد میں لگ جاتا ہے اور ہر نماز وقت پر ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لیے پابندیٔ نماز کے لیے اللہ سے توفیق طلب کرتے رہنا چاہیئے۔

فرض کی قضا فرض ہے

بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا سخت گناہ ہے لہٰذا ایسے مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے اور قضا پڑھے کیونکہ توبہ سے تاخیر کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قبولِ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پچھلی قضا نمازیں پوری کرے اور آئندہ قضا نہ کرنے کا عہد کرے اور پھر نماز کو نماز کے وقت ہی میں ادا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ نماز کی محافظت کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز کی حفاظت کرے تو قبر اور قیامت کے دن نماز اس کے لیے نورِ ایمان ہوگی اور ذریعۂ نجات بنے گی اور جو شخص نماز کی محافظت نہیں کرتا۔ نہ اس کے لیے نورِ ایمان ہوگی بلکہ قیامت کے روز وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے نمازوں کا انجام اچھا نہیں۔

فرض نماز کی قضا فرض ہے۔ واجب کی قضا واجب ہے جیسے وتر کی قضا واجب ہے۔ منت چونکہ واجب ہوتی ہے اس لیے منت کی مانی ہوئی نماز کی قضا بھی واجب ہے۔ ایسے ہی نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے اگرچہ کسی وجہ سے نفل نماز فاسد ہو جائے یا شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑنی پڑے تو اس کی قضا واجب ہے۔

فجر کی سنتیں بہت اہم ہیں اگر کسی وجہ سے ان کی قضا ہو جائے تو زوال سے پہلے ان کی قضا پڑھ لی جائے اور زوال کے بعد قضا پڑھنے کی صورت میں صرف فرض کی قضا پڑھی جائے۔

سنتِ مؤکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے اگر کوئی پڑھ بھی لے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

قضائے عُمری کی نیّت

قضائے عمری میں ایک مسئلہ یہ درپیش آتا ہے کہ قضا نمازوں کے دن، تاریخ اور سن وغیرہ یاد نہیں ہوتے تو پھر نیت کرتے وقت کیا کیا جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ قضائے عمری پڑھنے سے قبل دل میں سب سے پہلے کی قضا نماز کا خیال قائم کریں اور نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز فرض فجر جو پہلے کی قضا شدہ ہے بندگی اللہ تعالیٰ کی منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔

بعض فقہاء نے اس کے متعلق یوں بھی بیان کیا ہے کہ ہر نماز کی نیت میں ہمیشہ سب سے پہلے قضا کا خیال نیت کے وقت دل میں ضرور رکھیں۔ مثلاً دو رکعت نماز فرض سب سے پہلے قضاء فجر منہ میرا کعبہ کی طرف۔ یونہی سب سے پہلے قضاءِ ظہر، سب سے پہلے قضاءِ عصر، سب سے پہلے قضاءِ مغرب، سب سے پہلے قضاءِ عشاء، سب سے پہلے قضاء وتر، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف کی نیت کریں، کہ جو پہلے قضا فرض پڑھ چکے۔ اب اس کے بعد والے قضاء فرض پہلے کہلائیں گے۔ اور جب وہ پڑھ لیے تب اس کے بعد والے پہلے کہلائیں گے۔

قضائے عُمری پڑھنے کا وقت

قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں جب بھی یاد آئے اور موقع ملے تو فوراً پڑھ لینی چاہیئے لیکن ممنوع اور مکروہ وقت میں قضا نہ پڑھے جیسے زوال یا سورج کے طلوع اور غروب کے وقت کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی لہٰذا ان ممنوع اوقات کے علاوہ ہمیشہ ہر وقت قضائے عمری پڑھ سکتے ہیں۔

قضائے عُمری کے طریقے

عمر بھر کی قضا نمازوں کو پورا کرنے کے مختلف طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: اگر کسی شخص کی عمر کا کچھ حصہ نماز سے غفلت میں گزر جائے اور عمر کے اس حصے میں اس نے نمازیں بالکل نہ پڑھی ہوں یا پڑھی بھی تو کبھی کبھار کوئی نماز پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ جب اسے توفیق دے تو اسے چاہیئے کہ پہلی فرصت میں اپنی عمر کی

قضا نمازوں کو پورا کرے۔ ان قضا شدہ نمازوں کا حساب لگائے اور انھیں مسلسل پڑھنا شروع کر دے اور اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کی (مثلاً فجر کی پہلی یا دوسری) نماز پڑھتا ہوں۔ بغیر اس طرح نیت کیے قضا صحیح نہیں ہوتی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ یا سال کی تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ کرے۔ جو تعداد زیادہ سے زیادہ اندازہ میں آئے اس کو اختیار کرے اور ہر نماز کے لیے یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی قضا پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی کی قضا پڑھتا ہوں اسی طرح عصر وغیرہ کے لیے نیت کرتا رہے یہاں تک کہ دل گواہی دیدے کہ سب نمازیں پوری ہوگئیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے اس لیے دوسری صورت میں اوقاتِ ممنوعہ کو چھوڑ کر جس وقت فرصت ہو وضو کر کے حسب قاعدہ ایک دن رات کی بیس رکعتیں پڑھ لیا کرے اور اپنی نمازوں کا حساب رکھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی جائز ہے کہ ایک ایک وقت کی پوری پوری اکٹھی نماز پڑھ لے۔ مثلاً پہلے فجر کی ساری، پھر ظہر کی، پھر عصر کی، پھر مغرب کی پھر عشاء کی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: نماز قضائے عمری ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ مروجہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں جب ادا کرتے ہیں تب چند دن کی نماز قضائے عمری بھی اس کے ساتھ ہی ادا کر لیتے ہیں۔ مثلاً نماز فجر سے قبل یا بعد تین دن کی قضا نمازیں (فجر ۲ فرض، ظہر چار فرض، عصر چار فرض، مغرب تین فرض، عشاء چار فرض اور وتر تین۔ کل تین دن کی ساٹھ رکعتیں) پڑھ لیں۔ اور اگر تین دن کی قضا نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جاری نہ رکھ سکیں تب دو دن۔ یا صرف ایک دن کی ہی قضا بیس رکعت نمازیں ادا کریں۔ اسی طرح ظہر میں، اسی طرح عصر، مغرب اور عشاء میں بیس بیس رکعت ادا کریں۔

مسئلہ ۵ : قضائے عمری نمازیں پڑھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ نماز فجر سے قبل یا بعد اس وقت کی نماز فجر کے علاوہ پانچ دن کے قضا نماز فرض فجر جو کہ صرف دس رکعت بنتے ہیں وہ ادا کریں ۔ اور جس وقت کی نماز زیادہ قضا کی گئی ہو وہ بھی فجر میں ہی چند دن کی اضافی پڑھنا شروع کر دیں ۔ اسی طرح ظہر میں اس وقت کی نماز ظہر کے علاوہ پانچ دن کی قضا ظہر جو بیس رکعت فرض بنتے ہیں پڑھیں ۔ اسی طرح نماز عصر میں بھی پانچ نماز قضائے عمری عصر پڑھیں ۔ وہ بھی بیس رکعت فرض بنتے ہیں ۔ اسی طرح مغرب میں بھی پانچ نماز قضائے عمری مغرب پڑھیں جو پندرہ رکعت فرض بنتے ہیں ۔ اسی طرح عشار میں پانچ دن کے عشار کے قضا فرض بیس رکعت اور پندرہ رکعت وتر ، گویا پینتیس رکعت قضائے عمری عشار اور وتر پڑھیں ۔

مسئلہ ۶ : عصر کی نماز کے فرض پڑھنے سے قبل چار سنت جو غیر مؤکدہ پڑھی جاتی ہیں ان کی جگہ قضائے عمری ادا کی جا سکتی ہے اسی طرح عشار کی فرض نماز سے قبل چار سنتوں کی جگہ قضا نماز پڑھی جا سکتی ہے ، اسی طرح ظہر کے نوافل اور مغرب کے نوافل کی جگہ پر نماز قضائے عمری پڑھ لینے میں کوئی ہرج نہیں کیونکہ فرائض نوافل سے مقدم ہیں اس لیے قضا فرضوں کا ہر حال میں پورا کرنا ضروری ہے ۔

مسئلہ ۷ : قضا وتر اگر عشار کی نماز کے بعد پڑھیں تو دعائے قنوت سے پہلے کانوں تک اپنے ہاتھ اٹھالیں ، اگر عشار کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں قضا وتر پڑھیں تو پھر دعائے قنوت سے پہلے کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں ، صرف اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت پڑھ لیں تاکہ کسی دوسرے مسلمان بھائی کو یہ پتہ نہ چلے کہ آپ قضائے وتر پڑھ رہے ہیں ۔ اس سے ایک تو آپ کا پردہ رہے گا کہ آپ سے نماز ترک ہوئی تھی اور دوسرے یہ کہ آئندہ نماز باقاعدگی سے پڑھنے کی نصیحت حاصل ہوگی تاکہ دوسروں کے سامنے قضا پڑھنے کی شرمندگی نہ ہو ۔

مسئلہ ۸ : رمضان المبارک میں سحری کھانے کے بعد نماز فجر سے پہلے تک کافی وقت ہوتا ہے اس میں نماز قضائے عمری پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ صبح صادق کے بعد سورج طلوع ہونے تک صرف نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ قضاء عمری چونکہ فرض کی قضا ہوتی ہے اس لیے قضائے عمری پڑھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نمازِ عصر کے بعد مغرب تک صرف نفل پڑھنے کی ممانعت ہے مگر قضائے عمری ادا کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۹ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی نسبت سے ۱۲ ربیع الاول کی رات بڑی بابرکت تصور کی جاتی ہے لہذا اس شب میں بیدار رہنا بڑی سعادت ہے۔ اگر کسی کی قضا نمازیں رہتی ہوں تو اسے چاہیئے کہ وہ اس رات میں اپنی قضا نماز ول کو ادا کرے کیونکہ قضاء نماز کا پورا کر لینا دوسری نفلی عبادات سے افضل ہے اور نوافل کا پڑھنا اس وقت سونے پر سہاگے کی طرح ہو گا جبکہ دوسری فرض نمازیں پوری ہوں۔

مسئلہ ۱۰ : شب معراج بھی بڑی فضیلت والی رات ہے کیونکہ اس رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی تھی اور اسی شب کو پانچ فرض نمازیں تحفہ میں ملی تھیں اور یہ رات ۲۷ رجب المرجب کو ہوتی ہے لہذا اس رات میں بھی اگر قضاء نمازیں ادا کر لی جائیں تو بہت اچھا ہو گا۔ کیونکہ فرض نمازوں کی قضا بہر حال میں پوری ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ اس کے بعد ذکر اذکار کریں اور نوافل پڑھیں۔

مسئلہ ۱۱ : شعبان کی پندرھویں رات کو شب برأت کہا جاتا ہے جس کا مطلب نجات کی رات ہے۔ احادیث میں اس شب کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ لہذا اس شب میں بھی بیدار رہ کر اللہ کی عبادت کرنا بڑی خوش بختی کی دلیل ہے۔ اور اس رات میں نفلی عبادت کے ساتھ قضائے عمری بھی اگر ادا کر لی جائے تو بہت عمدہ ہے۔ کیونکہ ایسی بابرکت رات میں فرائض کا پورا کر لینا دیگر عبادات سے افضل ہے۔

مسئلہ ۱۲: رمضان شریف میں شبِ قدر کی پانچ راتیں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) جو جاگ کر عبادت میں گزاری جاتی ہیں، ان میں بھی صرف قضائے عمری ہی پڑھی جائے۔ اسی طرح عید کی چاندرات میں بھی عبادت کی بڑی فضیلت ہے۔ اس میں بھی نماز قضائے عمری ہی پڑھی جائے اور یوں بھی کہ یہ رات جاگتے ہی گزرتی ہے اگر اس شب میں قرض نہ ہی ادا ہو تو کیا خوب ہے۔ ذی الحجہ کی ۹ ر تا ۱۲ ر تاریخ کی راتوں کی بھی بڑی فضیلت ہے ان میں بھی قضائے عمری نمازیں ہی ادا ہوں۔

مسئلہ ۱۳: جو حضرات اعتکاف بیٹھتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ تمام عشرہ رات اور دن قضائے عمری نمازیں پڑھنے میں صرف کریں تاکہ ان کی قضا نمازیں پوری ہو جائیں۔ اسی طرح ایسی معتکف خواتین جن کی قضا نمازیں رہتی ہوں وہ بھی اعتکاف میں قضا نمازیں ادا کرسکتی ہیں۔

مسئلہ ۱۴: جمعہ کی نماز کی قضا نہیں لہذا جب جمعہ رہ جائے تو اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھے۔ اگر کسی کی بہت سی جمعہ کی نمازیں رہ گئی ہوں تو ان کی جگہ اتنی ظہر کی نمازیں پڑھے۔

مسئلہ ۱۵: جس طرح نماز جمعہ کی قضا نہیں ایسے ہی اگر کسی شخص کی عید کی نماز رہ جائے تو اس کی بھی قضا نہیں اور نہ ہی وقت کے اندر تنہا عید کی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ نمازِ عید کے لیے جماعت شرط ہے۔

مسئلہ ۱۶: وقت کی تنگی کی صورت میں پہلے ادا نماز پڑھنی چاہیے پھر قضا نماز پڑھنی چاہیے۔ اگر پہلے قضا پڑھے تو ادا کا وقت نکل جائے گا اور وہ بھی قضا ہو جائے گی۔ اس لیے پہلے ادا پڑھنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۱۷: کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا پڑھنی واجب ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو گیا اب ان کی قضا نہ پڑھے گا تو پھر گنہگار ہوگا۔ (ردّ المحتار)

مسئلہ ۱۵: مکروہ اوقات رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں صرف تین ہیں :

(۱) فجر کے بعد یعنی سورج کی کناری ظاہر ہوتے ہی بیس منٹ۔

(۲) دوپہر زوال سے قبل یعنی سورج بیچ آسمان پر بلندی سے ڈھلنے سے تقریباً پون گھنٹہ قبل کا وقت جس کو ضحوۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں، مکروہ ہے۔

(۳) سورج غروب ہونے سے بیس منٹ قبل کا وقت مکروہ ہے۔ اسی وقت کی نمازِ عصر سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے یعنی مکروہ وقت میں ادا کر لی جائے تو نماز قضا ہونے سے بچ جائے گی البتہ صرف مکروہ کا گناہ پائے گا جس کا معاف ہونا ممکن ہے۔

مرنے والے کی قضا نمازوں کا فدیہ

ایک آدمی مسلمان ہے اگر اس کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور آخری وقت میں ان کی قضا ادا کیے بغیر وہ دنیا سے کوچ کر جائے تو ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے لواحقین کو مرتے وقت نمازوں کی جگہ فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔ اور ایسی وصیت کرنا واجب ہے۔ ایسے فدیے کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایک تہائی مال سے فدیہ دینا جب کوئی مرنے والا قضا نمازوں کے بدلے میں فدیہ کی وصیت کر جائے تو اس کے مال میں سے کفن دفن اور قرض وغیرہ اگر ہو تو ادا کر کے بقایا مال سے ایک تہائی رقم کو فدیہ کے طور پر مستحقین میں بانٹ دینی چاہیے۔ وصیت کی صورت میں مرنے والے کے مال کا اختیار رکھنے والے پر فدیہ واجب ہو جاتا ہے اگر فدیہ نہ دے گا تو گنہگار رہو گا۔

۲۔ مقدار فدیہ ہر فرض نماز اور وتر کے عوض نصف صاع گیہوں فی نماز کے حساب سے فدیہ ادا کریں۔ اس طرح پانچ فرض اور ایک واجب وتر ملا کر چھ نمازوں کا فدیہ دس کلو گندم یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت فدیے میں ادا کی جا سکتی ہے۔ ہر نماز کے فدیے کی مقدار صدقۂ فطر کے برابر ہے۔

باب ۲۲

اقسامِ روزہ

روزے کی پانچ قسمیں ہیں، فرض، واجب، نفل، مکروہ اور حرام۔ فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں۔ معیّن و غیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان، اور فرض غیر معین جیسے قضائے رمضان اور کفارہ۔ واجب معین سے مراد نذر کے مقرر روزے، اور واجب غیر معین سے مراد نذر مطلق ہے۔

(۱) فرض روزہ

فرض روزہ وہ ہے جس کا رکھنا لازم ہے اور اس کا ترک گناہِ کبیرہ ہے۔ فرض روزے کے چھوڑنے پر وعید بھی ہے یعنی آخرت میں سزا ملے گی۔ اس لحاظ سے فرض روزہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ فرض روزہ ہر عاقل، بالغ مسلمان کے لیے ضروری ہے، مجذوب، دیوانہ اور نابالغ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ فرض روزہ کی چند اقسام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رمضان کا روزہ رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل اور بالغ مسلمان کے لیے فرض ہیں اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگانا چاہیئے کہ یہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے اور پہلی امتوں پر بھی روزہ فرض تھا۔ اس لیے یہ مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے کہ جب وہ رمضان کے روزے پائے تو ضرور رکھے جو لوگ جان بوجھ کر بلا عذرِ شرعی اس رکن کو ترک کرتے ہیں۔ وہ گنہگار ہیں، نماز اور روزہ یہ دونوں ایسے ارکان ہیں جن کا اطلاق ہر خاص و عام پر ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اور حج ایسے وہ ارکان ہیں جن کا اطلاق صرف صاحبِ ثروت لوگوں پر ہے۔ اس لیے صوفیاء اور اولیاء

نے اس کی بہت تاکید کی ہے کہ روزہ کو ہر ممکن حالت میں رکھنا چاہیئے۔ خصوصًا اہلِ طریقت کی باطنی اصلاح کے لیے تو روزہ از حد ضروری ہے۔

۲۔ رمضان المبارک کا قضا روزہ

دوسرا فرض روزہ رمضان المبارک کا قضا روزہ ہے اگر بیماری یا کسی اور عذر شرعی کی بنا پر رمضان کے روزے قضا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کو گنتی کے مطابق دوسرے دنوں میں پورا کر لو۔ قضا روزہ رکھتے سے پہلے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے۔ قضا روزے رکھنے کے لیے جب بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق ملے رکھ لے۔ قضا روزوں کو لگاتار رکھنا ضروری نہیں لیکن گنتی پوری کرنا ضروری ہے۔ اگر قضا روزہ رکھنے کے قابل نہیں تو فدیہ دے دینا چاہیئے۔ اور ایک روزے کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے۔ قضا روزے سے پہلے نفلی روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے لیکن قضا کو پہلے پورا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ قضا روزہ پورا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ فرض کی قضا کا بھی وہی حکم ہے جو فرض کا حکم ہوتا ہے اور رمضان المبارک کا قضا روزہ فرض غیر معین ہوتا ہے۔

۳۔ کفارۂ رمضان

تیسرا فرض روزہ کفارہ رمضان ہے اور یہ کفارہ اس طرح ہے کہ اگر کوئی رمضان المبارک کا روزہ بلا شرعی عذر توڑ دے تو اس پر بلا عذر روزہ توڑنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو غلام یا باندی آزاد کرے۔ اگر اس پر قدرت نہ رکھتا ہو تو مسلسل ساٹھ روزے رکھے اگر ان پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر ایک وقت کا کھانا کھلانا ہے۔

کفارہ اس وقت لاگو ہوتا ہے جب روزہ توڑنے کا جرم پورا پورا ہو۔ ہلکا اور ناقص نہ ہو یعنی روزہ توڑنے والا بچہ نہ ہو۔ مسافر نہ ہو۔ دن میں روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھنے والا نہ ہو۔ کسی کے زبردستی کہنے پر روزہ نہ توڑا ہو۔ روزہ توڑتے وقت روزہ مباح کرنے والا عذر نہ پیش آ گیا ہو جیسے حیض یا مرض وغیرہ۔ رمضان المبارک کے توڑے جانے والے روزے کا کفارہ ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے بلکہ آخرت میں اس گناہ کی وجہ سے شدید عذاب ہو گا۔ یہ کفارے کا روزہ فرض غیر معین ہے۔

۴۔ کفارۂ ظہار کا روزہ

چوتھا فرض روزہ کفارۂ ظہار ہے۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ان عورتوں جیسا کہہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں مثلاً بیوی کو ماں یا بہن کی مانند کہہ دینا۔ اس طرح کہنے سے کہنے والے پر کفارہ عائد ہوتا ہے اور یہ یاد رہے کہ ظہار کرنے والا جب تک اس کہنے کا کفارہ ادا نہ کرے گا تو اس کے لیے بیوی سے جماع کرنا، شہوت کے ساتھ اسے چھونا، اس کا بوسہ لینا سب حرام ہے۔ اس کے پاس جانے کی تب اجازت ہے جب کفارہ ادا کر لے۔ ظہار کا کفارہ غلام یا باندی آزاد کرنا ہے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا ہے۔ درمیان میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر روزوں پر قدرت نہ رکھتا ہو تو ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اب غلام یا باندیوں کا دور تو ختم ہے اس لیے ظہار کا کفارہ دو ماہ کے روزے یا ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہی ہے۔

یہ کفارہ دراصل نادان اور کم عقل لوگوں کو روکنے کے لیے ہے جو فوری جذبات میں آکر بیوی کو ماں بہن کہہ کر چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں جس کا کفارہ روزے یا دیگر صورت میں ادا کرنا فرض ہے۔

۵۔ قسم توڑنے کا کفارہ

قسم توڑنے کے کفارہ کو کفارۂ یمین کہا جاتا ہے۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ اگر کھانا نہ کھلائے تو دس مسکینوں کو کپڑے بنا کر دے اگر ایسا نہ کر سکے تو تین دن روزے رکھے۔ ان روزوں کا لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ اس کفارے کا مقصد بھی یہی ہے کہ قسم کھا کر اللہ کو ضامن بنا لینا تو آسان ہے لیکن قسم کو نبھانا مشکل ہے اس لیے قسم کو توڑنے کا ہرجانہ کفارہ ہے اور یہ کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت میں ہے۔ یا تین روزے۔ ایسے صورت میں ہے تاکہ لوگ قسم کھا کر توڑنے سے ڈریں۔ لہٰذا اس کفارے کے روزے بھی فرض ہیں۔

۶۔ صوم نذرِ مطلق منت کے روزے فرض ہو جاتے ہیں اگر کسی شرط کے ساتھ اللہ کے حضور روزے رکھنے کی منت مانی جائے تو اس شرط کے پورا ہونے پر نذر کا روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے یا میں فلاں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں تو میں روزہ رکھوں گا۔ تو اس طرح کام ہونے پر روزہ فرض ہو جائے گا۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ ان کو چاہیے کہ اپنی نذروں کو پورا کریں

اللہ کے لیے اگر روزہ رکھنا کسی خاص دن، خاص ماہ، خاص سال کے ساتھ معین نہ کیا بلکہ کسی ایک دن یا کسی ایک ماہ یا کسی ایک سال میں اپنے اوپر لازم کر لیا تو یہ صوم نذرِ مطلق ہے اور معین کر کے کہا مثلاً ماہ رجب کا روزہ رکھنا لازم ہے تو اسے صوم نذرِ معین کہا جائے گا۔ اگر ان روزوں کی نذر میں یہ بھی مانا ہے کہ لگاتار رکھوں گا تو لگاتار روزے رکھنے لازم ہوں گے۔ یہ اس طرح لازم ہوں گے کہ اگر بیچ میں ایک روزہ بھی ناغہ ہو گیا تو پھر از سر نو تمام روزے رکھنے ہوں گے۔ اگر منت مانتے وقت یہ قید نہیں لگائی کہ میں ان کو لگاتار رکھوں گا تو اس پر لازم نہیں کہ لگاتار رکھے۔ جو روزے البتہ اس کے ذمہ ضرور لازم ہیں اس کو اختیار ہے کہ ان کو لگاتار رکھ کر پورا کرے یا متفرق طور پر رکھے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ وہ ایک سال کے روزے رکھے گا تو اس پر کامل بارہ ماہ کے روزے فرض ہوں گے کیونکہ ان میں اتصال کی قید نہیں، ان روزوں کو متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے، تو درمیان میں رمضان کے آنے کا سوال ہی نہیں کہ جس کو منہا کیا جائے۔ ہاں لگاتار ایک سال کے روزے رکھنے کی منت مانی ہے تو بیچ میں رمضان کا حائل ہونا لازمی ہے پس یہ منہا ہو جائے گا۔ صرف گیارہ مہینے کے روزے لازم ہوں گے۔ کیونکہ رمضان خود اللہ تعالیٰ کے فرض روزوں کے لیے مقرر ہے لہذا یہ نذر کے تحت نہیں آسکتا لہذا اس کے علاوہ گیارہ ماہ کے روزے رکھنا اس کے ذمہ لازم ہونگے اگر بغیر شرطِ تتابع ایک سال کے روزے کی منت مانی یعنی سال کے پے در پے روزے

رکھنے کی منت نہیں مانی۔ ایسی صورت میں بعض روزے ایام ممنوعہ یعنی عید فطر اور عید بقر کے جائز نہیں۔ کیونکہ اس کے ذمہ کامل روزے رکھنا لازم ہوئے ہیں پھر ناقص کیوں رکھے اگر زبان سے نکل گیا مہینہ بھر کا روزہ مگر ایک دن کا روزہ کہنے کی نیت تھی تو کیا حکم ہے مہینہ بھر کا ہی روزہ رکھنا لازم ہوگا کیونکہ نذر میں زبان سے بولنے کا اعتبار ہے۔ نیت کافی نہیں" تلفظ ضروری ہے اسی پر حکم ہے۔

اگر کسی نے دل میں نیت کی اور زبان سے کچھ بھی نہ کہا تو نذر نہ ہوگی کیونکہ اس میں زبان سے بولنا شرط ہے۔ شاید اسی وجہ سے اردو زبان میں نذر کے روزہ کو بولا ہوا روزہ کہتے ہیں۔ صوم نذر مطلق میں نیت رات کو کر لینی چاہیئے اور نیت اس طرح کرے "نیت کی میں نے اللہ کے لیے نذر کے روزے رکھنے کی"۔

۷۔ نذرِ مُعیّن

نذر مُعیّن کا روزہ فرض ہے۔ اسی آیہ کریمہ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ سے جس سے نذر مطلق کا روزہ فرض ہوا اس کی فرضیت بھی ثابت ہے اگر روزہ رکھنے کو خاص دن، خاص ماہ، خاص سال کے ساتھ مقرر کر دیا ہے مثلاً یوں کہا ہے کہ میں نے اللہ کے لیے جمعرات یا رجب یا آئندہ سال روزہ رکھنے کی منت مانی تو اس کو صوم نذر معین کہا جائے گا۔ نذر معین کا روزہ لگاتار رکھنا پڑے گا۔ اگر درمیان میں کوئی ناغہ ہو جائے تو اس صورت میں از سر نو روزے نہیں رکھنے ہوں گے بلکہ آگے سے سلسلہ شروع کرے۔ جو روزہ ناغہ ہو گیا بعد میں اس کی قضا کر لے۔ اس کے مقابل وہ صورت ہے کہ مطلقاً کسی غیر معین ایک ماہ کے روزے بولے تو ان کو متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔ لیکن بشرط تتابع ان روزوں کو بولا ہے یعنی یوں کہا کہ مسلسل رکھوں گا تو اب لگاتار رکھنے ہوں گے اگر بیچ میں ایک بھی ناغہ ہو جائے گا تو تمام روزے از سر نو شروع کرنے ہوں گے کیونکہ یہاں تتابع منصوص ہے اس کا لحاظ ضروری ہے۔ لہٰذا بولے ہوئے وصف کے ساتھ ادائیگی لازم ہے وصف میں خلل آنے سے از سر نو شروع کرنا ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ رجب کے پورے روزے رکھوں گا مگر یہ مہینہ ۲۹ کا ہوا، تو

اس ایک روزہ کم ہونے کے سبب قضا نہیں۔ خواہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ جتنے بھی دن کا ہو گا اتنے ہی دن کے روزے رکھنے لازم ہوں گے۔ ہاں مطلقاً بلا تعین کسی ایک ماہ کے روزے بولے تھے تو اس کے ذمہ کامل تیس روزے رکھنے فرض ہوں گے۔ ان روزوں کو اگر اس نے ماہ رجب میں شروع کیا، وہ ۲۹ کا ہو گیا تو ایک روزہ کی قضا لازم ہو گی کیونکہ ایک کی کمی رہی۔ یہی حکم اس صورت کا ہے کہ بغیر نامزد کیے مطلقاً تین ماہ کے روزے بولے مگر ان کو شوال، ذی القعدہ اور ذوالحجہ میں رکھا۔ شوال مثلاً انتیس کا ہوا تو بعد میں اس کمی کو پورا کرنا ہو گا۔ اگر کسی نے سال رواں یا ماہ رواں میں کہا کہ مجھ پر اللہ کے لیے اس سال یا ماہ کے روزے لازم ہیں تو جتنے دن اور ماہ اس سال میں باقی رہ گئے ہیں ان ایام کے روزے اس پر لازم ہوں گے۔ جو دن گزر گئے ان ایام ماضیہ کے روزے اس پر لازم نہیں۔

اگر وقت معین سے پہلے روزہ رکھ لیا تو اس روزہ سے نذر ادا ہوئی یا نہیں مثلاً جمعرات کا روزہ بولا یا رجب کا۔ مگر رجب یا جمعرات آنے سے پہلے ہی روزہ رکھ لیا تو یہ نذر پوری ہو گئی۔ وقت کی قید ضروری نہیں منہ سے الفاظ نذر کا بولنا سبب نذر ہے وہ پایا گیا جو فی الحال موجود ہے۔ پس سبب پائے جانے کے بعد یہ روزے رکھے گئے لہٰذا روزے ادا ہو گئے۔ قربت اصل روزہ میں ہے۔ وقت کی قید لغو ہو گئی۔ ہاں اگر روزوں کو کسی شرط کے ساتھ مقید کیا ہے مثلاً کہا اگر فلاں بیمار اچھا ہو گیا تو میں نے اللہ کے لیے روزہ بولا۔ اگر اس روزہ کو مریض کے اچھا ہونے سے پہلے رکھ لیا تو یہ نذر کا روزہ نہ ہوا، اچھا ہونے کے بعد پھر رکھنا ہو گا کیونکہ یہ شرط ہے کہ سبب پہلے نہ تھا اب متحقق ہوا اسی طرح اگر وقت معین کے روزہ کی نذر کو بھی بطور شرط بولے گا تو اس صورت میں اگر وقت معین سے قبل روزہ رکھے گا تو نذر کا روزہ نہیں ہو گا، مثلاً یوں کہا کہ جب رجب آئے تو مجھ پر اللہ کے لیے اس کے روزے لازم ہیں تو اس صورت میں رجب سے پہلے روزے رکھنے جائز نہیں ہوں گے۔ پس ایک صورت میں رجب سے پہلے جائز اور ایک میں جائز نہیں۔ جس صورت میں رجب سے

پہلے روزے رکھنے جائز ہیں۔ اس صورت میں اگر پہلے روزے رکھے اور وہ مہینہ ۲۹ کا تھا بعد میں جب آیا وہ تیس کا ہوا تو ایک روزہ جو کم ہوا اس کی قضا لازم ہے۔ نذرِ معین کے روزہ کی نیت کا وقت ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے ہے مگر بہتر یہ ہے کہ رات ہی کو نیت کرلے۔ نیت کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کی میں نے اللہ کے لیے جمعرات کے بولے ہوئے روزے کی۔

۸۔ قضائے نذر کا فرض روزہ

قضائے نذر کے روزے بھی فرض ہیں۔ نذر سے روزہ فرض ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ تو یہ روزہ بھی فرض ہے۔ قضا کی فرضیت کی وہی دلیل ہے جو اصل کی ہے۔

صوم قضائے نذر کا مطلب ہے کہ وقت معین کے بولے ہوئے روزے جو وقت پر ادا نہ ہو سکے اس کی قضا میں جو روزہ رکھا جائے گا اس کو صوم قضائے نذر کہتے ہیں کیونکہ قضا وقت سے عبادت کے فوت ہونے پر لازم آتی ہے لہذا نذرِ معین میں قضا لازم ہوگی۔ کیونکہ اس میں وقت مقرر اور معین ہے، بخلاف نذر مطلق ہے کہ اس میں وقت کی کوئی قید نہیں مطلق عن القید کو جب چاہے رکھے ادا ہی ہوگا قضا نہیں۔

جن صورتوں میں قضا لازم آتی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ اگر کسی نے ایام منہیہ یعنی عید فطر، بقر عید، ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کے دنوں کے روزے بولے تو باعتبار اصل روزہ کے نذر صحیح ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے روگردانی کے سبب شروع کرنا گناہ ہے لہذا ان دنوں میں چھوڑ دے بعد میں ان کو قضا کرنا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھ لیے تو عہدہ برآ ہو جائے گا مگر فعلِ حرام کے ساتھ۔

۲۔ کسی نے نذر بولی کہ اس سال رواں کے روزے مجھ پر اللہ کے لیے فرض ہیں تو بھی پانچ روزے ایام منہیہ کے قضا کرنا لازم ہوں گے۔ ہاں ایام ممنوعہ کے گزرنے کے بعد روزے بولے تو اب قضا لازم نہیں۔ یہی حکم کسی معین سال کے روزوں کی منت کا ہے

کہ صرف ایام منہیہ کے پانچ دن کی قضا لازم ہوگی۔

۳۔ مطلق سال کے روزے بولے مگر بشرط تتابع تو اس صورت میں بھی صرف پانچ روزے ایام ممنوعہ کے قضا کرنے لازم ہوں گے۔

(۲) واجب روزہ

واجب روزہ وہ ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے اس کو ترک کرنا اچھا نہیں ایسی منت کو بلا عذر چھوڑنا گناہ ہے۔ واجب روزے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ نفل روزے کا شروع کرنے کے بعد واجب ہونا

نفل روزہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے اگر نفل روزہ ٹوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔ نفل روزہ رکھا تھا کہ کسی مسلمان بھائی نے آج اس کی دعوت کر دی تو کیا حکم ہے۔ افطار نہ کرے، دعوت قبول کر کے دعوت کرنے والے کے گھر جائے اور دعا کر کے واپس چلا آئے یا اس کے گھر میں نماز پڑھے تاکہ اس کی برکت حاضرین اور اہل خانہ کو پہنچے۔ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلٰی طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَلْیُجِبْ فَاِنْ کَانَ صَائِمًا فَلْیُصَلِّ وَاِنْ کَانَ مُفْطِرًا فَلْیَطْعَمْ ...

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس وقت تم میں سے کسی کو کھانے کے لیے بلایا جائے اور وہ روزہ سے ہو تو وہ کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کو بلایا جائے چاہیے کہ وہ قبول کرے۔ اگر وہ روزہ دار ہے چاہیے کہ وہ دعا کرے اور اگر اس کا روزہ نہیں ہے تو کھانا کھالے۔ (مسلم)

"فَلْیُصَلِّ" کے معنی طحطاوی میں یہی لکھے ہیں کہ "نماز پڑھو" چاہیے کہ روزہ کا عذ

پیش کرکے نماز کے لیے کھڑے ہوجاؤ تاکہ گھر میں برکت ہو اور مخلص بلانے کا نفع اس کو پہنچے۔ اگر دعوت میں کھانا نہ کھانے سے دعوت کرنے والے کو ایذا پہنچے تو روزہ توڑ کر اس کی خاطر کھانا کھالو مگر یہ روزہ واجب ہوگیا۔ اس لیے بعد میں اس کی قضا کی جائے لیکن زوال سے پہلے افطار کرسکتا ہے زوال کے بعد نہیں۔ مگر ماں باپ کا حق زیادہ ہے تو ان کی خاطر عصر کے وقت تک بھی روزہ توڑ سکتا ہے پھر نہیں۔ اگر میزبان نفل روزہ رکھے ہوئے ہے اور مہمان کی یہ خوشی ہے کہ گھر والا میزبان بھی میرے ساتھ کھانا کھائے تو میزبان روزہ توڑ سکتا ہے مگر اسی تفصیل کے ساتھ جس کا بیان ابھی اوپر گزرا۔

نفل روزہ کی نیت ضحوۂ کبریٰ تک یعنی نصف النہار شرعی تک ہے۔ قلب مُسلم کو خوشی پہنچانے کے لیے روزہ توڑنے میں کچھ حرج نہیں لیکن مکروہ تحریمی ہے

۲۔ واجب روزہ صوم قضاء النفل

صوم قضاء نفل کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے نفل روزہ رکھا وہ ٹوٹ گیا تو اس کے عوض جو روزہ رکھا جاتا ہے اس کو صوم قضاء نفل کہتے ہیں یہ روزہ بھی واجب ہے

اگر رمضان کے ہونے نہ ہونے میں شک ہو تو اس شک کے دن میں کسی نے نفل روزہ نہ رکھا اس نیت سے کہ اگر رمضان ہوگیا تو یہ روزہ رمضان کا ہوجائے گا ورنہ نفل ہے۔ ابھی یہ روزہ پورا نہیں کرنے پایا تھا کہ اس نفل کے روزہ کو توڑ دیا تو اس نفل کی قضا نہیں اس لیے کہ اس میں اسقاطِ فرض کی بھی نیت ہے اور قضا اس کی نفل ہے جس میں اسقاط کی نیت نہ ہو۔ خالص نفل ہی قصد سے روزہ شروع کرکے لازم کیا جائے وہ یہاں نہیں اس لیے قضا بھی واجب نہیں۔ اگر کسی نے کسی واجب یا فرض روزہ کو اس گمان پر شروع کیا کہ یہ میرے ذمہ لازم ہے بعد شروع کرنے کے معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ کوئی روزہ فرض نہیں۔ جب فرض نہیں تو یہ روزہ نفل ہو رہا تھا اگر اس کو فوراً توڑ دیا تو اس کی قضا نہیں کیونکہ یہ بھی اسقاطِ فرض کے لیے رکھا جا رہا تھا، قصداً نفل کی نیت سے یہ روزہ نہیں رکھا گیا۔ اگر فوراً نہیں توڑا معلوم ہونے

کے کچھ دیر بعد توڑا تو اب قضا لازم آئے گی۔

اگر عیدین یا ایام تشریق میں نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو کیا حکم ہے کیا اس کی قضا کرے گا؟ یہاں تو قصداً بہ نیتِ نفل ہی روزہ رکھا ہے؟ بیشک یہاں قصداً بہ نیتِ نفل روزہ رکھا ہے کوئی اسقاطِ فرض کی نیت شامل نہیں مگر اس روزہ کی بھی قضا نہیں کیونکہ ان ایام میں روزہ رکھنا منع ہے تو اس کی حفاظت اور صیانت لازم نہیں یہ تو گناہ ہونے کے سبب اس قابل ہے کہ اس کو مٹایا جائے۔ اس خلافِ شرع فعل کی قضا کیا، جب ادا ہی درست نہیں تو قضا کیسی؟ قضا نفل کے روزہ کی نیت کا وقت رات ہے اور نیت اس طرح ہے کہ میں نے نیت کی کل فلاں نفل روزہ کے قضا رکھنے کی اللہ کے واسطے۔

۴۔ واجب روزہ صومِ اعتکافُ المنذور

کسی نے اعتکاف کی نذر مانی تو اس اعتکاف میں روزہ رکھنا بھی لازم آتا ہے جو اس اعتکاف کے لیے شرط ہے۔ اسی لازمی روزہ کو صوم اعتکاف المنذور کہتے ہیں یعنی نذر کے اعتکاف کا روزہ۔ یہ روزہ بھی واجب ہے۔ اگر کسی نے رمضان میں اعتکاف کی نذر مانی تو اس اعتکاف کے لیے رمضان کا فرض روزہ ہی کافی ہو جائے گا۔ اگر رمضان میں یہ شخص نہ روزے رکھ سکا نہ اعتکاف کرسکا تو بعد میں دونوں کی قضا لازم ہوگی تو اس قضائے اعتکاف میں اسی رمضان کے قضا روزے کافی ہو جائیں گے کیونکہ قضا ادا کا خلف ہے۔ اصل کے ساتھ جائز تو اس کی قضا کے ساتھ بھی جائز۔ لیکن ہاں اس اعتکاف کو دوسرے رمضان میں قضا کرنا چاہے تو اس رمضان کے روزے اس کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔

کسی مہینہ کے اعتکاف کی کسی نے منت کی تو وہ اعتکاف کسی اور فرض اور واجب روزہ کے ساتھ ادا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لیے خاص روزے رکھنے ہوں گے۔ یہی اس کے لیے واجب ہے۔ صرف رمضان کی نذر میں شرف کی وجہ سے رمضان کا روزہ اور قضا کے روزوں کے ساتھ کہ وہ ادا کا خلف ہے جائز کر دیا گیا تھا ورنہ کوئی بھی

نذر کا اعتکاف کسی فرض، واجب روزہ کے ساتھ جائز نہیں اس کا اپنا علیحدہ ہی روزہ ہے جس کو صوم اعتکاف منذور کہتے ہیں۔ اسی واجب روزہ کے ساتھ یہ واجب اعتکاف ادا ہو سکتا ہے۔

اگر کسی نے تین دن کے اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں رات بھی شامل ہے جب متعدد دنوں کی نذر مانی جائے گی رات دن دونوں شامل ہوں گے لہذا تین دن رات کا اعتکاف واجب ہوگا۔ صرف رات کا اعتکاف صحیح نہیں کیونکہ نذر کے اعتکاف میں روزہ واجب ہے اور رات روزے کا محل نہیں لہذا نذر صحیح نہیں۔ اگر تین دن کا اعتکاف بولا اور یہ تصریح کر دی کہ میری مراد صرف دن ہے رات نہیں تو یہ نیت درست ہے۔ کیونکہ اس صورت میں صرف دن ہی کا اعتکاف واجب ہوگا۔ رات دن کے اعتکاف کی ابتدا رات سے ہوگی کیونکہ دن سے پہلے رات آتی ہے۔ دیکھو رمضان میں روزہ سے پہلے تراویح شروع ہو جاتی ہیں۔ لہذا قبل غروب آفتاب مسجد میں حاضر ہو جائے اور نذر کے آخری دن بعد غروب آفتاب گھر واپس ہو۔ نذر کے اعتکاف کے روزے لگاتار اعتکاف کے ساتھ رکھے گا بشرطیکہ تصریح نہ کر دی ہو عدم تتابع کی۔ ورنہ پھر متفرق بھی رکھ سکتا ہے۔

(۳) نفلی روزہ

نفلی روزے سے مراد وہ روزہ ہے جو رضائے الٰہی کے لیے فرض اور واجب روزہ پورا کرنے کے بعد رکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض اور واجب روزوں کے علاوہ سال بھر میں کچھ مزید روزے رکھا کرتے تھے جو نفل روزے کہلاتے ہیں۔ نفلی روزے انسان سال بھر میں جب چاہے رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ نفلی روزے کسی خاص دن یا مہینے کی مناسبت سے مشہور ہیں جیسے یوم عاشورا کے روزے، یا شوال کے روزے۔ بہر حال ان نفل روزوں میں بعض روزے مسنون اور بعض مستحب ہیں۔ نفلی روزوں کا ثواب اور اجر بہت زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ نفلی روزوں سے

انسان میں عشق حقیقی پیدا ہوتا ہے اور باطن پاکیزہ ہوتا ہے نفلی روزہ کے اجر کے بارے میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور آگ کے درمیان آسمان وزمین کی مسافت کے قریب خندق بنا دیتا ہے۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص رضائے الٰہی کی خاطر ایک دن کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس سے عذابِ آخرت کو بہت دور کر دے گا اور نفل روزے کی بنا پر اسے آخرت میں راحت حاصل ہوگی۔

ایک اور حدیث میں نفلی روزے کا ثواب یوں مذکور ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا اِبْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ بَعَّدَهُ اللّٰهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَآئِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰی مَاتَ هَرِمًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان اس قدر فاصلہ کر دیتا ہے جیسے کہ ایک کوا جو اُڑ رہا ہے جبکہ وہ بچہ ہے بوڑھا ہو کر مر جائے۔ (مسند امام احمد)

یعنی جس قدر مسافت وہ کوا طے کرے گا جو بچہ ہونے سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اڑتا رہے اس قدر اس کے اور جہنم کے درمیان دوری ہو جائے گی۔

نفلی روزے میں رضائے الٰہی کو مدِنظر رکھنا از حد ضروری ہے اور اس حدیث میں بھی پہلے والی بات کو ایک اور انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر روزہ

رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے جہنم کو بہت دور کر دیتا ہے۔

پھر یہی بات ایک اور حدیث میں اس انداز میں بیان کی گئی ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بَعَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا ؂

حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک آگ سے دور کر دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے لہٰذا جو شخص زکوٰۃ دے تو اسے آخرت میں ہر طرح سے فائدہ ہوگا۔ ایسے ہی جو شخص گاہے بگاہے نفلی روزے رکھتا ہے تو اسے اللہ کی قربت حاصل ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ ؂

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز میں زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

باب ۲۳

مسنون نفلی روزے

مسنون نفلی روزوں سے مراد وہ زائد روزے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر میں گاہے بگاہے شکرانے کے طور پر رکھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نفل روزے نہیں رکھتے تھے بلکہ خاص فضیلت کے ایام میں رکھ لیتے۔ یا ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیتے یا کسی اہم تاریخ پر رکھ لیتے۔ اس طرح شرعاً جن روزوں کا رکھنا مسنون ہے ان کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) صوم وصال یعنی مُسلسل روزہ

مسلسل روزہ رکھنے کو وصال کا روزہ کہا جاتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ رات کو روزہ افطار نہ کیا جائے اور دو یا دو سے زیادہ روزوں کو اس طرح ملا دیا جائے کہ درمیان میں کچھ نہ کھایا پیا جائے۔ اس طرح مسلسل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ صوم وصال صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل میں سے ہے۔ جب آپؐ نے منع فرمایا تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آپ بھی تو روزہ رکھنے میں وصال فرماتے ہیں یعنی مسلسل روزہ رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہے۔ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا اللہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو چند دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ۔ حضرتؓ ابو سعید خدری رضؓ روایت کرتے

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ فَاِنِّيْ اَبِيْتُ لِيْ مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِيْ وَسَاقٍ يَّسْقِيْنِيْ ؛

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسلسل روزوں سے روکا (فرمایا) تم میں کوئی اگر صوم وصال رکھنا چاہے تو (زیادہ سے زیادہ) صبح تک رکھے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ تو ایسا کرتے ہیں، فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میری رات اس طرح گزرتی ہے کہ مجھے کھلانے والا کھلاتا اور پلانے والا پلاتا ہے۔ (بخاری شریف)

(۲) عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى ؛

حضرت نافعؓ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ میری حالت تمہارے جیسی نہیں ہے۔ مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ تُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ۔ قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنَّ لِيْ مُطْعِمًا

حضرت عبداللہ بن خبابؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ روزے ملایا نہ کرو لیکن تم میں سے جو ملانا ہی چاہے تو سحری تک ملالیا کرے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ تو ملاتے ہیں؟ فرمایا کہ میری حالت تمہارے جیسی نہیں ہے۔ میرے لیے کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے، اور

يُطْعِمُنِيْ وَسَاقِيًا يَسْقِيْنِيْ ۞

پلانے والا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔ (ابو داؤد)

(۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَيْنِ قِيْلَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ ۞

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا کہ تم متواتر روزے (صوم وصال) سے باز رہو کہا گیا کہ آپ تو ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ تم عمل میں اتنی ہی مشقت اٹھاؤ جس قدر استطاعت ہو۔ (بخاری شریف)

(۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ فَقَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَّهُمْ ۞

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو متواتر روزہ رکھنے سے ازرہ کرم منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا۔ آپ تو متواتر روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمھاری طرح نہیں۔ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے (بخاری شریف)

(۶) عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا۔ فَجَاءَ

حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا تھا۔ سلمان رضی اللہ عنہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو گئے تو ام درداء کو پریشان دیکھا۔ پوچھا کیا ہوا؟ بولیں تمھارا بھائی ابوالدرداء دنیا سے کنارہ کش ہوگیا۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کروایا اور کہا تم کھاؤ

اَبُوالدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ قَالَ فَاِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ قَالَ فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُوالدَّرْدَآءِ يَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ ؏

میں روزے سے ہوں۔ وہ (سلمان) بولے، جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا چنانچہ انھوں نے کھا لیا۔ جب رات ہوئی تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کی غرض سے اٹھے سلمان رضی اللہ عنہ بولے سو رہو۔ چنانچہ وہ سو گئے۔ پھر (دوبارہ) عبادت کے لیے اٹھنا چاہا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا آرام کرو۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اب اٹھو۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی پھر سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم پر تمھارے رب کا، تمھاری جان کا، اور تمھارے بیوی بچوں کا حق ہے اس لیے حقداروں کا حق ادا کرو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں۔

(بخاری شریف)

(۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ بعض مسلمانوں نے عرض کیا آپ تو مسلسل روزے رکھتے ہیں؛ فرمایا تم میں سے کون میری مانند ہے۔ مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب لوگ متواتر روزہ رکھنے سے باز نہ آئے تو آپ نے بھی ان کے ساتھ روزہ رکھا۔ لوگوں نے چاند دیکھا تو آپ نے

يَصُمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِيْنَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوْا ؕ

فرمایا اگر آج چاند نظر نہ آتا تو میں مسلسل، کئی روز تمھارے ساتھ روزے رکھتا۔ گویا انھیں مسلسل روزہ رکھنے سے نہ رکنے پر بطور سزا تنبیہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (بخاری شریف)

لیکن صوفیاء کے لیے اس سلسلے میں تھوڑی سی رعایت ہے کہ اگر مرشد کامل اپنے مرید کے نفس میں حرص و رغبت زیادہ محسوس کرتے ہوئے اسے مسلسل روزہ رکھنے کا حکم کر دے تو اس کا کر لینا جائز ہے لیکن جونہی حرصِ نفس ختم ہو جائے تو وصال کا روزہ رکھنا بھی ترک کر دینا چاہیئے۔ عام حالات میں عام انسانوں کے لیے ایسا روزہ منع ہے لیکن اہل روحانیت کے لیے کسی مقام یا منزل پر ایسا کر لینا درست ہے اور اکثر صوفیاء نے چالیس چالیس دن، کسی نے گیارہ دن، کسی نے پانچ دن اور کسی نے دو یا تین یوم کا مسلسل روزہ رکھا ہے۔ ایسے روزہ میں باطنی اسراروں کا منکشف ہونا مقصود ہوتا ہے۔

حکایت شیخ ابوالحسن رح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حرم شریف میں اپنی جماعت (مریدوں) کے ساتھ سات دن تک مقیم رہے لیکن اتنی مدت میں ان لوگوں نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ ان کا ایک مرید طہارت کے لیے باہر گیا تو اس نے خربوزہ کا چھلکا پڑا دیکھا۔ اس نے اٹھا کر وہ چھلکا کھا لیا۔ کسی شخص نے اس کی اس شدتِ بھوک کو دیکھا تو ان کا پیچھا کیا (کہ ان لوگوں کا ٹھکانہ معلوم ہو جائے) اور اس کے بعد کچھ کھانا لا کر ان لوگوں کے سامنے (ازراہِ محبت و رفق و مدارات) پیش کیا۔ شیخ رح نے جب یہ رنگ دیکھا تو فرمایا تم میں سے کس نے یہ جرم کیا ہے (جس کی پاداش میں یہ کھانا ہمارے سامنے بھیجا گیا ہے) اس شخص نے کہا کہ جی مجھ سے یہ قصور سرزد ہوا ہے مجھے خربوزہ کا چھلکا پڑا ہوا مل گیا تھا میں نے اٹھا کر کھا لیا۔ یہ سن کر شیخ نے کہا کہ اب تم اپنے جرم کے ساتھ رہو (ہماری جماعت کو چھوڑ دو) یہ سن کر اس مرید نے کہا کہ میں اپنے جرم اور گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اس پر شیخ رح نے فرمایا کہ توبہ کے بعد تو کچھ کہنے کا

موقع ہی نہیں ہے (عوارف المعارف)

صوفیا کا نظریہ ہے کہ جب انسان گناہوں سے بہت بھاری ہو چکا ہو اور اس کا دل سیاہ ہو گیا ہو اور اس کی روح گناہوں کی خوگر ہو گئی ہو تو اس وقت ان گناہوں کا علاج صرف روزہ ہے۔ اس لیے صوفیا اپنے مریدانِ خاص کو تزکیۂ نفس کے لیے مسلسل تین سال، پانچ سال یا بارہ سال کے نفلی روزے رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ایسے روزوں کو شریعت میں صومِ وصال کہا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رض کو صومِ وصال سے منع فرمانا ازروئے محبت و شفقت تھا۔ دوسرے یہ کہ جب منبع روحانیت ان میں بہ نفسِ نفیس موجود تھا، تو انھیں اتنا زیادہ مجاہدہ کرنے کی ضرورت نہ تھی جبکہ آپؐ کی صحبت اور نگاہِ التفات ہی سے انھیں تمام روحانی منازل طے ہو گئے تھے لیکن جوں جوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہم دور ہوتے گئے تو معرفتِ الٰہیہ کے لیے مجاہدہ ضروری قرار پایا کیونکہ اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ چنانچہ صوفیا نے مسلسل روزے رکھنے شروع کر دیے کیونکہ آلودہ نفس بھوک برداشت کیے بغیر پاکیزہ نہیں ہوتا۔ اس لیے بے شمار صوفیا ایسے گزرے ہیں کہ انھوں نے سالہا سال کے مسلسل روزے رکھے لیکن بعض صوفیا نے نفلی روزے رکھنے کا بہتر اور سنت طریقہ ہی اختیار کرنے پر عمل کیا کہ ایک ماہ میں کچھ نفلی روزے رکھ لیے جائیں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور میرے نزدیک بھی بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس عمل کو اپنانا زیادہ اچھا ہے جو نبی کریم ؐ کا ہے۔

وہ صوفیا جو مسلسل کئی کئی سال تک روزے رکھتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صومِ وصال سے منع کرنا ازروئے ممانعت و حرمت نہ تھا بلکہ ہمدردی کے طور پر تھا اس لیے مسلسل روزے رکھنا یا مسلسل کئی کئی دن تک روزہ رکھنا خلافِ شرع نہیں بلکہ تقویٰ اور مجاہدہ کے اوپر کے درجہ میں شمار ہوتا ہے جو صرف اللہ کے مخصوص بندوں کے لیے ہے اور عوام الناس کے لیے نہیں کیونکہ

ان مخصوص بندوں اور مردانِ کامل کا روزہ بعض اوقات از روئے آزمائش بھی ہوتا ہے جو عین رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے اور زہد و مجاہدہ میں اربابِ طریقت کے لیے ایسا کرنا بالکل درست اور جائز ہے بلکہ صومِ وصال اس حالت میں رکھنا کرامت ہے جبکہ کسی شرعی فرمان میں خلل نہ پڑتا ہو۔

میں نے ایک مرتبہ ایک بزرگ سے ملاقات کی جو بارہ سال سے مسلسل روزہ رکھ رہے تھے اور ان کے روزہ کا طریقہ یہ تھا کہ سحری کے وقت بالکل ہلکی غذا عموماً ساگودانہ کی کھیر یا کوئی معمولی سی خوراک وغیرہ کھا لیتے تھے۔ اور پھر دن اور رات گزارتے۔ یعنی آٹھ پہر کے بعد سحری کے وقت ہی روزہ افطار کر کے دوبارہ روزہ رکھ لیتے۔ یہ ان کا حال ہے۔

ایسے ہی ایک اور سید صاحب تھے انھوں نے بھی بارہ سال کے مسلسل روزے رکھے وہ سحری کے وقت روزہ رکھ کر شام کو افطار کر لیا کرتے تھے۔

بعض صوفیا، دو دن کے بعد روزہ افطار کرتے ہیں اور بعض کئی کئی دن کے بعد روزہ افطار کرتے ہیں۔ حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ہر پندرہ دن کے بعد ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ اور جب رمضان آتا عید الفطر تک کچھ نہ کھاتے اس کے باوجود روزانہ رات میں چار سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔

حضرت داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ حال انسان کی امکانی طاقت سے باہر ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ایسا اللہ کی تائید کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ کسی کے لیے دنیاوی نعمت غذا ہوتی ہے اور کسی کے لیے تائیدِ الٰہی غذا ہوتی ہے۔

اہلِ دنیا صوفیاء کے مسلسل کئی کئی ماہ کے روزہ کو ایک زبانی کہاوت تصور کرتے ہیں اور جب ان کے سامنے کبھی ایسا بیان کیا جائے کہ فلاں بزرگ نے سوا ماہ یا دو تین ماہ کا مسلسل روزہ رکھا تو وہ صوفیاء کے ایسے عمل پر غور کیے بغیر

ہی کہہ دیتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ اطباء اور ڈاکٹروں کے مشاہدہ کے مطابق ایک بھوکا انسان صرف چالیس روز تک زندہ رہ سکتا ہے اور ایسا بھی مشکل ہی ہوتا ہے۔ بعض لوگ تو چند روز کی بھوک پیاس کے بعد اس دنیا کو خیر باد کہہ جاتے ہیں لیکن صوفیاء کے مسلسل کئی ماہ کے روزہ میں اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے جس کے سامنے انسانی عقل ہیچ ہے۔ جب اللہ کی مدد شامل حال ہوگی تو بھوک برداشت ہو جائے گی۔

نفلی روزے خواہ شرعی طریقے سے یا مسلسل رکھے جائیں اس کا مقصد صرف اللہ کی ذات کو راضی کرنا ہی ہوتا ہے اور اس نیت سے روزہ دار کو جو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی عنایات سے نوازتا ہے اسے اللہ اور اس کا بندہ ہی جانتا ہے جس پر خاص رحمت ہوتی ہے۔

(۲) ہمیشہ روزے رکھنا

ہمیشہ روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ممنوع روزوں کے علاوہ ہر روز روزہ رکھا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کو پسند نہیں فرمایا۔ کیونکہ ایسا کرنا اعتدال کے برعکس ہے۔ صوم الدہر کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رض أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَصُومُ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عُمَرُ

عبداللہ بن معبد زمانی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ! آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اس بات سے ناراض ہوئے۔ جب حضرت عمر نے یہ صورت حال دیکھی تو عرض گزار

قَالَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا - نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَدِّدُهَا حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ؟ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ قَالَ مُسَدَّدٌ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ أَوْ مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ شَكَّ غَيْلَانُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ أَوَ يُطِيقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ - قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ

ہوئے کہ ہم اللہ کے رب ہونے. اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں اللہ کی ناراضگی اور اس کے رسول کی ناراضگی سے۔ حضرت عمرؓ برابر یہی دہراتے رہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جاتا رہا۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمیشہ کے روزے رکھنا کیسا ہے؟ فرمایا کہ نہ اس نے روزے رکھے اور نہ چھوڑے۔ مسدد نے لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ کہا ہے یا مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ کہا. اس میں غیلان کو شک ہے. عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسا ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے؟ فرمایا کہ اس کی کوئی طاقت رکھتا ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے؟ فرمایا کہ یہ حضرت داؤدؑ کا روزہ ہے۔ عرض گزار ہوئے کہ، یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن نہ رکھے؟ فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی طاقت مل جائے۔ پھر رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھنا اور رمضان کے روزے رکھنا یہ گویا ہمیشہ روزے رکھنے جیسا ہے۔ اور

كُلِّهِ وَصِيَامُ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَصَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ ؛

عرفہ کا روزہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے کے گناہ دور کر دیتا ہے اور عاشورہ کا روزہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ اگلے ایک سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔

(ابوداؤد)

---

(۲) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ رَجُلٌ يَصُوْمُ الدَّهْرَ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ ؛

حضرت عبداللہ بن شخیر رضؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص کا تذکرہ ہوا۔ جو ہمیشہ روزے رکھتا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے نہ تو روزہ رکھا اور نہ افطار کیا۔

(نسائی شریف)

(۳) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ ؛

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزہ نہیں رکھا۔ (ابن ماجہ)

(۴) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَقُوْلُ وَاللهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری اس بات کا پتہ چلا کہ میں کہتا ہوں خدا کی قسم! جب تک میرے جسم میں جان ہے دن کو روزے رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے ایسا کہا ہے

ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ - قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَاَفْطِرْ يَوْمًا فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ ٭

فرمایا تم اس قدر استطاعت نہیں رکھتے۔ بنا بریں تم روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو اور ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ اور ایسا کرنا گویا عمر بھر روزے رکھنے کے مترادف ہے۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اور یہ تمام روزوں سے افضل ہے۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بہتر اور کوئی روزہ نہیں۔ (بخاری شریف)

(۵) عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا لَا يُفْطِرُ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا۔ فَقَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ ٭

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمارا گزر ایک شخص پر ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہ شخص اتنی مدت سے افطار نہیں کرتا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے نہ روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔ (نسائی شریف)

(۶) عَنْ عِمْرَانَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا لَا

حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

يُفْطِرُ نَهَارَ الدَّهْرِ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ۔

وسلم فلاں شخص دن کو کبھی افطار نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔ (نسائی شریف)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ عمر بھر ہمیشہ روزے رکھنے والوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ) کہ اس نے نہ ہی روزہ رکھا نہ افطار کیا۔ کیونکہ برابر رکھتے ہوئے ایک عادت ہو جائے گی تو روزہ ایک رسمی اور عادتی چیز بن جائے گا۔ تکلیف اور مشقت محسوس نہ ہوگی حالانکہ عبادت کی بنا مخالفتِ عادت پر ہے جو ایک ریاضت ہے اور وہ تکلیف ہے جس کے ساتھ مزید ثواب متعلق ہے۔ (لَا أَفْطَرَ) نہ افطار کیا۔ جو کھاتا پیتا تو راحت و آرام حاصل کرتا۔

بہر حال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے انکار لطیف ضرور محسوس ہوتا ہے۔ ابن الہمامؒ نے لکھا ہے کہ صوم الدہر مکروہ ہے۔ اس کی علت بیان کی کہ یہ روزے ضعیف کر دیتے ہیں اور طبعی اور عادتی چیز بن کر رہ جاتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہیں جبکہ عیدین اور ایام تشریق کے روزے بھی نہ چھوڑے اگر ان ممنوع روزوں کو نہیں رکھتا تو پھر صیام الدہر میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ ہی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر ایام منہیہ میں افطار کرتا ہے تو پھر باقی دنوں میں روزہ رکھے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر ایام ممنوعہ کے ساتھ ہمیشہ روزہ رکھتا ہے تو پھر حقیقت میں لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ کا مصداق ہوا۔ ممانعت کی وجہ سے نہ روزہ ہی ہوا نہ افطار ہی رہا۔ اگر ان ایام ممنوعہ کو منہا کر کے روزہ رکھتا ہے تو اس پر کوئی انکار وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اور حضرت حمزہ بن عمر اسلمی ہمیشہ روزے رکھتے تھے۔ ایام ممنوعہ کے علاوہ تو کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔

کچھ صوفیاء ہمیشہ صوم الدہر رکھتے ہیں اور سارا سال روزے رکھتے ہیں۔ جن ایام کا روزہ رکھنا منع ہے انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی

ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلسل روزے رکھے جہنم اس پر تنگ ہو گئی۔ بعض حضرات نے مسلسل روزے رکھنے کو اچھا خیال نہیں کیا اور اسی پر زیادہ زور دیا ہے کہ نفلی روزے اس طرح ہی رکھنے چاہئیں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔

صوفیاء میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو مسلسل روزے رکھنا پسند نہیں کرتے اور ان کے نزدیک پسند نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب نفس ایک عمل کا عادی ہو جائے تو پھر وہ حصول ثواب کی خاطر نہیں بلکہ لذت کے حصول کے لیے وہ اعمال انجام دیتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ عبادات و طاعات میں کبھی نفس اور اس کی مرغوب لذات کو یکجا نہ ہونے دیا جائے کیونکہ نفس کی تو خصوصیت و جبلت ہی نیکی سے فرار اور برائی کی طرف میلان ہے اور جب نفس کسی ایک عبادت سے مانوس ہو جائے تو اہل معرفت و بصیرت اس کو بھی فریب نفس سے تعبیر کرتے ہیں۔ (عوارف المعارف)

حضرت جنیدؒ کا معمول

سید الطائفہ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ صائم الدہر تھے البتہ جب کوئی برادرِ طریقت ان کے پاس آجاتا تو وہ اس کے ساتھ افطار کرتے تھے اور فرماتے تھے بھائیوں کا ساتھ دینا (ان کے عمل میں شریک ہونا) روزے (نفلی) کی فضیلت سے کم نہیں ہے مگر اس قسم کی افطار کے لیے علم کی ضرورت ہے (علم طریقت و شریعت پر عبور کامل ہو) کیونکہ ایسی افطار کبھی کبھار نفسانی تحریک سے بھی ہو سکتی ہے اور برادران طریقت کے ساتھ اشتراک عمل کی نیت ہی نہیں ہوتی (بلکہ اپنے نفس کی خواہش بھی اس میں شریک ہوتی ہے) پس نفس کی طمع و حرص کے ہوتے ہوئے محض موافقت کی نیت کا خالص رکھنا دشوار ہے۔ (عموماً شائبہ نفس اس موافقت میں پایا جاتا ہے)

ایک فقیر کا قول ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے جو دل پاکیزہ ہو جاتا ہے وہ اللہ کے نور کا ٹھکانہ بن جاتا ہے اور اس طرح روزہ سے بندے کا باطن نور سے بھر جاتا ہے اور جس شخص کا باطن نور سے معمور ہو جائے وہ اللہ کا

خاص بندہ بن جاتا ہے۔ جس طرح رات اور دن افادیت کے لحاظ سے یکساں نہیں ہو سکتے ایسے ہی روزہ دار ہمیشہ اس شخص سے بالا ہو جاتا ہے جو شکم سیر ہو کر کھاتا ہے اور اپنی زندگی کو نفس کی خواہشات پوری کرنے میں گزارتا ہے بلکہ اللہ کے بندے کھانا کھاتے ہیں تاکہ زندہ رہ کر اللہ کی عبادت کر سکیں۔ دنیا دار اس لیے زندہ ہیں تاکہ خوب کھائیں پئیں۔

چلہ کشی کے روزے

چالیس دن کے روزوں کو صیام اربعین یعنی چلہ کے روزے کہا جاتا ہے نفس کو عبادت کے لیے پابندیٔ وقت کا عادی کرنے کے لیے ان روزوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چلہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے وہ باطنی اسرار بھی حاصل ہو جاتے ہیں جو عام حالات میں حاصل نہیں ہوتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چالیس دن اللہ کے واسطے خاص کر دیے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر آجاتے ہیں۔

چالیس دن کے روزوں کا چلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چلہ سے اخذ کردہ ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملی تو انھوں نے کوہ طور پر چالیس دن چلہ میں گزارے۔ اس نسبت سے بعض اللہ کے بندے چالیس دن کا چلہ کرتے ہیں۔ چلہ میں روزے رکھنا ضروری ہیں۔ بعض اللہ کے بندوں کا کہنا ہے کہ چلہ میں روحانی علوم یا علوم لدنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں وہ بھی ایک قسم کا مکالمہ ہے پس جو شخص روزے کے ساتھ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر علم لدُنی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ بھوک برداشت کیے بغیر اسرارِ طریقت اور رموزِ معرفت حاصل نہیں ہوتے اور بھوک کو برداشت کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے اور ہر اللہ والے کو اس منزل سے گزرنا پڑتا ہے

فاقہ کشی کی دو صورتیں ہیں، ایک فاقہ کشی تو اللہ والوں پر از روئے آزمائش آتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم البتہ ضرور تمھیں خوف، بھوک، مال وجان اور پھلوں میں نقص ڈال کر آزمائیں گے"۔ ایسی آزمائشی فاقہ کشی میں عموماً ذرائع آمدنی ختم ہو جاتے ہیں اور رزق ملنے کے تمام ذرائع حکمتِ خداوندی سے ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ والوں پر فاقہ کشی کی نوبت آجاتی ہے اور کئی کئی روز تک غذا میسر نہیں آتی اور پھر اگر تھوڑی بہت غذا ملے بھی تو حکمتِ خداوندی سے ملتی ہے۔ فاقہ کشی کی دوسری صورت روحانی مدارج طے کرنے کے لیے صوفیاء خود اپناتے ہیں اور عموماً بھوک برداشت کرتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں سے فاقہ کشی کی کوئی صورت ہو اس میں رضائے الٰہی ہی کا دخل ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوکے کا شکم ستر عاقل عابدوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے شکموں کو بھوکا، اپنے جگر کو پیاسا اور اپنے جسموں کو غیر آراستہ رکھو تاکہ تمھارے دل اللہ تعالیٰ کو دنیا میں ظاہری طور پر دیکھ سکیں۔

ماہِ رمضان کے روزوں سے اور اس کے علاوہ چالیس دن کے روزے رکھنے سے دل کی صفائی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صوفیاء اپنے مریدانِ خاص کو چند چلّہ کشیاں کرواتے ہیں تاکہ ان کا باطن پاکیزہ ہو جائے۔ جب باطن پاکیزہ ہو جاتا ہے تو چلّہ کشی بند کروا دیتے ہیں۔

صاحبِ "کتاب الصیام" نے انوار و تجلیات کے انکشاف کے لیے چلّہ کشی میں ایک عمل لکھا ہے جو ان کے قول کے مطابق اس طرح ہے کہ چلّہ کشی کرنے والا چالیس دن روزے رکھے اور اسم اللہ کا ورد اس چلّہ میں اس طرح کرے کہ حواسِ ظاہری کو بند کرے تاکہ فیضِ باطن کھلے۔ زبان کو تالو سے لگا کر لفظ "اللہ اللہ" کی تکرار دل سے کرے۔ تمام چلّہ کے اندر مصروفیت اسی میں رہے یہاں تک کہ نورِ ذکر تمام باطن کو روشن اور منور کر دے اور تمام اعضاء میں اس کا نور پھیل جائے۔ پھر آنکھوں میں وہ روشنی

پیدا ہوگی کہ جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے عالمِ مثال کے عجائب و غرائب بیداری میں مشاہدہ کرے گا، ارواحِ انبیاءؑ، اولیاءؒ اور ملائکہ اس پر ظاہر ہوں گے اور مَلَكُوتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس پر آشکارہ ہوں گے۔ بعض اکابر سے منقول ہے انھوں نے ایک طالبِ صادق کو دیکھا تو فرمایا کہ تجھ کو کوئی ایسی چیز سکھلا دوں جو تیرے لیے غایت درجہ مفید ہو اور تجھ کو اس درجہ پر پہنچا دے کہ اس سے اوپر کوئی درجہ متصور نہ ہو۔ عرض کیا فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ ہمیشہ اللہ اللہ کہتے رہو۔ اور ایک سانس میں تین بار سے کم نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ اظہار ہمزہ کے ساتھ اللہ کہو۔ سات دن تک اس طرح اس کی تکرار کرو کہ اس کے سوا کوئی کلمہ ضرورت یا بلا ضرورت زبان پر نہ لاؤ۔ روزہ حلال شے پر افطار کرو۔ رات میں جس قدر ہو سکے بیدار رہو۔ ایک ہفتہ کے بعد عجائبِ زمین اس پر ظاہر ہوں گے۔ اسی طرح سات دن مشغول رہو تو آسمان کے عجائب ظاہر ہوں گے۔ پھر اسی سات دن کے عمل کے بعد عجائبِ ملکوت منکشف ہوں گے۔ چالیس دن اگر اس طرح تمام کر لیے تو مقاماتِ رفیعہ اور کراماتِ عالیہ کا مالک ہوگا اور عالم میں تصرف کرنے کی قوت اس کو حاصل ہوگی۔ (کتاب الصیام۔ ص ۲۲۶)

چالیس دن کے روزے کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش نے کتاب "کشف المحجوب" میں لکھا ہے کہ مشائخ طریقت کی چلہ کشی کی اصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے متعلق ہے۔ کیونکہ انھوں نے بوقت مکالمہ پہلے چالیس روز تک چلہ کشی کی اور مسلسل روزہ رکھا۔ اور یہ صحیح ہے کہ مشائخ جب چاہتے ہیں کہ باطن میں رب العزت سے ہم کلام ہوں تو وہ چالیس روز کا روزہ رکھ لیتے ہیں۔ اور جب تیس دن گزر جاتے ہیں تو مسواک کرتے ہیں۔ اس کے بعد دس روز مزید گزارتے ہیں۔ بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ باطنی طور پر ہم کلام ہوتا ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کے سامنے باطن میں اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا

باطن کو سنوارنے کے لیے صوفیاء نے تزکیہ اور تصفیہ کا طریقہ اپنایا۔ اس لیے صوفیاء چالیس روز تک کھانا پینا ترک کر کے نفس کو مغلوب کرتے ہیں تاکہ لطائف روح اور محبت کی صفائی کے لیے کامل ولایت حاصل ہو جائے۔

(۴) صومِ داؤدی

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑ دینے کا نام صوم داؤدی ہے۔ اس طرح روزہ رکھنے کا معمول حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا اور نفلی روزہ رکھنے کا یہ طریقہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسند ہے۔ صوم داؤدی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَیْفَ تَصُوْمُ؟ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِہٖ فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ غَضَبَہٗ قَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ فَجَعَلَ عُمَرُ یُرَدِّدُ ھٰذَا الْکَلَامَ حَتّٰی سَکَنَ غَضَبُہٗ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ مَنْ یَّصُوْمُ الدَّھْرَ کُلَّہٗ، قَالَ لَا صَامَ وَلَا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اس بات سے ناراض ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے آپؐ کی ناراضگی دیکھی تو کہا ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں اللہ کی۔ عمرؓ اس بات کو بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کی ناراضگی دور ہوئی۔ عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول! جو شخص سارا سال روزے رکھتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا

أَفْطَرَ أَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ۔ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَمَنْ يُطِيقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ۔ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ ؎

نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا یا آپؐ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس شخص کا کیا حکم ہے جو دو دن روزے رکھتا ہے اور ایک دن افطار کرتا ہے آپؐ نے فرمایا اس کی کون طاقت رکھتا ہے عمرؓ نے کہا اس کا کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن افطار کرتا ہے فرمایا یہ حضرت داؤد کا روزہ ہے۔ اسؓ نے کہا اس شخص کا کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور دو دن افطار کرتا ہے، فرمایا میں چاہتا تھا کہ مجھے اس بات کی طاقت دی جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ میں تین روزے اور رمضان کے روزے رمضان تک یہ ہمیشہ کے روزے ہیں۔ عرفہ کے دن کا روزہ مجھے امید ہے کہ اس کا ثواب اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے اس سے پہلے اور ایک سال کے اس کے بعد کے گناہ بخش دے گا۔ اور عاشورہ کے دن کے روزے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے کے گناہ معاف کردے گا۔ (مسلم شریف)

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینے میں

قَالَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ صُمْ يَوْمًا وَّ اَفْطِرْ يَوْمًا - فَقَالَ اقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِىْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ اِنِّىْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ فِىْ ثَلٰثٍ ؞

تین دن روزے رکھا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی استطاعت رکھتا ہوں یونہی گفتگو ہوتی رہی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کیا کرو (نیز) آپ نے فرمایا قرآن مجید مہینہ میں ایک بار ختم کیا کرو۔ عبداللہ بولے میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں حتیٰ کہ آپ نے فرمایا تین دن میں ایک بار قرآن مجید ختم کیا کرو۔

(بخاری شریف)

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَهٗ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَكَانَ يُفْطِرُ يَوْمًا وَيَصُوْمُ يَوْمًا ؞

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام روزوں سے داؤدی روزے زیادہ پسند ہیں اور تمام نفلی نمازوں سے اللہ تعالیٰ کو داؤدی نماز زیادہ پسند ہے۔ وہ نصف رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے۔ نیز وہ ایک دن روزہ نہ رکھتے اور ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

(۴) عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ رح قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْكَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهٗ صَوْمِىْ -

ابوقلابہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوالملیح نے بتایا کہ میں تمہارے والد کے ہمراہ عبداللہ بن عمرو کے پاس گیا تو انہوں نے ہی بتایا کہ میرے روزے کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر ہوا تو آپ میرے پاس تشریف لائے۔

فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ خَمْسًا ـ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ سَبْعًا ـ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِحْدٰى عَشْرَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَطْرُ الدَّهْرِ صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا ۞

میں نے آپؐ کے لیے کھجور کی چھال بھرا تکیہ رکھا آپ زمین پر بیٹھ رہے تکیہ آپ کے اور میرے درمیان رکھا رہا۔ مجھے فرمایا کیا تمھارے لیے مہینے میں تین روزے کافی نہیں؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کچھ اور زیادہ۔ فرمایا پانچ روزے۔ میں نے کہا کچھ اور زیادہ۔ آپ نے کہا سات روزے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور۔ یا رسول اللہ! آپؐ بولے نو روزے۔ میں نے عرض کیا اس سے کچھ زیادہ اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا گیارہ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داؤد علیہ السلام کے روزے سے افضل کوئی روزہ نہیں، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔

(بخاری شریف)

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا عبداللہ! مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو میں بولا ہاں! آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی کرو اور افطار بھی کرو رات کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تم پر تمھارے بدن کا حق ہے اور تم پر تمھارے مہمانوں کا حق ہے اور تمھارے لیے مہینہ میں تین روزے رکھنا کافی ہیں ہر نیکی کا

لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّ اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ فَشَدَّدْتُّ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

اجر دس گنا ہوتا ہے۔ گویا تم عمر بھر روزے سے رہتے ہو۔ میں نے شدت برتنی چاہی تو مجھ پر سختی کی گئی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں اس کی استطاعت رکھتا ہوں آپؐ نے فرمایا خدا کے نبی داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو۔ اور اس میں مزید اضافہ نہ کرو۔ میں بولا، داؤد علیہ السلام کا روزہ کس طرح تھا؛ فرمایا ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ عبداللہ جب بوڑھے ہوئے تو کہا کرتے، کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پر عمل کرتا۔

(بخاری شریف)

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَنْكَحَنِيْ اَبِيْ اِمْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَاْتِيْهَا فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَقَالَتْ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَاْ لَنَا فِرَاشًا وَّلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ فَذَكَرَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے میرا نکاح ایک کھاتے پیتے گھرانے کی عورت سے کردیا آپ اس عورت کے پاس آتے اور اس سے اس کے خاوند (میرا) کا برتاؤ (سلوک) پوچھتے۔ وہ بولی بہت اچھا آدمی ہے اس نے آج تک میرے ساتھ ہم بستری نہیں کی اور نہ ہی بیت الخلا میں گیا جب سے ہم اس کے پاس آئے ہیں۔

ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَيْتُهٗ مَعَهٗ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ قُلْتُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ صُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ وَ اَفْطِرْ يَوْمًا - قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ صِيَامُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَوْمُ يَوْمٍ وَ فِطْرُ يَوْمٍ ۔

میرے والد نے اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اپنے والد کے ساتھ حضورؐ کے پاس گیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تو روزے کس طرح رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہر روز۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہر ہفتے میں تین روزے رکھا کرو۔ میں نے عرض کیا مجھے ان سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو دو دن روزے رکھو اور ایک دن افطار کرو میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ طاقت حاصل ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تمام روزوں سے زیادہ افضل حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں آپ ایک دن روزہ رکھتے۔ اور ایک دن افطار فرماتے۔ (نسائی شریف)

(۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ لَاَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ وَلَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ مَا عِشْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ قُلْتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں رات بھر عبادت کروں گا اور دن کو روزہ رکھوں گا جب تک میں زندہ رہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ دریافت فرمایا کیا تو یہ کہتا تھا؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! بے شک میں نے یہ کہا۔ آپؐ نے فرمایا تم اتنی طاقت نہیں رکھتے، روزہ

فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ
وَاَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ
مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ
الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَ
ذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ
قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ
مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمًا وَّ
اَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ
اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَاَفْطِرْ يَوْمًا
وَّذٰلِكَ صِيَامُ دَاوٗدَ وَهُوَ
اَعْدَلُ الصِّيَامِ قُلْتُ فَاِنِّيْ
اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ قَالَ
عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَاَنْ اَكُوْنَ
قَبِلْتُ الثَّلٰثَةَ الْاَيَّامَ الَّتِيْ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَهْلِيْ
وَمَالِيْ ۔

رکھو اور افطار کرو اور سوؤ اور
عبادت کرو اور ہر ماہ تین روزے
رکھا کرو۔ کیونکہ نیکی کا ثواب دس گنا
ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ روزہ رکھنے
کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا
مجھے اس سے بہتر کی طاقت ہے
آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھ
اور دو دن افطار کر۔ میں نے عرض کیا مجھے
اس سے بہتر کی طاقت ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن
افطار کر۔ اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا
روزہ ہے بہت ہی معتدل روزہ ہے۔ میں
نے عرض کیا مجھے اس سے بہتر کی طاقت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس
سے بہتر کچھ نہیں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ
عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں وہ تین دن جو نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائے تھے
قبول کر لیتا تو وہ مجھے اپنے گھر اور مال
و دولت سے زیادہ پسند ہوتے۔

(نسائی شریف)

ان احادیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ صوفیاء نے پاکیزگیٔ نفس کے لیے داؤدی روزے رکھنے کا طریقہ اختیار کیا لیکن بعض اولیاء نے یہ معمول بھی اختیار کیا کہ وہ دو دن روزہ رکھتے اور دو دن روزہ نہ رکھتے تھے۔

ایسے روزوں کا بڑا ثواب ہے اور داؤدی روزوں سے پاکیزگیٔ نفس بہت جلد حاصل ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا احادیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کو سب سے زیادہ فضیلت کے حامل اس لیے بتایا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے شدید ترین روزے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا مسلسل روزہ سے کہیں مشکل ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص مسلسل روزہ رکھنے سے مانوس ہو جاتا ہے تو اسے روزہ رکھنے کی بجائے روزہ نہ رکھنے میں زیادہ دشواری پیش آتی ہے۔ اس لیے ایسا کرنا اس کی عادت کے خلاف واقع ہوتا ہے اور جو شخص ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتا ہے اس کی روزہ رکھنے کی عادت نہیں بنتی۔ اس طرح اس پر ایک دن بغیر روزہ کے گزارنا اور دوسرے دن روزہ رکھنا سخت دشوار گزرتا ہے۔

(۵) ہر ماہ میں تین روزے

ہر اسلامی مہینے میں تین نفلی روزے رکھنا مستحب ہے کیونکہ نفلی روزوں سے باطنی کیفیات اور روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کے لیے ہر ماہ میں تین نفلی روزے تجویز فرمائے۔ اکثر صوفیائے کاملین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل یعنی ہر ماہ میں تین نفلی روزے رکھنے پر عمل کیا۔ لہٰذا جو شخص چاہے کہ اسے روحانی اسرار حاصل ہوں تو اسے چاہیئے کہ وہ ہر ماہ تین نفلی روزے رکھے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر مہینے میں تین روزے رکھوں

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ اَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسُ ۞

ان میں سے پہلا سوموار یا جمعرات تا ر

(نسائی شریف)

(٢) عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ؟ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ، قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ ۞

حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے تین روزے رکھتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا مہینے کے کونسے دنوں میں روزے رکھتے تھے؟ فرمایا کہ آپ اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ مہینہ میں کونسے دن ہوں۔

(مسلم شریف)

(٣) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةً اَنْ لَّا اَنَامَ اِلَّا عَلٰى وِتْرٍ وَصَوْمَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَاَنْ اُصَلِّيَ الضُّحٰى ۞

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین وعدے لیے۔ وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں ہر مہینے کے تین روزے رکھوں اور نمازِ چاشت پڑھوں۔

(ترمذی شریف)

(٤) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِهٖ مَنْ جَآءَ

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھے تو یہ پوری زندگی کے روزے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا ثواب ہے تو ایک دن

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا فَالْيَوْمُ بِعَشْرِ اَيَّامٍ ۞

دس دنوں کے برابر ہوا۔
(ابن ماجہ)

(۵) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ مِنْ اَيِّهٖ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَيِّهٖ كَانَ ۞

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے۔ میں نے حضرت عائشہ رض سے دریافت کیا وہ کون سے دن کے روزے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ جس روز جی چاہتا رکھ لیتے۔ (ابن ماجہ)

(۶) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَةٍ لَا اَدَعُهُنَّ اَوْصَانِيْ بِصَلٰوةِ الضُّحٰى وَبِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ وَبِصِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ ۞

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ میں انھیں نہ چھوڑوں آپؐ نے مجھے چاشت کی نماز پڑھنے، سونے سے قبل وتر پڑھ لینے اور ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کی وصیت فرمائی۔ (نسائی شریف)

(۷) عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ ۞

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار باتوں کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ ایک تو عاشورہ کے دن روزہ رکھنا۔ دوسرا ذی الحجہ کے دس روزوں کو، تیسرے ہر ماہ کے تین روزوں کو اور چوتھے فجر سے پہلے دو رکعتوں کو۔ (نسائی شریف)

--- ۞ ---

(۸) عَنْ اَبِيْ مُجِيْبَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ

حضرت ابی مجیبہ الباہلی اپنے والد سے یا اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَنَا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ قَالَ فَمَا أَرَى جِسْمَكَ نَاحِلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَكَلْتُ طَعَامًا بِالنَّهَارِ مَا أَكَلْتُهُ إِلَّا بِاللَّيْلِ قَالَ مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَقْوَى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا بَعْدَهُ قُلْتُ إِنِّي أَقْوَى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهُ قُلْتُ إِنِّي أَقْوَى قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَثَلٰثَةَ أَيَّامٍ بَعْدَهُ وَصُمْ أَشْهُرَ الْحُرُمِ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں گزشتہ سال آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ آپ نے فرمایا تم اس قدر کمزور کیوں نظر آتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دن میں کھانا نہیں کھاتا صرف رات کو کھاتا ہوں آپ نے فرمایا! تمہیں اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ میں طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا رمضان کے علاوہ ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا دو دن کے رکھ لو۔ میں نے پھر وہی عرض کیا آپ نے فرمایا تین دن اور اشہر حرم کے روزے رکھ لو۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ماہ میں تین نفلی روزے رکھنے کی تاکید کی ہے۔ ان نفلی روزوں کا ثواب بہت زیادہ ہے کیونکہ ہر نیکی دس گنا ہونے کی وجہ سے تین دن کے روزے تیس دن یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو گئے تو اس طرح صیام الدہر کا ثواب ہو جاتا ہے۔ ان تین روزوں کو کن دنوں یا کن تاریخوں میں رکھنا چاہیئے۔ تو اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی طریقے مسنون ہیں۔ سارے ماہ میں جب چاہے نفلی روزے رکھ لے جیسے شروع مہینے میں پہلی تین تاریخوں میں نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ مہینے کی آخری تین تاریخوں میں روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ مہینے کے درمیانی

تین دنوں میں روزہ رکھنا سنت ہے مسنون طریقوں کے بارے میں آپؐ کی احادیث یہ ہیں :

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَ الْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنَ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخَرِ الثُّلٰثَاءَ وَ الْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ ٭

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں ہفتہ ، اتوار اور سوموار کا روزہ رکھتے اور دوسرے مہینہ میں منگل ، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے ۔

(ترمذی شریف)

اس حدیث سے یہی طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہ اگر آپ ہفتے کے پہلے تین دن کا روزہ رکھتے تو دوسرے ماہ ہفتے کے اگلے تین دنوں کا روزہ رکھتے۔ ایک اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ مہینے کے اول تین دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے جو آپ کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ يَعْنِيْ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ٭

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے شروع میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔

(ابوداؤد)

(۳) عَنْ اَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيِّ وَ كَانَ شَاعِرًا وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ نَعَمْ

ابوالعباس مکی (جو شاعر تھے اور حدیث میں متہم نہ تھے) روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ! فرمایا جب تم ایسا کروگے تو تمہاری آنکھوں میں گڑھے پڑجائیں گے اور

قَالَ اِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ
هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَ نَفِهَتْ
لَهُ النَّفْسُ لَا صَامَ مَنْ صَامَ
الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ صَوْمُ
الدَّهْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ
اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ
صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا
وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى ؛

بدن ڈھیلا پڑ جائے گا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا (گویا) اس نے کوئی روزہ نہیں رکھا۔ ہر ماہ تین روزے رکھنا پورا مہینہ روزے رکھنے کے مترادف ہے۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے، فرمایا تو داؤد علیہ السلام والا روزہ رکھو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پسپا نہ ہوتے۔ (بخاری شریف)

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو
ابْنِ الْعَاصِ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
اَلَمْ اُحَدَّثْ اَنَّكَ تَقُوْلُ
لَاَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ وَلَاَصُوْمَنَّ
النَّهَارَ قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ نَعَمْ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ قُلْتُ ذَاكَ
قَالَ فَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ
وَصُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ
اَيَّامٍ وَذَاكَ مِثْلُ صِيَامِ
الدَّهْرِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ
قَالَ صُمْ يَوْمًا وَاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ
قَالَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ راتوں کو ہمیشہ قیام کیا کروں گا اور دنوں کو ہمیشہ روزے رکھا کروں گا۔ کیا یہی بات ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ہاں! میں نے یہی کہا ہے۔ فرمایا کہ قیام کرو اور سویا کرو۔ نیز روزے رکھو اور چھوڑا کرو۔ نیز ہر مہینے میں تین روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن چھوڑا کرو۔ عرض کی کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا تو ایک دن روزہ رکھ اور

مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَ اَفْطِرْ يَوْمًا وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّيَامِ وَهُوَ صِيَامُ دَاوٗدَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ ؕ

ایک دن چھوڑ دیا کرو۔ یہ سب سے اچھے روزے ہیں اور داؤدی روزہ یہی ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے زیادہ میں فضیلت نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

ایام بیض کے روزے

ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کو ایام بیض کہا جاتا ہے۔ بیض کے معنی سفید اور روشن کے ہیں۔ یہ ابیض کی جمع ہے۔ انھیں ایام بیض کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان دنوں کے روزے گناہوں کو ختم کر کے دلوں کو روشن کر دیتے ہیں۔ چنانچہ دل روشن ہونے کی مناسبت سے انھیں ایام بیض کے روزے کہا جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے اترے تو ان کا تمام بدن سیاہ ہو گیا۔ جب توبہ قبول ہوئی تو حکم ہوا کہ ان تین دنوں میں روزہ رکھو۔ جب تیرھویں کو روزہ رکھا تو ان کا تہائی جسم سفید ہو گیا۔ جب چودھویں کو روزہ رکھا تو دو تہائی اور پندرھویں کو روزہ رکھا تو تمام بدن سفید اور روشن ہو گیا۔ اس مناسبت کی وجہ سے انھیں ایام بیض کہا جاتا ہے۔

ایام بیض کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں کے نفلی روزے رکھنے کی تاکید کی ہے۔

(۱) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذرؓ! اگر تو ہر مہینہ کے تین روزے رکھے

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ ۔

تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھا کرو۔

(ترمذی شریف)

(۲) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْمُرُ بِصِيَامِ الْبِيْضِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَيَقُوْلُ وَهُوَ كَصَوْمِ الدَّهْرِ اَوْ كَهَيْئَةِ صَوْمِ الدَّهْرِ ۔

حضرت عبد الملک بن منہال اپنے باپ منہال سے روایت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ، اور پندرہ کا روزہ رکھنے کا حکم فرماتے۔ اور فرماتے کہ یہ پوری زندگی کے روزوں کے برابر ہیں یا پوری زندگی کے روزوں کی مانند ہیں۔

(ابن ماجہ)

(۳) عَنِ ابْنِ مِلْحَانَ الْقَيْسِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا اَنْ نَصُوْمَ الْبِيْضَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ قَالَ وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ ۔

ابن ملحان قیسی نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو اور فرمایا کہ ہر مہینے میں یہ روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہے۔

(ابوداؤد)

(۴) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صِيَامُ الدَّهْرِ وَاَيَّامُ الْبِيْضِ صَبِيْحَةَ ثَلٰثَ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر ماہ میں تین دن روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ایام بیض تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تک

عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ ۞

کے روزے ہیں۔

(نسائی شریف)

(۵) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِی الْمِهَالِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامِ الْبِيْضِ قَالَ هِيَ صَوْمُ الشَّهْرِ ۞

حضرت عبدالملک بن ابو مہال رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے سُنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایام بیض کے تین روزوں کا حکم صادر فرمایا کہ ان کا ثواب پورے ایک ماہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔

(نسائی شریف)

۞

(۶) عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَرْنَبٍ قَدْ شَوَّاهَا رَجُلٌ فَلَمَّا قَدَّمَهَا اِلَيْهِ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ بِهَا دَمًا فَتَرَكَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَاْكُلْهَا وَقَالَ لِمَنْ عِنْدَهٗ كُلُوْا فَاِنِّيْ لَوِ اشْتَهَيْتُهَا اَكَلْتُهَا وَرَجُلٌ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْنُ فَكُلْ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ صَائِمٌ قَالَ فَهَلَّا

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خرگوش پیش کیا گیا جسے ایک شخص بھون کر لایا تھا۔ جب آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ اسے خون آرہا تھا۔ آپؐ نے یہ سن کر اسے چھوڑ دیا اور نہ کھایا اور جو لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے ارشاد فرمایا کہ کھاؤ۔ کیونکہ اگر میرا جی چاہتا تو میں بھی کھاتا۔ ایک اور شخص پاس بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے اس سے ارشاد فرمایا قریب آؤ اور لوگوں کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تو نے

صُمْتَ الْبِيْضَ قَالَ وَ مَا هُنَّ قَالَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ وَ خَمْسَ عَشْرَةَ ؏

ایام بیض کی تاریخوں کے روزے کیوں نہیں رکھتے اس نے عرض کی کہ بیض کے روزے کونسے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں۔

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ ؏

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے سفر اور حضر میں نہیں چھوڑتے تھے۔ (نسائی)

مندرجہ بالا احادیث سے یہی واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایام بیض کے روزے رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔

اس سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ تیرہ ذوالحجہ کو چونکہ روزہ رکھنا منع ہے اس لیے تیرہ ذوالحجہ کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے بلکہ چودہ، پندرہ اور سولہ تاریخ کا روزہ رکھنا چاہیے۔

بیض کے روزوں کے بیشمار فوائد ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہر ماہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے اور روزہ افطار کرتے وقت اضافۂ رزق کے لیے اللہ کے حضور دعا مانگے۔ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ اور رزق میں اضافہ ہوگا۔

اگر کسی شخص کو جلد کی بیماری ہو جیسے جذام برص وغیرہ ہو تو اسے بھی چاہیے کہ ایام بیض کے روزے رکھے اور تیسرے دن کے روزہ میں لعبنا ظہر کبرہ ریزہ کر یا شافع الامراض ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ شفایاب ہو جائے گا۔

کسی برے کام سے تائب ہونے کے لیے بھی یہ نفلی روزے بڑے اکسیر ہیں۔ لہذا جو شخص ہر ماہ ان تاریخوں کے روزے رکھ کر توبہ استغفار کے عمل پڑھے انشاء اللہ بہت جلد توبہ قبول ہوگی۔

(۷) اہم مہینوں کے نفلی روزے

۱۔ محرم کے روزے

اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ محرم کو محرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس ماہ میں جنگ کرنا حرام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اس کے روزوں کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمُ وَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَۃِ صَلٰوۃُ مِنَ اللَّیْلِ رَمَضَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل محرم کے روزے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (نمازِ تہجد) ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی محرم کے پہلے جمعہ کو روزہ رکھے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (نزہۃ المجالس)

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَاَلَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَیُّ شَھْرٍ تَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ لَہٗ مَا سَمِعْتُ اَحَدًا یَسْاَلُ عَنْ ھٰذَا اِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُہٗ یَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَاعِدٌ عِنْدَہٗ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپؓ سے کسی نے پوچھا کہ رمضان کے بعد آپ کس مہینے کے روزے رکھنے کا مجھے حکم فرماتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا میں نے صرف ایک آدمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا۔ میں بھی حاضر خدمت تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ شَھْرٍ تَأْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ قَالَ اِنْ کُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَھْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّہٗ شَھْرُ اللّٰہِ فِیْہِ یَوْمٌ تَابَ اللّٰہُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ وَیَتُوْبُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ؏

سے اس نے پوچھا کہ رمضان کے بعد آپ مجھے کس مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہے تو محرم کے روزے رکھ کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور ایک قوم کی توبہ قبول کرے گا۔ (ترمذی)

روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محرم کے روزے رکھے تو ایک دن کے روزہ کا ثواب تیس دنوں کے روزوں کے برابر ہے (طبرانی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ صِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمُ ؏

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے روزوں کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے افضل ہیں۔ (ترمذی)

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی محرم کے یہ تین روزے رکھے۔ خمیس، جمعہ اور ہفتہ میں۔ تو اس کے لیے نو سال کی عبادت لکھی جاتی ہے (فضائل ایام وشہور)

حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی محرم کے پہلے دس دن عاشورہ تک روزے رکھے تو وہ فردوس اعلیٰ کا وارث ومالک ہو گا۔ (نزہۃ المجالس)

ان احادیث کی رو سے رمضان المبارک کے بعد محرم کا مہینہ بڑا افضل ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے سوا دوسرے دنوں میں سب سے زیادہ بہتر دن جن میں نفلی روزہ رکھ جائے [illegible] محرم کا مہینہ ہے۔ جہاں تک کسی مہینے کے افضل ہونے کا تعلق

ہے تو اس بارے میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جب ایک موقع پر ایک چیز کو افضل کہا جاتا ہے اور دوسرے موقع پر دوسری کو، تو اس میں کوئی تضاد نہیں ہوتا کیونکہ بعض کاموں کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ دراصل لوگوں کی توجہ دلانے کے لیے ہیں کہ فلاں کام بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس کے کرنے کا بڑا اجر ہے۔ اب مثلاً یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ محرم میں نفلی روزہ رکھنا بہت افضل ہے اور ایک دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ یہ دونوں باتیں حقیقت ہیں، ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ بھی بڑی فضیلت رکھتا ہے اور محرم کا روزہ بھی بڑی فضیلت کا حامل ہے۔

یوم عاشورہ کا روزہ

عاشورہ دسویں محرم کو کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس دن کے روزے کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے عابدوں اور زاہدوں کو یہ روزہ رکھنے کی مندرجہ ذیل احادیث میں ترغیب دی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ ؕ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عاشورہ اور رمضان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دن کو افضل سمجھتے ہوئے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

(بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کو افضل سمجھتے ہوئے اس دن کا نفلی روزہ رکھا تھا کیونکہ اس دن کے ساتھ بہت سے اہم واقعات وابستہ ہیں۔

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اِنِّيْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ ؕ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا خیال ہے کہ عاشورہ کے دن کے روزے سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (ابن ماجہ)

یعنی یوم عاشورہ کا روزہ ایک سال میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْلَمَةَ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّ اَسْلَمَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا لَا قَالَ فَاَتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَاقْضُوْهُ قَالَ اَبُوْدَاؤدَ يَعْنِيْ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ ؕ

حضرت عبدالرحمٰن بن مسلمہ نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ قبیلہ اسلم کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تم نے آج روزہ رکھا ہے عرض گزار ہوئے کہ نہیں۔ فرمایا آج جتنا دن باقی ہے اسے پورا کرلو اور اس کی قضا کرنا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ یوم عاشورہ کی بات ہے۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ عَاشُوْرَآءَ وَيَاْمُرُ بِصِيَامِهٖ ؕ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کا روزہ رکھتے اور دوسروں کو رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ (ابن ماجہ)

عاشورہ کا روزہ چونکہ آپ اکثر رکھتے تھے اور اسی کی ترغیب اپنے صحابہؓ کو دیا کرتے تھے۔ یوم عاشورہ کا نفلی روزہ رکھ کر خیر کثیر پائیں۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَعُدُّهٗ الْيَهُوْدُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی عاشورہ کو عید تصور کرتے تھے۔

عِيدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُومُوهُ اَنْتُمْ ٭

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم اس کا روزہ رکھا کرو۔

(بخاری شریف)

اہل تقویٰ اور صوفیاء کے لیے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا بہت فائدہ مند ہے۔ اور بیشتر صوفیاء کا یہ مسلک رہا ہے کہ یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن کا روزہ رکھنے میں اتباعِ رسالت ہے اس لیے اس روزہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوا هٰذَا يَوْمٌ اَنْجَاهُ اللّٰهُ فِيهِ مُوسٰى وَاَغْرَقَ فِيهِ فِرْعَوْنَ فَصَامَهُ مُوسٰى شُكْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ ٭

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہود کو روزے رکھتے دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیسے روزے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا اس روز اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو نجات دی تھی اور فرعون کو غرق کیا تھا۔ موسیٰؑ نے شکر کے طور پر روزہ رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰؑ کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزے کا حکم دیا۔

(ابن ماجہ)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا آپؐ نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق

کیا۔ چونکہ موسیٰؑ نے بطورِ شکر اس دن روزہ رکھا تھا اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں آپؐ نے فرمایا تمھاری بہ نسبت ہم موسیٰؑ سے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد آپؐ نے یوم عاشورہ کو روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

یہ واقعہ ہجرت کے ابتدائی دنوں کا ہے گویا اس وقت آپ نے صحابہ کو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا جو حکم دیا وہ بطورِ وجوب تھا لیکن بعض دوسری احادیث کی رُو سے بعد ازاں اس وجوب کی جگہ استحباب نے لے لی۔

عَنْ اَبَا غَطَفَانَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ حِيْنَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَنَا بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ صُمْنَا يَوْمَ التَّاسِعِ لَمْ يَاْتِ الْمُقْبِلُ الْعَامُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؏

ابو غطفان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ تو لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہؐ! اس دن کی تعظیم تو یہود و نصاریٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلے سال ہم نویں دن کا روزہ رکھیں گے۔ اگلا سال آیا بھی نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(ابو داؤد)

دسویں محرم کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ ملانا اور زیادہ بہتر ہے۔ مقصد یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپؐ آئندہ سال تک اس دنیا میں تشریف فرما نہیں رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول کے مہینہ میں واصل بحق ہو گئے۔ اس طرح اگرچہ آپؐ نے نویں کا روزہ نہیں رکھا مگر علماء لکھتے ہیں کہ آپؐ کے اس عزم و ارادہ کی بنا پر امت کے لیے محرم کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنا سنت قرار پا گیا ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عاشورہ کے روزے کے ساتھ اگر نویں اور گیارہویں تاریخ کے دو روزے اور شامل کر لے تو یہ سب میں زیادہ فضیلت والا اور اعلیٰ و افضل روزہ ہے اور اگر اس کے ساتھ ایک روزہ ملا لیا جائے خواہ ایک دن قبل نویں تاریخ کا ، یا بعد میں گیارہویں تاریخ کا ۔ اس طرح کل دو روزے رکھے تو بھی فضیلت والا ہے مگر پہلے سے درجہ میں کم ہے اور اگر تنہا عاشورہ کا ایک ہی روزہ رکھا اس سے قبل یا بعد کوئی روزہ نہیں رکھا تو یہ سب سے ادنیٰ درجہ ہے ۔ دُرمختار میں ہے کہ تنہا روزہ مکروہ تنزیہی ہے یعنی ناپسندیدہ ہے کہ صرف ایک ہی روزہ پر اکتفا کیا جائے بلکہ ترغیب ہے کہ دوسرا بھی اس کے ساتھ ملایا جائے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ ظاہر فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا مگر آئندہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ۔ اگرچہ نویں تاریخ کا روزہ نہیں رکھا مگر عزم اور ارادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے مسنون ہو گیا ۔

۲ ۔ شعبان کے روزے

شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شعبان تشعب سے ماخوذ ہے اور تشعب کے معنیٰ تفرق کے ہیں مگر اصطلاحی طور پر شعبان کو شعبان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں روزے رکھنے والے کے لیے کثیر خیر و برکت ہے تاکہ یہ روزے رکھنے والا جنت میں داخل ہو جائے ۔ شعبان کا مہینہ معروف اور مشہور ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان واقع ہے ۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے ۔ جب آپ سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ شعبان وہ مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان آتا ہے کہ جس سے لوگ غافل ہو گئے ۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں اعمال اللہ کی طرف بلند ہوتے ہیں ۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میرا عمل اس حال میں بلند ہو کہ میں روزہ سے ہوں ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهُ اَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھتے چلے جاتے تھے اور ہم سمجھتے تھے کہ پھر کبھی افطار نہیں کریں گے اور پھر کبھی مسلسل افطار کی حالت میں رہتے اور ہمیں گمان ہوتا کہ کبھی بھی روزہ نہیں رکھیں گے اور مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی مہینہ کے پورے روزے رکھے ہوں اور شعبان کے علاوہ کسی مہینہ میں زیادہ روزے رکھے ہوں۔ (بخاری شریف)

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ رض اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا اَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَاِنْ قَلَّتْ وَكَانَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا ۔

حضرت ابوسلمہ رض روایت کرتے ہیں انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے ۔ آپؐ شعبان بھر روزے رکھتے اور فرماتے عمل اتنا ہی کرو جس قدر استطاعت ہو۔ اللہ تعالیٰ (جزا دینے سے) نہیں تھکتا۔ جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نماز پسند تھی جو ہمیشہ پڑھی جائے۔ خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ آپؐ جو نماز پڑھتے اس پر مداومت کرتے۔

(بخاری شریف)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے

نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ دوسری بات جو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ شعبان میں بعض اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پے درپے روزے اس طرح رکھنے شروع کر دیتے کہ معلوم ہوتا کہ اب آپؐ روزے رکھنا نہیں چھوڑیں گے لیکن جب روزے رکھنا ترک کر دیتے تو اس طرح معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شعبان کے مہینے میں بعض اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چھ مسلسل روزے رکھ لیتے لیکن جب چھوڑتے تو مسلسل چھوڑ دیتے اس سے معلوم ہوا کہ شعبان میں نفلی روزے رکھنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو اس سے پہلے رجب کا فضیلت والا گزرا اور دوسری طرف رمضان جیسا مقدس مہینہ آرہا ہے۔ بیچ میں یہ غفلت کی نذر ہو گیا جب لوگوں کی توجہ اور التفات سے یہ مہینہ رہ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنایا اور اپنا منظورِ نظر بنایا اور اپنی طرف نسبت دے کر فرمایا کہ شَعْبَانُ شَهْرِیْ (شعبان میرا مہینہ ہے)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اوقاتِ غفلت کو عبادت اور ذکر الٰہی سے زندہ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ خاصہ ہے۔ اِحْیَاءُ بَیْنَ الْعِشَائَیْنِ۔ بازار میں ذکر الٰہی، نمازِ تہجد، غافلین میں ذکر یہ سب مسنون ہوتے۔ حتیٰ کہ سنت کو ترک کر دینے کے زمانہ غفلت میں اگر کسی نے سنت پر عمل کیا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچاس صحابہؓ کے عمل کے برابر ثواب ملے گا (لِلْعَامِلِ مِنْهُمْ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْكُمْ لِاَنَّكُمْ تَجِدُوْنَ عَلَى الْخَیْرِ اَعْوَانًا وَلَا یَجِدُوْنَ) آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا یہ اس لیے کہ تم کو خیر پر مددگار اور اعوان ملتے ہیں اور ان کو نہیں ملیں گے۔ ایسے وقت میں اعمالِ خیر نفس پر بہت شاق اور گراں ہوتے ہیں اس لیے ثواب بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا اس ماہ کے روزوں کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ (کتاب الصیام)

اس مہینے کی فضیلت کے باعث اس میں چند نفلی روزے رکھنا فائدہ مند ہے لیکن رمضان المبارک کے آغاز سے دو دن قبل روزے رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ شعبان کی پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنا زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ شب براءت کے دن کا روزہ ہوتا ہے۔

۳۔ شوال کے روزے

شوال اسلامی سال کا دسواں مہینہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شَول بالفتح سے ماخوذ ہے جس کا معنی اونٹنی کا دُم اٹھانا ہے۔ اس مہینہ میں عرب لوگ سیر و سیاحت اور شکار کھیلنے کے لیے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے اس لیے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو عیدالفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے اور اسی روز اللہ تعالےٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسی روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے درختِ طوبیٰ پیدا کیا۔ اور اسی دن کو اللہ عزوجل نے سیدنا حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے لیے منتخب فرمایا اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۸)

اسی مہینہ کی چوتھی تاریخ کو سید العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نجران کے نصرانیوں کے ساتھ مباہلہ کے لیے نکلے تھے۔ اور اسی ماہ کی سترھویں تاریخ کو اُحد کی لڑائی شروع ہوئی جس میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور اسی ماہ کی پچیس تاریخ سے آخر ماہ تک جتنے دن ہیں وہ قوم عاد کے لیے منحوس دن تھے۔ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قومِ عاد کو ہلاک فرمایا تھا۔ (عجائب المخلوقات ص ۴۶)

اس ماہ کے چھ روزے بڑے مشہور ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس

ماہ میں چھ روزے رکھا کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّهْرِ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے وہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مانند ہوگا

(مسلم)

عید کے بعد چھ روزے رکھنے کا ثواب ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور بعض بزرگوں نے سال کے ثواب کی یوں تشریح کی ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے تو اس حساب سے رمضان کے روزے دس مہینے کے برابر اور چھ روزے دو مہینے کے برابر، تو مجموعہ بارہ مہینے کے برابر ہوگا۔

شوال کے روزے رکھنے کے بیشمار فوائد ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اگر رمضان کے فرض روزوں میں کچھ خلل اور نقص رہ جائے تو ان سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہ روزے شکرانے کے طور پر ہیں۔ یہ روزے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بھی ہے، کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَامَ سِتَّةَ اَیَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ کَانَ تَمَامُ السَّنَةِ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید کے بعد چھ روزے رکھے تو گویا پورے سال کے روزے ہو گئے۔ کیونکہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس گنا ثواب ملتا ہے۔

(ابن ماجہ)

ان روزوں میں آخرت سنوارنے کا بڑا دخل ہے۔ جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ

اس کے دل سے دنیا کی رغبت کم ہو جائے اور وہ اللہ کی طرف راجع ہو جائے تو وہ یہ روزے رکھ کر آخری روزے میں افطار کے وقت دعا کرے تو انشاء اللہ اس کی دعا قبول ہو گی۔

وَعَنْ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ أَرْبِعَاءَ وَخَمِيْسٍ فَإِذًا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ كُلَّهُ ۞

حضرت مسلم قرشی رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔ رمضان کے روزے رکھ لے اور ان دنوں کے جو اس کے متصل ہیں اور ہر بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھ لے پس اس وقت تو نے ہمیشہ کے روزے رکھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے کہ رمضان کے بعد جو متصل روزے رکھے۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے ہمیشہ روزے رکھے اور ان روزوں سے مراد شوال کے روزے ہیں۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أُسَامَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ يَصُوْمُ أَشْهُرَ الْحُرُمِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ شَوَّالًا فَتَرَكَ أَشْهُرَ الْحُرُمِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَصُوْمُ شَوَّالًا حَتّٰى مَاتَ ۞

حضرت یزید بن عبداللہ بن اسامہ رضؓ نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ حضرت اسامہ بن زید اشہر حرم کے روزے رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا شوال کے روزے رکھا کرو۔ انھوں نے اشہر حرم کے تو چھوڑ دیے اور تا وفات شوال کے روزے رکھتے رہے۔ (ابن ماجہ)

شوال کے روزے متفرق طور پر رکھنا مستحب ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ

عید کے فوراً بعد دوسرے دن روزہ رکھنا ضروری ہے اور اس کے بعد پورے ماہ میں جب دل چاہے روزے مکمل کر لیے جائیں لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ پورے ماہ میں چھ روزے مکمل کر لیے جائیں تو ان کا ثواب کم نہ ہوگا۔ یہ روزے مسلسل رکھنا بھی درست ہے۔ اہل سنت کا یہی مسلک ہے جبکہ حضرت امام شافعیؒ کے ہاں یوں ہے کہ یہ روزے رمضان کے بعد فوراً یعنی دوسری تاریخ سے ساتویں تاریخ تک مسلسل رکھنا ضروری ہے جبکہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحہ کے نزدیک متفرق طور پر روزے رکھنا افضل ہے یعنی پورے ماہ میں جب چاہیں، مسلسل یا متفرق طور پہ روزے پورے کر لیے جائیں۔

۴۔ ذوالحجہ کے روزے

اسلامی سال کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہے۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں ہر سال حج کیا جاتا ہے۔ اس کے پہلے عشرے کا نام ایام معلومات ہے یہ ایام اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ اس ماہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم ترویہ کہا جاتا ہے اور نویں تاریخ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن میدانِ عرفات میں حج ہوتا ہے۔ دسویں تاریخ کو یوم نحر کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد گیارہویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخ کو ایامِ تشریق کہہ جاتا ہے ان تمام ایام میں نفلی روزہ رکھنے کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

عشرۂ ذی الحجہ کے روزے حج کے مہینے کے پہلے دس دنوں کو عشرۂ ذی الحجہ کہتے ہیں۔ جو حضرات حج نہ کر رہے ہوں بلکہ مکہ سے دور اپنے اپنے وطنوں میں مقیم ہوں تو ان لوگوں کے لیے یہ بہت اچھا ہے کہ وہ اس ماہ کے پہلے نو دنوں کے روزے رکھیں۔ البتہ جو لوگ حج میں مصروف ہوں ان کے لیے مناسب ہے کہ وہ ان ایام کے نفلی روزے نہ رکھیں تاکہ جسم میں ضعف نہ ہو جائے جس سے حج کے مناسک ادا کرنے میں دشواری ہو جائے۔ اس عشرہ کی فضیلت کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ ؁

حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ چار چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں چھوڑیں۔ عاشورہ کا روزہ، ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کے روزے، اور ہر ماہ کے تین روزے اور فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنا۔ (نسائی)

اس حدیث میں چار کاموں کی تاکید کی گئی ہے یعنی عاشورہ کا روزہ، ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے روزے، ہر مہینے کے تین روزے اور فجر کے فرضوں سے قبل ۲ سُنت پڑھنا۔ ان چاروں کاموں کا بڑا ثواب ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں دس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن اس سے ذوالحجہ کے ابتدائی نو دن مراد ہیں کیونکہ دسواں دن تو عیدالاضحیٰ کا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا صِيَامَ سَنَةٍ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ؁

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دنوں میں رب کی عبادت کی جاتی ہے ان میں سے کوئی دن عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں ان میں سے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

(ترمذی)

عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَاَتِهٖ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہنیدہ بن خالدؓ نے ایک عورت سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ذی الحجہ اور عاشورہ کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن

يَصُوْمُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ اَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَالْخَمِيْسِ ؁

اور ہر مہینے کی نو چنیدی پیر اور جمعرات کو روزے رکھا کرتے تھے

(ابوداود)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ ؁

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہاں اس دس دنوں کے مقابلے میں کسی دن کا عمل زیادہ محبوب نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جہاد بھی نہیں البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ راہِ خدا میں نکلا پھر ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ ہوا (یعنی شہید ہوگیا)

(ترمذی شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھنا انتہائی افضل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشرے کے گاہے بگاہے نفلی روزے رکھے ہیں لیکن جس سال آپؐ نے حج کیا تو ایام حج میں آپؐ نے روزے نہیں رکھے لہٰذا سنت طریقہ یہی ہے کہ جو حضرات حج نہ کر رہے ہوں وہ اس عشرے میں نفلی روزے رکھ سکتے ہیں لیکن جو حضرات حج کے لیے مکہ شریف گئے ہوں وہ ان نفلی روزوں پر حج کے مناسک کی ادائیگی کو ترجیح دیں۔

یومِ عرفہ کا نفلی روزہ

نو ذی الحجہ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے لہٰذا جو لوگ حج کر رہے ہوں انھیں چاہیئے کہ میدانِ عرفات میں عرفہ کے دن نفلی روزہ نہ رکھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ ؂

حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں تھے تو انھوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابو داؤد)

اس حدیث کا نفسِ مضمون ابن ماجہ میں یوں بیان ہوا ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ ؂

حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے عرفہ کے روز عرفات میں روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں عرفہ کے روز روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث کی رو سے حج کرنے والوں کو نویں ذی الحجہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ حاجی اس دن دعا مانگنے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق کہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں۔ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا اور آپ نے عرفہ کے دن روزہ نہ رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ گیا تو انھوں نے بھی نہ رکھا۔ اکثر علماء کا اس پر عمل ہے ان کے نزدیک میدان عرفات میں روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ آدمی اچھی طرح دعا کر سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہیں یا نہیں۔ اس کے متعلق حضرت ام فضلؓ کی روایت [illegible] ہے۔

عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ فَشَرِبَهٗ ؁

حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگ ان کے پاس عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض کا خیال تھا کہ آپؐ نے روزہ رکھا ہوا ہے اور بعض کہتے تھے کہ روزے سے نہیں۔ ام الفضلؓ نے دودھ کا پیالہ آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ اونٹ پر سوار تھے آپ نے نوش فرمالیا۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تھے تو عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ لازماً رکھا کرتے تھے لیکن اس موقع پر جب آپؐ نے اونٹ کے اوپر ہی دودھ پی لیا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ آج آپؐ روزے سے نہیں. تو اس حدیث سے یہی مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ باقی سب مقامات پر عرفہ کا روزہ رکھا جائے لیکن جو لوگ حج کر رہے ہوں ان کے لیے عرفہ کا روزہ رکھنا درست نہیں۔ کیونکہ حج کے موقعہ پر انسان کو مشقت اٹھانا پڑتی ہے اس لیے حاجیوں کو اس روز نفلی روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے۔

جو شخص حج میں شریک نہ ہو اگر وہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھ لے تو اس کے لیے بہت ہی نفع بخش ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب یوں دی گئی ہے:

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهٗ سَنَةً اَمَامَهٗ وَسَنَةً بَعْدَهٗ ؁

حضرت قتادہ بن نعمان کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا تو اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی حَدِیْثُ اَبِیْ قَتَادَةَ حَسَنٌ وَقَدِ اسْتَحَبَّ اَهْلُ الْعِلْمِ صِیَامَ یَوْمِ عَرَفَةَ اِلَّا بِعَرَفَةَ ؂

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے"۔ اور اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مذکور ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث ابوقتادہ حسن ہے علماء کے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ مستحب ہے لیکن میدانِ عرفات میں نہ ہو۔ (ترمذی)

امام نووی ؒ کا ارشاد ہے کہ اس حدیث میں گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں تو کبیرہ گناہ معاف ہونے کی امید ہے۔ اور اگر کبیرہ بھی نہ ہوں تو اس سے مراد رفعِ درجات ہوگا۔

ایک سال کے بعد کے گناہ معاف ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عرفہ کے روزے کا اس قدر اجر عطا فرمائے گا کہ جو آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(۸) خاص ایام کے روزے

خاص خاص دنوں میں نفلی روزے رکھنے کا بڑا ثواب ہے۔ لہٰذا جن ایام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھا کرتے تھے ان ایام میں روزہ رکھنا عین سنت ہے۔ خاص ایام کے نفلی روزوں کے بارے میں آپؐ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱- پیر اور جمعرات کے روزے کی فضیلت

پیر اور جمعرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نفلی روزہ رکھا کرتے تھے لہذا آپ کی اتباع میں ان ایام کو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ ان ایام کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے اس کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَبُو قَتَادَةَ رضہ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ ؛

حضرت ابو قتادہ رضہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا اس دن میں پیدا ہوا ہوں اور اس روز مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے۔ (مسلم)

سوموار کے علاوہ جمعرات کے دن بھی روزہ رکھنا افضل ہے۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ ؛

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ (نسائی شریف)

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ ؛

حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش ہوں جبکہ میں روزہ دار ہوں۔

(ترمذی شریف)

(۴) عَنْ اَبُو هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ فَقِيْلَ يَا

حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے کہا گیا اے اللہ کے رسول!

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَقَالَ اِنَّ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ یَغْفِرُ اللّٰہُ فِیْھِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا ھَاجِرَیْنِ یَقُوْلُ دَعْھُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا ٭

آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا سوموار اور جمعرات کو اللہ ہر مسلمان شخص کو بخش دیتا ہے مگر ان دو شخصوں کو نہیں بخشتا جو آپس میں لڑے ہوئے اور ترک ملاقات کیے ہوئے ہیں۔ فرماتا ہے ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔ (ابن ماجہ)

(۵) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنَ الشَّھْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَیْنِ وَمِنَ الشَّھْرِ الْاٰخِرِ الثَّلَاثَاءِ وَ الْاَرْبِعَاءِ وَالْخَمِیْسَ ٭

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے ہفتہ اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے اور دوسرے مہینے منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

(ترمذی)

(۶) عَنْ حَفْصَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ مِنَ الشَّھْرِ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسَ وَالْاِثْنَیْنِ مِنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی ٭

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔ تو چندی پیر اور جمعرات کو نیز دوسرے ہفتے کے پہلے پیر کو۔

(ابو داؤد)

(۷) عَنْ ھُنَیْدَۃَ الْخُزَاعِیِّ عَنْ اُمِّہٖ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَۃَ فَسَاَلْتُھَا عَنِ الصِّیَامِ فَقَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ

ہنیدہ خزاعی کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے روزوں کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا حکم فرمایا کرتے یعنی پہلے پیر اور جمعرات کو

اَوَّلِهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ وَالْخَمِيْسِ ؛

نیز دوسری جمعرات کو۔

(ابوداؤد)

(۸) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْمُسْلِمِ الْقُرَشِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ اِنَّ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ثُمَّ قَالَ صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ اَرْبِعَاءٍ وَخَمِيْسٍ فَاِذَا اَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ وَاَفْطَرْتَ ؛

حضرت عبیداللہ مسلم قرشی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے یا کسی اور نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا تیرے گھر والوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پھر فرمایا رمضان اور اس سے ملے ہوئے مہینے (شوال) کے روزے رکھو اور ہر بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھو اس صورت میں گویا کہ تم نے عمر بھر کے روزے بھی رکھے اور کھاتے پیتے بھی رہے (ترمذی)

(۹) عَنْ مَوْلٰى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُوْنٍ عَنْ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ اُسَامَةَ اِلٰى وَادِي الْقُرٰى فِيْ طَلَبِ مَالٍ لَهُ فَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ لِمَ تَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَاَنْتَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَقَالَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ اَعْمَالَ

مولیٰ قدامہ بن مظعون مولیٰ اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اونٹ تلاش کرنے وادی القریٰ میں گئے۔ چنانچہ وہ (حضرت اسامہ رض) پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے مولیٰ نے ان سے کہا کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں؛ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۔

نَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ ۞ (ابوداؤد)

--۞--

۲۔ جمعہ کے دن کا روزہ

اکثر علماء نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مستحب قرار دیا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کی تخصیص کو منع فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یہ ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَصُوْمُ اَحَدُكُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ یَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ یَصُوْمَ بَعْدَهٗ ۞

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے ایک دن پہلے یا بعد بھی روزہ رکھے۔ (بخاری)

(۲) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا اَنَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ۔ زَادَ غَیْرُ اَبِیْ عَاصِمٍ اَنْ یَّنْفَرِدَ بِصَوْمٍ ۞

محمد بن عباد روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے روکا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ ابو عاصم کے علاوہ باقی راویوں نے اس میں اس قدر اضافہ کیا ہے جبکہ صرف ایک دن کا روزہ رکھے (بخاری شریف)

(۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَا اَطُوْفُ بِالْبَیْتِ اَنَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

محمد بن عباد بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کرنے کے دوران حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا روزہ رکھنے

وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ ۔

سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! کعبہ کے پروردگار کی قسم! (ابن ماجہ)

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شب کے قیام کے لیے جمعہ کی رات کو مخصوص نہ کرو اور دنوں میں روزہ کے لیے جمعہ کا دن مخصوص نہ کرو مگر یہ کہ کسی کے معمولات کے دن جمعہ کا دن آجائے۔

(مسلم شریف)

نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر ہے۔ اس کی وجہ اللہ اور رسول ہی جانتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے۔ ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے۔ جیسے حاجی کے لیے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کرسکے گا۔ شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر۔ وہ لوگ ان دنوں میں روزہ رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہوجائے گی۔ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلافِ اولیٰ کے لیے ہے کیونکہ آگے صراحۃً حدیث میں آرہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے روزہ ہی رکھتے تھے۔ (مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۹)

تخصیص کی ممانعت کی وجہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے لکھا ہے کہ کسی دن کو اس طرح عبادت کے لیے خاص کرلینا کہ باقی تمام ایام کو عبادت سے معطل کردیا جائے ایسی تخصیص ممنوع ہے۔ نفحاتِ الٰہی کو دوسرے اوقات میں بھی

تلاش کرو۔ یعنی ایسے اوقات کو بھی ڈھونڈو جن میں خدا کے لطف و کرم کی ہوائیں چلتی ہیں اور اُنس و محبت کی خوشبوئیں مہکتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جمعہ ہی جمعہ کی عبادت پر اکتفا کر لیا جائے کہ پھر کوئی عبادت نہ کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے روزہ کے بارے میں ذاتی طرزِ عمل یہ تھا کہ آپؐ یہ نفلی روزہ اکثر رکھا کرتے تھے۔ اس کے متعلق احادیث یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَلَّمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ؂

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے روز بہت کم افطار کرتے دیکھا ہے۔

(ابن ماجہ)

عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّ مَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ؂

حضرت زِر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے شروع میں تین دن روزہ رکھتے اور بہت کم جمعہ کے دن روزے کا ناغہ کرتے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہے کہ آپؐ نے جمعہ کا روزہ چھوڑا ہو۔ بعض نے کہا کہ یہ تخصیص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے افطار نہیں فرماتے تھے یعنی ناشتہ اور کھانا تناول نہیں فرماتے تھے بعدِ جمعہ کھانا نوش فرماتے تھے۔ بعض نے کہا ہے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا روزہ افطار نہیں کیا یعنی قبل یا بعد کا روزہ ملا کر رکھا۔ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں تحریر فرمایا کہ جب حدیث مطلق ہے تو اطلاق ہمارے مذہب کے لیے مؤید ہے کہ تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ نہیں۔ پس نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص اور نہ یہ معنیٰ مراد ہیں کہ قبل از جمعہ افطار نہیں فرماتے تھے کہ یہ سیاق و سباق

سے بعید ہے۔ شامی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ ہمیشہ جمعہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (کتاب الصیام)

حیات الصائمین میں ہے کہ جمعہ کو فضیلت حاصل ہے لہذا روزہ مستحب ہے کہ تعظیم بالصوم ہے۔ بہرحال جمعہ کے روزہ کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ بھی ملا لیا جائے تو اس کی افضلیت میں شک نہیں۔

۲۔ ہفتے کو روزہ رکھنے کی ممانعت

صرف ہفتے کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ دن یہود کا ہے۔ اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتے کے روز نفلی روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا عُوْدَ عِنَبٍ اَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمُصَّهُ ۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہفتہ کے دن کا روزہ نہ رکھو بلکہ اگر تم کو اس روز کھانے کو نہ ملے تو کچھ انگور کی شاخ یا درخت کا چھلکا ہی چوس لو۔

(ابن ماجہ)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ السُّلَمِيِّ عَنْ اُخْتِهٖ وَقَالَ يَزِيْدُ الصَّمَّاءُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ وَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ

حضرت عبداللہ بن بسر سلمی نے اپنی بہن حضرت صماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھا کرو مگر جو تم پر فرض کیا گیا ہو۔ اور اگر اس روز تمھیں کچھ میسر نہ آئے سوائے انگور کے چھلکے اور درخت کی لکڑی

اِلَّا لِحَاءَ عِنَبٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَۃٍ فَلْیَمْضَغْہُ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ مَنْسُوْخٌ ۔ (ابو داؤد)

کے، تو اسی کو چبا لیا کرو۔ امام ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہفتے کے روزے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس دن روزہ رکھنے سے یہ دن تعظیم میں آجاتا ہے اور اس تعظیم میں یہودیوں کی مشابہت آجاتی ہے۔ یہود اس دن روزہ نہیں رکھتے کیونکہ ان کے ہاں یہ دن عید ہے۔ اگر کوئی مسلسل چند روزے رکھ رہا ہو تو اس میں ہفتے کا دن بھی آئے گا وہ اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

کتاب الصیام میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ باعتقادِ تعظیم رکھے۔ اور اجازت اس صورت میں ہے کہ بہ نیت مخالفت روزہ رکھے۔ وہ لوگ اپنے عید کے دن کھاتے ہیں، خوشی مناتے ہیں، تم ترکِ اکل و شرب کر کے اس کی مخالفت کرو۔ توجیہات مختلف ہوئیں۔ بعض نے کہا کہ روزہ کے ساتھ ہفتہ کے دن کو خاص کرنے میں اس دن کی تعظیم ہے تو اگر اس دن کے ساتھ دوسرے دن کا روزہ بھی شامل کر لیا جائے تو خاص دن کی تعظیم نہ ہو گی۔ لہٰذا ممانعت تنہا روزہ رکھنے کی ہے اور اجازت دوسرا روزہ شامل کرنے کے ساتھ ہے جیسا کہ حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ ہفتہ اور اتوار کا روزہ ملا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ نور الایضاح نے پہلے قول کے مطابق کہا اور عالمگیری نے دوسرے قول کی بنا پر۔ ہر ایک کی گنجائش ہے۔ نیت پر معاملہ ہے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرا روزہ بھی شامل کر لیا جائے تاکہ عَلٰی وَجْہِ الْمَسْنُوْنِ ادا ہو۔

(۹) ممنوع روزے

سال کے پانچ دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے۔ بعض فقہاء نے ان ایام میں روزہ

رکھنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے لیکن بعض نے ان ایام میں روزہ رکھنے کو صریحاً حرام قرار دیا ہے۔ یہ دن چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی اور کھانے پینے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں لہٰذا جو کوئی ان ایام میں روزہ رکھے وہ اللہ کے حکم کے خلاف کریگا اور ایسی خلاف ورزی حرام کے مترادف ہے۔ لہٰذا ان ایام میں ہر طرح کا فرض واجب اور نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔ جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ دونوں خوشی کے دن ہیں اور اللہ چاہتا ہے کہ روزوں میں مشقت اٹھانے کے بعد عید الفطر کے دن اللہ کا شکر ادا کریں اور اس کی نعمتیں کھائیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَ اَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَعَنْ صَلٰوۃٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ ؎

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور بدن پر ایک ہی کپڑا لپیٹنے، کپڑے میں گوٹھ مار کر بیٹھنے اور فجر و عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

(بخاری شریف)

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ یُنْھٰی عَنْ بَیْعَتَیْنِ وَصِیَامَیْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَۃِ وَالْمُنَابَذَۃِ ؎

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ دو قسم کا لین دین اور دو روزے ممنوع ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ اور بیع ملامسہ۔ اور بیع منابذہ۔ (بخاری شریف)

(٣) عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ الِاثْنَيْنِ فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ ۔

حضرت زیاد بن جبیر روایت کرتے ہیں ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کسی نے ایک دن ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور اس کے خیال کے مطابق وہ پیر کا دن ہے اور اتفاق سے وہ عید کا دن پڑ گیا۔ ابن عمرؓ نے کہا خدا تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری شریف)

(٤) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ وَالْأَضْحٰى يَوْمَ تُضَحُّونَ ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اس دن کا ہے جب تم (سب) روزہ رکھو عیدالفطر وہ دن ہے جس دن تم (سب) افطار کرو اور عیدالاضحیٰ وہ دن ہے جب تم قربانی کرتے ہو۔ (ترمذی شریف)

(٥) عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ شَهِدْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي يَوْمِ نَحْرٍ بَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ صَوْمِ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ أَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ

ابوعبید مولیٰ عبدالرحمن بن عوف رضؓ فرماتے ہیں کہ میں قربانی کے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؓ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے ان دونوں کے روزہ سے منع فرمایا ہے عیدالفطر میں اس لیے کہ وہ تمہارے روزوں سے افطار کا دن ہے اور مسلمانوں کی عید ہے

فَيُفْطِرُكُمْ مِنْ صَوْمِكُمْ وَعِيدٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَّا يَوْمُ الْاَضْحٰى فَكُلُوْا مِنْ لَحْمِ نُسُكِكُمْ ‌ۚ

اور عید الاضحیٰ میں اس لیے کہ تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاؤ۔

(ترمذی)

(۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ غَزْوَةً قَالَ سَمِعْتُ اَرْبَعًا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِیْ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ مَسِیْرَةَ یَوْمَیْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِیْ یَوْمَیْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِیْ هٰذَا ؛

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جنگوں میں شرکت کی تھی) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سنیں اور مجھے بہت اچھی لگیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی محرم کے بغیر دو دن کا سفر اختیار کرے یا اس کا شوہر اس کے ہمراہ ہو۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ نہ رکھنا چاہیے اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہ پڑھے تا آنکہ سورج نکل آئے اور نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہ پڑھے تا آنکہ سورج ڈوب جائے اور تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی کے لیے رخت سفر نہ باندھے مسجدِ حرام۔ مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی۔

(بخاری شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ دونوں دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اظہارِ مسرت اور کھانے پینے کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ عید الفطر کے روز روزے رکھنے کا سلسلہ بند کیا جاتا ہے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا گوشت کھانے اور کھلانے کے لیے ہے۔ گویا ان دونوں دنوں میں بندہ اپنے رب کا مہمان ہوتا ہے لہٰذا روزے کی مشقت سے اسے آزاد رکھا جاتا ہے جو ان

دونوں دنوں میں روزے رکھے گویا اللہ تعالیٰ کی مہمانی قبول نہیں کرتا۔ واللہ اعلم۔

صاحب برہان نے توان ایام میں روزہ رکھنے کو صراحت کے ساتھ حرام فرمایا ہے یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر کرنے اور کھانے پینے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ جو کوئی ان ایام میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ کی دعوت سے روگردانی کرے گا اور اس کے حکم کی مخالفت ہوگی جو حرام ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۵۱)

۲۔ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت

ایام تشریق سے مراد گیارہ بارہ اور تیرہ ذی الحجہ ہے یہ دن عیدالاضحیٰ کے بعد آتے ہیں اور کھانے پینے کے ہیں لہٰذا ان میں روزہ رکھنا منع ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَّامُ مِنًی اَیَّامُ اَکْلٍ وَشُرْبٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا منیٰ کے ایام کھانے پینے کے ہیں۔

(ابن ماجہ)

(۲) عَنْ بِشْرِ بْنِ سُحَیْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ فَقَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَاِنَّ هٰذِهِ الْاَیَّامُ اَیَّامُ اَکْلٍ وَشُرْبٍ۔

حضرت بشر بن سحیم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں خطبہ دیا اور فرمایا جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہ ہوگا اور یہ دن کھانے پینے کے ہیں۔ (ابن ماجہ)

(۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمُ عَرَفَةَ وَیَوْمُ النَّحْرِ وَاَیَّامُ التَّشْرِیْقِ عِیْدُنَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کا دن، قربانی کا دن، اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں۔ یہ کھانے

أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ ۞

اور پینے کے دن ہیں۔

(ابوداؤد)

(۴) عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَلَى أَبِيهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رض فَقَرَّبَ إِلَيْهِمَا طَعَامًا فَقَالَ كُلْ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ۔ فَقَالَ عَمْرٌو كُلْ فَهٰذِهِ الْأَيَّامُ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِإِفْطَارِهَا وَعَنْ صِيَامِهَا۔ قَالَ مَالِكٌ رح وَهِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ ۞

ابو مرّہ مولی ام ہانی کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رض کے ساتھ ان کے والد ماجد حضرت عمرو بن العاص رض کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں حضرات کے سامنے کھانا پیش ہوا تو فرمایا کھاؤ۔ عرض گزار ہوا کہ میں تو روزے سے ہوں۔ حضرت عمرو رض نے فرمایا کہ کھاؤ کیونکہ یہ وہ دن ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرماتے ان میں روزے چھوڑنے کا اور ان کے روزوں سے آپ منع فرماتے۔ امام مالک رح نے فرمایا کہ ان سے ایام تشریق مراد ہیں۔ (ابوداؤد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام تشریق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے پینے کے دن ہیں تاکہ لوگ ان ایام میں آزادی کے ساتھ کھائیں پئیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ایام میں نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

باب ۲۴
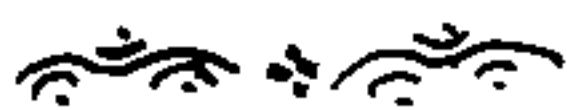
صدقۂ فطر

فطرانہ ایک طرح کا صدقہ ہے جو رمضان المبارک کے روزے مکمل ہونے پر دیا جاتا ہے۔ چونکہ فطر کا لفظ افطار سے ہے جس کا مطلب ماہِ رمضان کی تکمیل ہے۔ لہٰذا روزے ختم ہونے پر جو صدقہ غریبوں اور محتاجوں کو دینے کے لیے مقرر ہے اسے صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔

احکامِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ رمضان المبارک کے روزے پورے احترام شرائط اور آداب کے مطابق رکھے جائیں تاکہ روزہ دار سے حالتِ روزہ میں کوئی خلاف شرع فعل سرزد نہ ہو، زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلنی چاہیئے جو گناہ کے زمرے میں ہو کیونکہ صومِ کامل میں تمام اعضاء کا روزہ ہونا چاہیئے۔ اس لیے روزہ دار کے ہاتھ پاؤں زبان، پیٹ اور دل سے ایسا کوئی فعل سرزد نہیں ہونا چاہیئے جسے اللہ کے رسولؐ نے منع کیا ہے۔ لیکن احتیاط کے باوجود انسان سے روزہ میں اگر کوئی کمی یا کوتاہی ہو جائے تو شریعتِ اسلامیہ نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی مزید حکم عائد کر دیا ہے تاکہ اس کمی اور کوتاہی کی تلافی ہو جائے۔ چنانچہ رمضان المبارک کے روزوں میں اگر شرعی احکام اور آداب کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو صدقہ فطر سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ اس کی سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ طُھْرَ

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور بیہودہ سے پاکیزہ کرنے والا

الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنَ ۔ اور مساکین کے لیے کھانے کا باعث بنایا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

اس حدیث پاک سے یہ بات عیاں ہے کہ روزہ میں سرزد ہونے والی اس ممکنہ کوتاہی کے پیش نظر زکوٰۃ الفطر عائد کی گئی ہے تاکہ روزہ دار اس کوتاہی سے پاک صاف ہو جائے۔ اس کے روزے میں جو آلودگی شامل ہوئی ہے وہ صاف ہو کر زائل ہو جائے اور جو نقص رہ گیا ہے اس کی تلافی ہو جائے۔

زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں فرق

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے لیے صدقے کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے لیکن صدقہ فطر اور عام زکوٰۃ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ فطر اشخاص پر واجب ہوتا ہے جبکہ زکوٰۃ مال پر عائد ہوتی ہے۔ جس سال مسلمانوں پر روزے فرض ہوئے اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا حکم دیا۔

صدقہ فطر واجب ہے یا فرض؟

احادیث میں صدقہ فطر کے لیے فرض کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن امام اعظمؒ نے اس سلسلے میں فرض اور واجب میں فرق کیا ہے اور صدقہ فطر کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس فرق کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ فرض کا منکر کافر ہے لیکن واجب کا منکر کافر نہیں ہے اس لیے فقہائے احناف واجب کو "فرض عملی" کہتے ہیں جو فرض اعتقادی کے بالمقابل ہے جبکہ دوسرے ائمہ یعنی حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کے نزدیک فرض ان دونوں اقسام پر مشتمل ہے یعنی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو یا ظنی دلیل سے ثابت ہو۔ بہر حال احکام میں احناف کی رائے فقہائے ثلاثہ سے مختلف نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض اصطلاحی اختلاف ہے جس میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

فطرانہ دینے کی مصلحت

صدقہ فطر کی ادائیگی میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ یہ صدقہ غریبوں اور حاجتمندوں کی مدد کے لیے ہے

کیونکہ عید کا دن خوشی اور مسرت کا دن ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس روز امیر اور غریب من پسند کھا کر اور اچھا لباس پہن کر اظہارِ مسرت کریں۔ آپس میں مسلمانوں کو بھائی چارے کے تحت ملیں۔ اس امر کے تحت یہ ضروری ہے کہ غریبوں کو بھی اس روز اتنا ضرور مل جائے جس سے وہ معاشرے کی مشترکہ خوشی میں شامل ہو سکیں۔ اس وجہ سے اسلامی معاشرے میں صدقہ فطر کی ادائیگی ضروری ہے۔

مسائلِ فطرانہ

صدقہ فطر کن پر واجب ہے

صدقہ فطر ہر کھانے پیتے آزاد، غلام، مرد عورت، بچے بوڑھے پر واجب ہے جس کے پاس اپنی اصل ضرورت کے علاوہ اتنی قیمت کا اثاثہ ہو کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اس وجوب کی سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰی كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی صَغِیْرٍ اَوْ كَبِیْرٍ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ نکالو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرض کیا ہے۔ کھجوروں اور جَو میں سے ایک صاع اور گندم کا نصف صاع ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر لازم ہے۔

(ابوداؤد)

صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے حاجاتِ اصلیہ سے بقدرِ نصاب فاضل مال کا مالک ہونا ضروری ہے۔ اس کی وضاحت یوں سمجھیے کہ اگر کسی کے پاس اپنی رہائش کے علاوہ ایک اور مکان ہو جو خالی ہو یا کرائے پر دیا ہو۔ اگر اس مکان کی قیمت نصابِ زکوٰۃ جتنی ہو تو مالک پہ صدقہ فطر واجب ہے۔ اگر یہ مکان اس کے ذاتی گزارے کا ذریعہ ہے

تو یہ مکان ... یہ ... ہوگا۔ اور اس شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی شخص کے پاس گھر کا سامان ذاتی ضرورت کے علاوہ بقدر نصاب ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔ المختصر کہ وہ شخص جو مالی لحاظ سے اس حد تک آسودہ حال ہے کہ اعتدال کے ساتھ اپنی آمدنی سے گزر اوقات کرنے کے قابل ہو اس کے لیے صدقہ فطر کی ادائیگی ضروری ہے۔

صدقہ فطر میں عاقل، بالغ ہونا شرط نہیں۔ نابالغ یا مجنون اگر حاجتِ اصلیہ کے مطابق نصاب کے مالک ہیں تو ان پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کے ولی کو ان کے مال سے ادا کرنا چاہیئے یا جس کے ذمے ان کی کفالت ہے اس کو ادا کرنا چاہیئے۔

بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر روزہ فرض نہیں اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔ ایسا سمجھنا غلط ہے کیونکہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی مگر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔

فطرانے کی مقدار ہر شخص کی طرف سے صدقہ فطر کی مقدار گندم یا آٹے کی صورت میں آدھا صاع ہے۔ جَو اور کھجور کی صورت میں ایک صاع ہے۔ آدھا صاع موجودہ پیمانے کے مطابق ۲ کلو ۱۱۸ گرام کے برابر ہے۔ مقدارِ فطرانہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ یہ صدقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا جَو یا آدھا صاع گندم ہر آزاد یا غلام، مرد یا عورت، چھوٹے یا بڑے پر لازم قرار دیا ہے۔

(ابوداؤد، نسائی)

حضرت امام اعظمؒ نے اس حدیث کے مطابق بیان کیا ہے کہ صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گندم یا آٹا یا ستو ہے۔ دیگر اشیاء یعنی جو، کھجور، پنیر اور خشک انگور منقی کی مقدار ایک صاع ہے۔ اگر گندم کے علاوہ کوئی دوسرا غلہ یعنی چاول، مکئی، باجرہ یا چنا دینا ہو تو وہ گندم کی مقدار کی قیمت کے برابر دیا جائے۔ صدقہ فطر میں غلہ بھی دیا جاسکتا ہے اور غلے کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ قیمت ادا کی جائے تاکہ لینے والے کو آسانی ہے۔

گیہوں اور جو دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ قیمت دے دے۔ خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی۔ مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے۔ اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دے تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑے پوری کرے۔ ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے مثلاً چاول باجرہ اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گندم یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو۔ یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جو کی ہو۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کُنَّا نُخْرِجُ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِیْبٍ ؁

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر کھانے کی چیزوں میں سے ایک صاع اور خام جنس مثلاً کھجوروں جو، پنیر اور خشک انگور سے بھی ایک صاع دیا کرتے تھے۔

(بخاری شریف)

فطرانہ کن کی طرف سے دیا جائے؟

نابالغ بچوں کا صدقہ فطر باپ پر واجب ہے ماں پر واجب نہیں کیونکہ بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہوتا ہے لہذا والد کو اپنی اولاد کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے۔ بالغ اولاد امیر ہو یا غریب، باپ پر ان کا صدقہ فطر واجب نہیں مگر جب تک

اولاد کسبِ معاش نہ کرتی ہو تو باپ کو ان کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔ اگر اولاد میں سے کوئی بچہ یا بالغ مجنون ہو تو اس کا صدقہ بھی باپ کے ذمے ہوگا۔ باپ اگر اپنی بالغ اولاد کا صدقہ فطر ادا کر دے تو ان کے ذمے سے صدقہ فطر ساقط ہو جائے گا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ مکہ کی گلیوں میں جا کر اعلان کر دے کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام، بڑے اور چھوٹے پر گیہوں اور اس کے علاوہ جنس پر دو مُد اور کھانے کی دوسری چیزوں میں ایک صاع ہے۔ (ترمذی)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهُ۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صُعیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک صاع بُر یا قمح (شک راوی) گیہوں ہر دو افراد کی طرف سے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت دیے جائیں۔ اس سے تمھارے مال کا اللہ تعالیٰ تزکیہ فرمائے گا اور تمھارے فقیر کو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ دیتا ہے جو اس کو غنی کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر واجب نہیں۔ چونکہ اس کا نفقہ اس کے ذمے ہوتا ہے

اس لیے اگر شوہر صدقہ فطر ادا کرے تو بیوی کی طرف سے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ اگر شوہر نہ ہو اور عورت مالی لحاظ سے اس ضمن میں شمار ہوتی ہو جس پر صدقہ فطر واجب ہے تو اسے خود ادا کرنا چاہیے۔ بیوی بلا اجازت خاوند کی طرف سے فطرہ ادا کر دے تو جائز نہیں، اجازت سے جائز ہو گا۔

کسی شخص پر اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ اگر ان کی مرضی سے اپنی طرف سے ادا کر دے تو ادا ہو جائیگا۔

اپنے اہل و عیال اور اہل نفقہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے بلا اجازت صدقہ فطر دینا واجب نہیں البتہ اجازت سے جائز ہے۔

صدقہ فطر کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں کیونکہ مال کے ضائع ہونے کے بعد بھی صدقہ فطر واجب ہی رہتا ہے کیونکہ صدقہ فطر انسانوں پر ہے مال پر نہیں۔

صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزے رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر یعنی سفر مرض، بڑھاپا کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر ہی روزے نہیں رکھے تو بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

باپ اگر فوت ہو جائے اور دادا زندہ ہو اور فوت ہونے والے کی اولاد کی کفالت اس کے ذمے ہو تو اس صورت میں باپ کی جگہ دادا کو چاہیئے کہ وہ اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے کیونکہ ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔

خادموں کی طرف سے ان کے سرپرستوں پر صدقہ فطر واجب ہے جن کے ذمے خادموں کی کفالت ہو۔

فطرانہ دینے کا وقت

صدقہ فطر رمضان المبارک کا آخری روزہ مکمل ہوتے کے بعد عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر واجب ہو جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک ختم ہونے پر عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے اس لیے صدقۂ فطر عید سے قبل یعنی پہلی شوال کی صبح

صادق کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ صدقہ روزوں کی پاکیزگی کے لیے مقرر ہوا ہے۔ اور اس عبادت کا تعلق عید کے دن سے ہے۔

صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہیئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَ الْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الْعِیْدِ دالصَّلٰوۃِ ؎

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں اور جَو کا ایک صاع صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر غلام، آزاد مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ نماز عید کی طرف نکلنے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔
(بخاری و مسلم)

-- ؎ --

اگر کوئی شخص عید سے پہلے کسی وجہ سے یا کاہلی کی بنا پر ادا نہ کر سکے تو نماز عید پڑھنے کے بعد ادا کر دے۔ اگر پھر بھی ادا نہ کر سکے تو بعد میں ادا کر دے کیونکہ صدقہ فطر واجب ہے اس لیے ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا تو پھر عمر بھر میں کسی وقت بھی ادا کر دے لیکن نماز عید سے قبل ادا کرنا مسنون ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کر دیا تو وہ خدا کے حضور مقبول ہے اور جو شخص نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقہ کی طرح ہوگا۔

نادار اور غریبوں کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے عید سے ایک دو دن پہلے صدقہ فطر ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ غریب اور مساکین بھی اپنے کھانے پینے اور پہننے کا سامان آسانی سے خرید سکیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں کیونکہ صدقہ فطر کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ عید سے قبل مستحق لوگوں کی مالی امداد ہو جائے تاکہ وہ بھی عید کے روز امیروں کو کھاتے پیتے دیکھ کر احساس کمتری

میں مبتلا نہ ہوں۔

جو شخص وجوبِ صدقہ سے پہلے فوت ہو جائے یا غنی سے فقیر ہو جائے تو اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو بچہ وجوبِ فطرہ کے وقت سے پہلے پیدا ہوا، اس پر فطرہ واجب ہوگا۔ البتہ جو بچہ عید کے روز طلوعِ فجر کے بعد پیدا ہو۔ اس پر فطرہ لاگو نہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص طلوعِ فجر سے پہلے مسلمان ہو جائے یا دولت مند ہو جائے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

فطرانہ کن کو ادا کیا جائے

صدقہ فطر محتاجوں، غریبوں، ناداروں کو تقسیم کرنا چاہیئے جن کے پاس اتنے اسباب نہ ہوں کہ وہ عید کی خوشی میں شامل ہو سکتے ہوں۔ اکثر اہلِ علم کا خیال ہے کہ فطرہ کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں لیکن ان آٹھ مصارف میں سے عاملینِ زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب فی الرقاب اور فی سبیل اللہ کے مصارف میرا ہیں یعنی ان پر فطرہ کا مال خرچ نہیں کرنا چاہیئے اور مصارف زکوٰۃ میں فقراء، مساکین، بے گھر مسافر اور قرضدار کو دیا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فطرہ دیتے وقت فقراء اور مساکین کو ترجیح دی جائے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مصارف فطرہ میں مساکین اور فقراء ہی کو فوقیت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ضرورت کے وقت اگر کسی دوسری اصناف میں سے کسی پر فطرہ خرچ کر دیا جائے تو وہ درست ہوگا۔

دشمنِ اسلام کافر یا مرتد یا فاسق کو یا غنی کو یا باپ بیٹے یا بیوی وغیرہ کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں کیونکہ انھیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

صدقہ فطر اپنے گرد و نواح کے مستحقین کو دینا افضل ہے۔ ایک شخص کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دینا بھی درست ہے اور چند فقیروں کو دینا بھی درست ہے۔ ایسے ہی چند افراد کا صدقہ فطر ایک آدمی کو دینا بھی درست ہے۔

☆☆☆☆☆

باب ۲۵

عیدُالفطر

عیدالفطر مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے۔ عید کا معنی لوٹ کر بار بار آنا ہے۔ چونکہ یہ خوشی کا دن ہر سال لوٹ کر آتا رہتا ہے اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؏	روزوں کی تعداد پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمھیں ہدایت دی ہے اور اس کا شکر ادا کرتے رہو۔ (پ۲، بقرہ ۱۸۵)

اس آیت میں بڑائی بیان کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد عید ہے۔ اسلامی سال کے شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو عیدالفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسی روز اللہ تبارک و تعالیٰ نے درخت طوبیٰ پیدا فرمایا۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو وحی کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (غنیۃ الطالبین ج۲ ص ۱۸)

اس دن کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت انسؓ کی روایت یہ ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ	حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ اہل مدینہ دو دن تہوار مناتے اور کھیل کود کرتے تھے۔ حضورؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا

قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ ؁

یہ دو دن کیسے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا دورِ جاہلیت میں ہم ان دونوں دنوں میں کھیل کود کرتے تھے۔ تب حضورؐ نے فرمایا کہ ان دنوں کے عوض اللہ نے تمہیں یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ عطا فرمائے ہیں۔ (ابوداؤد)

عید مسلمانوں کے لیے مسرت کا دن ہے مگر یہ اس خوشی کا اظہار ہے جو انسان اطاعتِ خداوندی میں پورا اترنے کے بعد محسوس کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں جو قدرے مشقت طلب کام ہے۔ پھر روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ بندہ فرض نمازیں پڑھتا ہے۔ رات کو تراویح کی صورت میں قیام اللیل کرتا ہے۔ صدقہ خیرات کی کوشش کرتا ہے یعنی بندہ ہر طرح سے اپنے رب کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس طرح جب انسان پورا ماہ روزے رکھ لیتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے اور اس خوشی کا اظہار عید الفطر کی صورت میں ہے اسے عید الفطر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن سے پہلے غریبوں کو خوشی میں شامل کرنے کے لیے جو صدقہ و خیرات دی جاتی ہے وہ فطرانہ کہلاتا ہے لہٰذا اس نسبت سے اسے عید الفطر کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس دن اظہارِ مسرت کے لیے یہ خیرات دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ خوشی کا دن عید الفطر کے نام سے منسوب ہے۔

عید کی خوشی اسلام میں عام خوشیوں کی نسبت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ عام طور پر انسان اس وقت خوشی محسوس کرتا ہے جب اس کی کوئی دلی خواہش پوری ہوتی ہے یا اسے کوئی جسمانی راحت حاصل ہوتی ہے یا لذتِ نفس میں مبتلا ہو کر عارضی نفسانی خوشی ملتی ہے گویا دنیاوی خوشی کا تعلق حصولِ دنیا کے ساتھ وابستہ ہے۔ جبکہ عید کی خوشی میں دنیاوی خوشی کے ساتھ ہی روحانی خوشی کا راز بھی مضمر ہے۔ چونکہ اسلام میں عید منانے کا جو طریقہ پایا جاتا ہے اس میں خوشی کا تعلق بھی خدا اور بندے کے درمیان پایا جاتا ہے۔ کیونکہ انسان ماہِ رمضان کے بعد عید کے روز نمازِ عید میں اللہ کے حضور

سجدہ ریز ہوتا ہے تو اس کی روح حقیقی معنوں میں ایک مسرت محسوس کرتی ہے۔ نماز کے بعد جب انسان ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں تو اس وقت اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مل کر جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کیونکہ ملتے وقت دل میں ایسے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو واقعی معراجِ انسانیت کا حصہ ہیں۔

مسائلِ عید الفطر

۱۔ عید کی نماز دو رکعت ہے

عید الفطر کے شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔ عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے جس کا پڑھنا واجب ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَ الْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَاُ بِہِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِہِمْ فَیَعِظُہُمْ وَ یُوْصِیْہِمْ وَ یَاْمُرُہُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ ؕ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے عید گاہ تشریف لے جاتے تو جس کو سب سے پہلے ترجیح دیتے وہ نماز عید ہوتی پھر نمازیوں کی طرف منہ کر کے ان کو نصیحت کرتے۔ رشد و ہدایت کرتے اور اگر کہیں لشکر کی روانگی مقصود ہوتی تو اس کو روانہ کرنے یا کسی اور کام کا حکم دیتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر عید گاہ سے واپس ہوتے تھے۔

(بخاری شریف)

۲۔ عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت ہے

عید الفطر کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے ہے یعنی نماز سے قبل اذان نہیں دی جاتی اور نہ ہی جماعت کھڑی ہونے سے قبل اقامت کہی جاتی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دو مرتبہ سے زیادہ عیدین کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی ہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ سننا ضروری ہے

عید کا خطبہ سننا سُنت ہے اور یہ خطبہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نمازیں خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔ (مسلم شریف)

۴۔ نمازِ عید الفطر کا مسنون وقت

نماز عید الفطر کا وقت سورج کے اچھی طرح روشن ہو جانے سے شروع ہوتا ہے اور قبل از زوال تک رہتا ہے لیکن افضل وقت ایک یا دو نیزہ سورج بلند ہونے پر ہے اس وقت عید کی نماز پڑھنا بہت بہتر ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشراق کے وقت عید الفطر کی نماز پڑھنے سے فارغ ہو جاتے۔ ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوا ہے۔

عَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَّهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ ۔

حضرت ابوحویرث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جب وہ نجران میں تھے لکھا کہ عید الاضحیٰ میں عجلت کریں اور عید الفطر میں تاخیر کریں اور لوگوں کو نصیحت کریں۔ (شافعی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سورج اچھی طرح روشن ہونے پر عیدین کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن عیدالاضحیٰ کی نماز میں جلدی اور عیدالفطر کی نماز میں قدرے دیر کرنا افضل اور سنت ہے۔

۵۔ غسل اور اچھا لباس پہننا

عید کے دن غسل کرنا، ناخن تراشنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا اور صاف ستھرا پاکیزہ لباس پہننا سنت ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن یعنی عید کے دن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن بنایا ہے لہٰذا اس دن خوب غسل کر لیا کرو اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگا لیا کرو اور مسواک کر لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن جسم کی طہارت قائم کرنا اور پاکیزہ لباس پہننا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے جہاں تک ہو سکتا عید کے دن اچھے سے اچھا لباس پہننے کی کوشش کرتے۔

۶۔ صدقہ فطر ادا کرنا

عیدالفطر کی نماز پڑھنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اس کا ادا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ غریب لوگ بھی عید کی خوشی میں شامل ہو سکیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ وَ الْحُرِّ وَ الذَّکَرِ وَ الْاُنْثٰی وَ الصَّغِیْرِ وَ الْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَمَرَ بِھَا اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ ؎

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کھجوروں کا یا جَو کا ایک صاع ملت مسلمہ کے غلام آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض فرمایا ہے اور یہ حکم دیا کہ اس کو نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے (بخاری شریف)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رمضان کے

اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَۃَ صَوْمِکُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الصَّدَقَۃَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰی کُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْکٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ ؎

آخر میں لوگوں سے فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقہ کو فرض فرمایا ہے۔ اس کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، اور گیہوں نصف صاع ہر آزاد، غلام، مرد اور عورت چھوٹے اور بڑے پر مقرر اور لازم فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

۷۔ نمازِ عید الفطر سے پہلے میٹھی چیز کھانا سُنت ہے

نماز عید الفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سُنت ہے۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عیدگاہ کی طرف نہ جاتے جب تک آپ کھجوریں نہ کھا لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن کھجوریں یا کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔ لہٰذا دودھ سویوں کا کھانا بھی اسی سنت میں شمار ہوتا ہے۔

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ ؎

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن بغیر کچھ کھائے عیدگاہ میں نہیں جاتے تھے اور قربانی کے دن نماز پڑھنے کے بعد کھاتے تھے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۸۔ خطبہ کے دوران عصا سے ٹیک لگانا سُنت ہے

عید کا خطبہ دیتے وقت ٹیک لگانا سنت ہے۔

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ یَوْمَ الْعِیْدِ

حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن کمان پر ٹیک

قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْہِ ؛ لگا کر خطبہ دیا۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلٰى عَنَزَتِهٖ اِعْتِمَادًا ؛

حضرت عطاءؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اپنے عصا پر تکیہ کرتے تھے۔ (شافعی)

۹۔ نمازِ عید کے لیے پیدل آنا جانا سنت ہے

عیدگاہ کو پیدل جانا سُنت ہے اور ایسے ہی جس راستے سے جائے اس راستے سے نہ آئے بلکہ راستہ بدل کر آنا سُنت ہے۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ رَّجَعَ فِيْ غَيْرِهٖ ؛

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید گاہ کو جاتے تو ایک راہ سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے تھے۔ (ترمذی۔ دارمی)

۱۰۔ نمازِ عید سے پہلے اور بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت

عید کی نماز سے قبل یا بعد میں نوافل پڑھنا درست نہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا ؛

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نفل پڑھے۔ (بخاری شریف)

۱۱۔ عید کے دن اللہ کی راہ میں دینا بہت افضل ہے

عید کے دن صدقہ اور خیرات کرنا بڑا افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں اس روز دینے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشَهِدْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ یَذْکُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَۃً ثُمَّ اَتَی النِّسَاءَ فَوَعَظَھُنَّ وَذَکَّرَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ بِالصَّدَقَۃِ فَرَاَیْتُھُنَّ یُھْوِیْنَ اِلٰی اٰذَانِھِنَّ وَ حُلُوْقِھِنَّ یَدْفَعْنَ اِلٰی بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ ھُوَ وَبِلَالٌ اِلٰی بَیْتِہٖ ٭

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ عید میں شرکت کی ہے؟ انھوں نے کہا بیشک، ایک مرتبہ حضورؐ نماز کے لیے (عیدگاہ) تشریف لائے، نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔ اذان اور اقامت نہ کہی۔ اس کے بعد آپؐ خواتین میں آئے اور نصیحت فرمائی، اللہ کی یاد دلائی اور صدقہ کا حکم دیا اس وقت میں نے دیکھا کہ خواتین اپنے کانوں اور گلوں کی جانب ہاتھ بڑھا کر زیور اتار کر بلالؓ کو دے رہی تھیں۔ پھر آپؐ اور بلالؓ اٹھ کر گھر تشریف لے آئے۔ (بخاری)

۱۲۔ عید کے دن اظہارِ خوشی

عید کے دن اظہارِ خوشی کی اجازت ہے اس کا ثبوت مسلم کی اس حدیث سے ملتا ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ منیٰ میں دو بچیوں کے پاس سے گزرے۔ وہ دف بجا رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں انصار کے وہ اشعار گا رہی تھیں جو یوم بعاث سے تعلق رکھتے تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں جھڑکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا اے ابوبکرؓ! انھیں چھوڑدو کہ یہ عید کے دن ہیں۔ اے ابوبکرؓ! ہر قوم کے لیے عید ہوتی ہے اور یہ ہمارا عید کا دن ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ خوشی جس کی شریعت میں اجازت ہے عید کے روز اس کا اظہار کیا جا سکتا ہے لہٰذا چند دوستوں کا عید کے موقع پر مل کر سیر و تفریح کر لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن یاد رہے کہ احکامِ خداوندی کے خلاف والی سیر و تفریح اسلام میں منع ہے۔

۱۴۔ نمازِ عید میں عورتوں کی شمولیت

عورتوں کا نماز عید میں شامل ہونا سنت ہے لیکن عید گاہ میں ان کے لیے الگ با پردہ انتظام ہونا ضروری ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلٰى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَمَضٰى اِلَى النِّسَاءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عید کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شرکت کی آپؐ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان و اقامت کے نماز شروع کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب بلالؓ سے ٹیک لگا کر اللہ کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کو نصیحت کی، اللہ اور اپنی اطاعت کی طرف رغبت دلائی (خطبہ دیا) پھر آپؐ حضرت بلالؓ کے ساتھ خواتین میں تشریف لائے اور عورتوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور انھیں پند و نصائح فرمائے (نسائی)

۲۔ نماز عید پڑھنے کا طریقہ اور مسائل

نماز عید کے لیے صف بندی کے بعد پہلے اس طرح نیت کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی مع چھ زائد تکبیروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ (مقتدی اتنا اور کہے ۔ پیچھے اس امام کے) منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر! پھر تکبیر تحریمہ کے لیے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر باندھ لیں اور ثناء یعنی سبحانک اللھم الخ پڑھیں۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں، پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں پھر کانوں تک

ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ خلاصہ یہ کہ پہلی تکبیر کے بعد بھی ہاتھ باندھ لیں اور دوسری اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں۔ چوتھی کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد امام آہستہ سے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر بلند آواز سے الحمد الخ اور کوئی سورت پڑھیں اور رکوع و سجود کریں۔ پھر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں۔ پہلے امام الحمد الخ اور کوئی سورہ پڑھیں۔ پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ہر بار اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں اور چوتھی بار بلا ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کریں۔

نماز کے بعد امام منبر پہ کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ خطبہ پوری توجہ سے سننا چاہیئے عید کے خطبوں کے بعد دعا مانگیں۔ چونکہ تمام پنجگانہ نمازوں کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لیے اس پر قیاس کر کے دعا مانگنا ضروری ہے۔ خطیب عیدین کے خطبہ کا آغاز تکبیر یعنی اللہ اکبر سے کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اور دوسرے میں سات مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ خطیب پر لازم ہے کہ خطبے میں اس روز کے مناسب احکام یعنی صدقۂ فطر یا تکبیراتِ تشریق اور قربانی کے احکام بیان کرے۔ نماز عید پڑھنے کے مفصّل مسائل حسبِ ذیل ہیں؛

مسئلہ ۱: اگر کوئی عید کی نماز میں پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد شریک ہوا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد (بغیر ثناء پڑھے) ہاتھ اٹھا کر تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں شریک ہوا ہو تو اگر گمان غالب ہو تکبیروں کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے۔ بعد اس کے رکوع میں جائے۔ اور رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں بجائے تسبیح کے بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیریں کہہ لے اور اگر پوری تکبیریں کہنے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں، وہ اس سے معاف ہیں۔

مسئلہ ۲: اگر کسی کی عید کی نماز میں پہلی رکعت چلی جائے تو جب وہ کھڑا ہو کر اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت کرے یعنی پہلے ثناء، پھر تعوذ، تسمیہ. فاتحہ اور سورت پڑھ لے۔ اس کے بعد دوسری رکعت کے بعد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے۔ اور اگر بھولے سے یا بے علمی سے زائد تکبیریں قرأت سے پہلے ادا کرلے تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تنزیہی ہوگی۔

مسئلہ ۳: البتہ اگر دونوں رکعتیں جاتی رہیں یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا تو وہ تکبیرات کو ان کے موقع پر (مقتدی کی طرح) ادا کرے۔

مسئلہ ۴: اگر امام دوسری رکعت میں تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیئے کہ حالتِ رکوع میں تکبیریں کہہ لے. قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے لیکن ہر حال میں بوجہ کثرتِ ہجوم کے سجدہ سہو نہ کرے۔ نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵: جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔ نمازِ عید سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آکر نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ اور نمازِ عید سے پہلے گھر پر بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۶: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے تو وہ شخص تنہا نماز نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ عید کی نماز میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا نہ اس پہ اس کی قضا واجب ہے البتہ اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پھر پڑھ سکتا ہے

مسئلہ ۷: اگر وقت گزر جانے کے بعد معلوم ہو کہ عید کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تھی تو بھی قضا نہیں. اس کی بجائے استغفار کریں۔

مسئلہ ۸: اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جاسکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے اور ایسے ہی عید الاضحیٰ کی نماز تیسرے دن یعنی

۱۲ ذی الحجہ تک مقررہ وقت پر پڑھی جا سکتی ہے۔

مسئلہ ۹: عیدگاہ میں جہاں عید کی نماز پڑھی جا رہی ہو وہاں کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ نہ عید کی نماز سے قبل اور نہ ہی بعد میں کوئی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

مسئلہ ۱۰: جس شخص کو عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی جماعت نہ مل سکے تو وہ ان نمازوں کو قضا کر کے نہ پڑھے کیونکہ عیدین کی قضا نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کسی عذر کی بنا پر نماز عید نہ پڑھی گئی مثلاً بارش ہو رہی تھی یا ہلال ہی نہ دیکھا گیا اور دوسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا کہ گزشتہ شب چاند نکلا تھا تو چاہیے کہ سب لوگ روزہ افطار کر دیں اور اگلے دن نماز عید پڑھ لیں۔ عید الاضحیٰ کی نماز میں بلا عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز بالکراہت ہو جائے گی لیکن عید الفطر کی نماز بلا عذر تاخیر کرنے سے نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۲: نماز عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ کرنا جیسا کہ مسلمانوں میں رائج ہے بہت اچھی چیز ہے کیونکہ اس میں اظہارِ مسرت اور خلوص ہے۔

٭٭٭٭

باب ۲۶

رمضان المبارک میں اہم واقعات

اس ماہِ مبارک میں چند ایسے تاریخی واقعات دنوع پذیر ہوئے جو تاریخی اعتبار سے بڑے اہم ہیں۔ یہ واقعات اہمیت اور فضیلت کے اعتبار سے پہلے ہی بہت اہم ہیں لیکن رمضان المبارک سے ان کی نسبت قائم ہونے سے ان کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ رمضان المبارک رحمتِ الٰہی اور فضلِ باری کا مہینہ ہے۔ اس لیے جس کام یا واقعہ کی نسبت اس کی طرف قائم ہو جائے تو اس کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مسلمان رمضان المبارک میں فوت ہو جائے تو اس کی بخشش کا امکان قوی ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا اسی مہینے میں بعثتِ نبوی ہوئی۔ اسی ماہ میں غزوہ بدر، فتح مکہ بھی ہوئی۔ اسی مہینہ میں حضرت خدیجہ رضہ زوجۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ ایسے ہی حضرت علی رضہ کی شہادت کا واقعہ بھی رمضان المبارک ہی میں پیش آیا۔ اس کے علاوہ بیشمار واقعات وحالات رمضان المبارک میں ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند تاریخی حقائق کے حالات حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ نزولِ قرآن اور بعثتِ نبوی

۲۷۔ رمضان المبارک

رمضان المبارک کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ اس مہینے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منصبِ نبوت پر جلوہ افروز ہوئے جسے بعثتِ نبوی کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ آپؐ پر وحی کی ابتدا یعنی نزولِ قرآن کے سلسلے کا آغاز تھا جو ۲۷ رمضان المبارک کو ہوا اور

یہی قرآن کی صورت میں نزولِ وحی آپ کی نبوت کا اعلان تھا۔ نزولِ وحی کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ آپ یادِ الٰہی کے لیے غارِ حرا میں مصروف رہتے۔ کئی کئی دن کا خورد و نوش ساتھ لے جاتے اور وہاں بیٹھ کر اللہ کو پکارتے رہتے لیکن جونہی آپ کی عمر کا چالیسواں سال شروع ہوا تو آپؐ کی طبیعت میں کچھ خلوت پسندی کا رجحان زیادہ غالب ہو گیا۔ ایک دن آپؐ حسبِ معمول غارِ حرا میں محوِ عبادت تھے کہ یکدم آپؐ کے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور انھوں نے کہا کہ پڑھیئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھیئے تو آپؐ نے پڑھنا شروع کر دیا۔ آخر چند آیات پڑھا کر فرشتہ غائب ہو گیا۔

یہ سب سے پہلی وحی تھی جس کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو دہراتے ہوئے گھر تشریف لائے مگر اس واقعہ سے آپؐ کے قلبِ اطہر پر لرزہ طاری تھا کیونکہ ایسا واقعہ پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا۔ آپؐ نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ پھر آپؐ نے غار میں پیش آنے والا سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ سے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ یہ سن کر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ نہیں ہرگز نہیں آپؐ کی جان کوئی خطرے میں نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ آپ کو ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔ آپؐ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کا بار آپ خود اٹھاتے ہیں، مہمانوں اور مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ سچائی کی حمایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نصرانی تھے اور انجیل کے عالم تھے، بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ بھائی جان آپ ذرا بھتیجے کی بات سنیئے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا بتائیے کہ آپ نے کیا دیکھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا کا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ کہنے لگے کاش میں جوان ہوتا اور کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جبکہ آپؐ کی قوم آپؐ کو مکہ سے نکال دے گی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا

مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے، تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا لیکن پھر ایک دن وہی فرشتہ ظاہر ہوا۔ قرآن پاک کی چند آیات کا نزول ہوا۔ تو اس طرح رمضان المبارک کو یہ شرف حاصل ہے کہ رمضان کے مہینے ہی میں اعلانِ نبوت ہوا اور نزول قرآن کے سلسلے کا آغاز ہوا۔

قرآن پاک کے نزول کے بارے میں قرآن پاک ہی میں ہے کہ "رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا ہے"۔ ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " اسے ہم نے شبِ قدر میں اتارا" تو اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں قرآن پاک کا نزول شبِ قدر میں ہوا جسے عام مفسرین نے ۲۷ رمضان المبارک کی رات قرار دیا ہے لیکن بعض دیگر محققین کے نزدیک ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، اور ۲۹ رمضان المبارک کی راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے جبکہ بعض علماء نے ۲۴ رمضان المبارک کی رات کو شبِ نزول قرار دیا ہے۔

مفسرین قرآن مثلاً قاضی بیضاوی اور علامہ زمخشریؒ نے تصریح کی ہے کہ قرآن کے ماہِ رمضان میں نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے نازل ہونے کا آغاز اس ماہ میں ہوا ہے اور وہ شبِ قدر میں ہوا۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ سارا قرآن اکٹھا ایک بار لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بیت العزت میں رمضان المبارک میں نازل ہوا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا رہا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن ماہِ رمضان کی فضیلت میں اسی طرح نازل ہوا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں آیت حضرت عمرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید دو بار رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے۔ ایک بار اکٹھا لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر۔ دوسری بار آسمانِ دنیا سے جبریل امین کے ذریعے رسول پاک پر نازل ہونے کا آغاز ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پاک ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن تک [illegible] پاک کی زندگی میں نازل ہوتا رہا۔ جس میں مکی عہد کے قریباً ۱۲ سال ۵ ماہ

اور ۱۳ دن ۔ اور مدنی عہد کے ۹ سال ۹ ماہ اور ۹ دن شامل ہیں۔ اس لحاظ سے رمضان المبارک کو نزولِ قرآن کی سالگرہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر سال جبریلؑ آکر رسول پاکؐ کو قرآن مجید سناتے تھے اور قرآن پاک کی سب سے زیادہ تلاوت بھی اسی ماہ میں ہوتی ہے بلکہ اس میں نمازِ تراویح کو مسنون کر دیا گیا ہے کہ جس میں پورا قرآن سنایا جاتا ہے۔

قرآن کی سالگرہ منانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس ماہ میں ہم زیادہ سے زیادہ تلاوت کریں۔ نمازِ تراویح ادا کریں، درسِ قرآن کی مجلسیں قائم کریں۔ حسنِ قرأت کے مقابلے ہوں، شبینوں کا اہتمام ہو اور قرآن کے دَور کیے جائیں۔

۲۔ وصالِ حضرت خدیجہؓ

۱۰ رمضان المبارک

رمضان المبارک کا ایک اور اہم تاریخی واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ محترمہ تھیں۔ آپؓ بڑی ذہین، عالی دماغ، صورت و سیرت اور عفت و عصمت میں مکہ بھر میں مشہور تھیں۔ آپؓ کے والد کا نام خویلد تھا جو مکہ کا بڑا رئیس آدمی تھا۔ آپؓ کے والد کا جب انتقال ہوگیا تو حضرت خدیجہؓ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اپنے والد محترم کا چھوڑا ہوا تجارتی کاروبار بڑے احسن طریقے سے سنبھال لیا۔ آپؓ اپنا تجارتی مال شام کی طرف بھیجا کرتی تھیں ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپؓ کا تجارتی مال لے کر شام گئے اور حضرت خدیجہؓ آپؐ کے کاروباری معاملات اور اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں۔ حتیٰ کہ آپؓ کی شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی اور آخری دم تک حضرت خدیجہؓ کی ازدواجی زندگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت اچھی گزری۔ حضرت خدیجہؓ نے نازک سے نازک لمحہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل وجان سے ساتھ دیا۔

حضرت خدیجہؓ کا وصال

بعثت کا دسواں سال تھا کہ آپؐ کے چچا ابو طالب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابھی ان کی وفات کا غم تازہ ہی تھا کہ آپ کی زوجہ محترمہ بھی ۱۰ رمضان المبارک کو چل بسیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جدائی کا بہت رنج ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کی محبت اور سچے دل سے خدمت گزاری کا خیال تو آپؐ کو ہمیشہ ہی رہا اور تمام عمر یاد فرماتے رہے۔ حضرت خدیجہؓ نے ۲۴ سال ۶ ماہ آپؐ کی خدمت اور نکاح میں رہ کر آپؐ کو آرام پہنچایا۔ یہ مدت نہایت خوبی سے بسر ہوئی۔ آپؐ نے زندگی بھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے قدر کی۔ حضرت خدیجہؓ نے زندگی کے ہر آڑے وقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم قدم پر ساتھ دیا۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون حضرت خدیجہؓ ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آقائے دو جہان کی رفاقت اور جاں نثاری کا پورا پورا حق ادا کیا۔

حضرت خدیجہؓ کے نماز پڑھنے کا واقعہ

ابن اسعد کا بیان ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ آیا کہ اپنی [illegible]ں کے لیے عطر اور کپڑا خرید کر لے جاؤں۔ عباس بن عبد المطلب کے پاس ٹھہر گیا۔ [illegible] کا وقت تھا میری نگاہ کعبہ کی طرف تھی۔ عباس بھی ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک نوجوان آیا۔ اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ زیادہ وقفہ نہ ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ غرض کہ یہ دونوں اس جوان کے پیچھے نماز پڑھ کر چلے گئے۔ تو میں نے عباس سے کہا عباس! میں دیکھتا ہوں کہ کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔ عباس نے کہا ہاں! تم جانتے ہو کہ یہ جوان لڑکا اور عورت کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ عباس نے کہا یہ جوان محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بھائی کا بیٹا تھا اور لڑکا (حضرت) علیؓ ابو طالب کا بیٹا تھا۔ عورت جس کو تم نے دونوں کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا میرے جوان بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی (حضرت) خدیجہؓ بنت خویلد تھی۔

میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب خالص الہامی ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے تمام روئے زمین پر ان دونوں کے سوا کوئی اس دین کا پابند نہیں ہے یہ سن کر مجھے تمنا ہوئی کہ چوتھا میں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تبلیغ حق اور اشاعت اسلام میں جتنی مشکلات درپیش تھیں اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مدت تک اپنی غمگسار بیوی کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

فضائل وخصائل

حضرت خدیجہؓ کے خصائل و فضائل بیشمار ہیں جو حسب ذیل ہیں کہ حضرت خدیجہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔ آپؐ کو بحیثیت شوہر اپنی زوجہ محترمہؓ سے مثالی محبت تھی۔ چنانچہ آپؐ کا یہ حال تھا کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب تک آپؐ خدیجہؓ کا ذکر کر کے ان کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے تھے گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جتنا رشک مجھے خدیجہؓ پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ وہ وہ بڑھیا تھیں اب اللہ نے آپؐ کو ان سے بہتر بیوی دی ہے۔ یہ سن کر آپؐ غصے ہوئے فرط غضب سے موئے مبارک کھڑے ہو گئے اور فرمایا نہیں، بخدا مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے میری مال سے مدد کی جب دوسروں نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد دی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے جی میں کہا کہ آئندہ میں ان کا ذکر برائی سے کبھی نہ کروں گی۔ رسول اللہؐ کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں آپؐ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

جناب خدیجہؓ اولاد پر بہت مہربان تھیں، امور خانہ داری سے کما حقہ واقف تھیں۔ گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھیں۔ انہی خوبیوں کا احساس فرماتے ہوئے حضورؐ نے ان کے

حق میں "کَانَتْ اُمُّ الْعِیَالِ وَرَبَّۃُ الْبَیْتِ" فرمایا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم آپ کا شعار تھا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے آپ اس کی تصدیق کرتی تھیں۔ اور یہ حالت آپؓ کی ہر زمانہ میں رہی۔ بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت ہے: مریم بنتِ عمران۔ آسیہ زوجۂ فرعون، خدیجہؓ بنت خویلد اور فاطمہؓ بنت محمدؐ۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا کہ جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ افضل چار بیویاں ہیں، خدیجہؓ بنت خویلد، فاطمہؓ بنت محمدؐ، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اہلیہ فرعون، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جتنی تعریف حضرت خدیجہؓ کی کرتے تھے۔ بیویوں میں سے کسی کی نہ کرتے تھے۔

ایک بار حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سارا عرب آپؐ کا دشمن ہو رہا تھا۔ راستہ میں جبریلؑ ایک مرد کی صورت میں ملے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پوچھا۔ یہ ڈر گئیں کہ کوئی دشمن نہ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا چاہتا ہو۔ گھر پہنچ کر آپؐ سے ملیں تو اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ جبریلؑ تھے مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ تم کو ان کا سلام پہنچا دوں اور جنت میں ایسے گھر ملنے کی بشارت سنا دوں جو موتیوں سے بنا ہو گا اور جس میں شور و شغب اور محنت و تکلیف کا گذر نہ ہو گا۔

حضرت جبریلؑ کے سلام پہنچانے کی ایک اور روایت بھی ہے جس میں حضرت خدیجہؓ کی فراستِ دینی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے اس طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ اللہ خدیجہؓ پر سلام بھیجتا ہے۔ آپؐ نے خدیجہؓ سے کہا تو انھوں نے جواب میں کہا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرِیْلَ

اَلسَّلَامُ وَعَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ۔ شرح صحیح بخاری میں علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ قصّہ حضرت خدیجہؓ کے کمال فراست پر دال ہے یعنی انھوں نے جواب میں "وعلیہ السلام" نہیں کہا۔ صحابہؓ پہلے تشہد میں السلام علی اللہ کہا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی سلام ہے اس کے بدلے التحیات للہ کہو۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی فہم و فراست سے یہ سمجھ لیا کہ اللہ پر درود و سلام نہ بھیجنا چاہیے کیونکہ اس سے دعائے سلامتی دینا معلوم ہوتی ہے جو ذات باری کے شایانِ شان نہیں بلکہ اس کے لیے ثنا زیبا ہے اس لیے آپؓ نے انّ اللہ ھو السلام کہا۔ گویا اس طرح خالق و مخلوق کے امتیازی مراتب بتا دیے۔ اسی کے ساتھ آپ نے جبریلؑ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سلامتی بھیجی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہنچانے والے دونوں کے لیے سلامتی کی دعا مانگنی چاہیے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ کے حوالہ سے صاحبِ اصابہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کی عیادت کو آئے اور فرمایا بیٹی کیا حال ہے؟ کہا میں بیمار ہوں اور یہ مصیبت مزید برآں ہے کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ فرمایا بیٹی کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ تم دنیا کی عورتوں کی سردار ہو۔ حضرت فاطمہؓ بولیں، ابا جان! پھر مریم بنتِ عمران کیا ہیں؟ فرمایا تم اپنے زمانوں کی عورتوں کی سردار ہو، مریم اُمِّ ماضیہ کی عورتوں سے بہتر تھیں اور خدیجہؓ امتِ موجودہ کی تمام عورتوں سے بہتر و افضل ہیں۔

۳۔ غزوۂ بدر

۱۷ رمضانُ المبارک

غزوۂ بدر رمضان المبارک کا اہم ترین واقعہ ہے۔ غزوۂ بدر اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ ہے جس کے واقعات اس طرح ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو اپنے ۳۱۳ جاں نثار ساتھیوں کو لے کر میدانِ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مقامِ بدر مدینہ سے

تقریباً ۱۴۰ کلومیٹر دور ہے۔ جہاں پانی کے چند کنویں تھے اور ملکِ شام سے آنے والے قافلے اسی مقام پر ٹھہرا کرتے تھے۔ آخر چلتے چلتے یہ قافلہ میدانِ بدر میں پہنچ گیا۔ ابوجہل لعین پہلے ہی وہاں اپنا لشکر لے آیا تھا۔ اس کا لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس تھا۔ کھانے پینے کے سامان کی فراوانی تھی، ادھر مسلمان خالی پیٹ تھے۔ دلوں میں یادِ خدا اور زبان پر حبیبِ کبریا کی نعت خوانی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات عبادت و ریاضت اور دعا میں گزاری، نمازِ فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد جہاد کے متعلق مسلمانوں سے خطاب فرمایا اور پھر آپؐ نے فتح و نصرت کی بشارت سنائی اور میدانِ جنگ کا معائنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں دشمنِ اسلام یہاں قتل ہوگا۔ یہاں ابوجہل قتل ہوگا، یہاں فلاں کافر مارا جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی صف بندی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آغازِ لڑائی سے قبل یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ	اے اللہ! اگر یہ مسلمانوں کی جماعت ہلاک ہو
الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ	گئی تو پھر دنیا بھر میں تیری عبادت کرنے والا
لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ ۔	کوئی نہیں رہے گا۔ (مسلم شریف)

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکینِ مکہ میں سے عتبہ اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ساتھ میدان میں نکلا یہ سن کر کہ عتبہ کا بیٹا حضراتِ صحابہؓ کو للکار رہا ہے حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کے مقابلے کے لیے نکلتا ہوں مگر آپؐ نے اجازت نہ دی۔ پھر حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یہ تینوں حضرات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے میدان میں نکلے۔ مشرکین نے پوچھا تم کون ہو؟ جاں نثارانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم انصار ہیں ہم غلامِ سید ابرارؐ ہیں۔ یہ سن کر عتبہ کہنے لگا تم ہمارے مدمقابل نہیں ہو۔ ہم مدینے

کے چرواہوں کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار نہیں اس پر لشکرِ اسلام سے حضرت حمزہ
حضرت علی رض اور حضرت عبیدہ مقابلے کے لیے نکلے ۔ چنانچہ حضرت امیر حمزہ رض کا عتبہ سے
حضرت علی رض کا ولید سے اور حضرت عبیدہ کا شیبہ سے مقابلہ ہوا ۔ مقابلے میں حضرت
حمزہ رض نے عتبہ کو قتل کیا اور حضرت علی رض نے ولید کو واصلِ جہنم کر دیا اور شیبہ نے حضرت عبیدہ رض
کو زخمی کر دیا ۔ یہ دیکھ کر شیرِ خدا رض نے اپنی تلوار کھینچی اور شیبہ کو بھی فی النار کر دیا ۔ تینوں
مشرکین کی لاشیں زمین پر ڈھیر ہو گئیں ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیدہ رضی
اللہ عنہ کو شدید زخمی حالت میں اپنے کندھے پر اٹھایا اور حضور نبی کریم کے قدموں میں
لا کر رکھ دیا ۔ حضرت عبیدہ رض اپنی زندگی ۔ سے مایوس تو تھے لیکن دل میں یہ حسرت
تھی کہ کاش میں میدانِ جنگ میں شہید ہوتا ۔ عرض کی اے میرے آقا ! اب میرے متعلق
کیا حکم ہے کہ مجھے درجۂ شہادت حاصل ہوا ہے یا نہیں ؟ تو آقا رحمۃ للعالمین صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بلاشبہ درجۂ شہادت کو حاصل کر لیا ہے ۔

کفر و اسلام کے مابین جنگ کا آغاز اس حسین انداز سے ہوا کہ حق و صداقت کا
سر فخر سے اونچا ہو گیا ظلم و جبر کے چہرے پر مُردنی چھا گئی ۔ صداقت کا سینہ خوشی سے
تن گیا ، باطل کا سر ندامت سے جھک گیا شیطان لعین سر پیٹنے لگا ۔ کفر کے رُخ پر
ہوائیاں اڑنے لگیں ۔ آنِ واحد میں مشرکین کے تین سُورماؤں کے قتل ہونے سے
کفار میں ہلچل مچ گئی ۔

چنانچہ ابوجہل نے جب اپنے لشکر میں بھگدڑ اور مایوسی کے اس عالم کو دیکھا تو
کہنے لگا اے قریشیو ! یہ تینوں سردار اپنی جہالت کی بنا پر مارے گئے ہیں تو کیا اب ہم بھی
اسی شرم و خجالت میں مر جائیں ۔ دیکھو تمھارے پاس تلواریں اور ڈھالیں ہیں ۔ تمھارے
پاس سامانِ جنگ کی قوت ہے ۔ تم فنونِ جنگ سے واقف ہو ۔ اٹھو ، بڑھو ان چند
فاقہ مستوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالو ۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رُو ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کی ۔ اس
کے بعد آپ پر غنودگی طاری ہو گئی ۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا ابوبکر رض ! بشارت ہو اللہ کی

نصرت آگئی۔ حضرت جبریلؑ گھوڑے پر سوار باگ پکڑے ہوئے آرہے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یوں فرمایا ہے:

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ ۝

جب تم اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول فرمائی، بیشک میں تمھاری مدد پے در پے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔ (پ ۹، ع ۱۵)

چنانچہ پہلے ہزار فرشتے آئے اور پھر ان کی تعداد پانچ ہزار ہوگئی۔ شیطان جو کہ بصورت سُراقہ لشکرِ کفار میں موجود تھا جب یہ آسمانی امداد دیکھی تو ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

پس جب سامنے ہوئیں دو فوجیں، الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر، اور بولا میں تمھارے ساتھ نہیں ہوں۔ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں ڈرتا ہوں اللہ سے، اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (پ ۱۰، ع ۲)

چنانچہ جب لشکرِ کفار نے مل کر دھاوا بول دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عام حملہ کرنے کی اجازت دے دی۔ دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ایسا رُعب ان پر ڈالا کہ وہ مرعوب ہوگئے اور ان کے سر گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ فرشتے نظر نہ آتے تھے مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کے نشان پائے جانے لگے۔ کسی کا سر بغیر تلوار کے کٹنے لگا۔ غلامانِ رسول بھی باوجود سامانِ جنگ کی کمی کے پوری ہمت سے اللہ کے بھروسے پر ڈٹے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل کی تمنا تھی کہ میں کسی طرح اس سرکردۂ کفار ابوجہل کو قتل کر دوں۔ مگر موقع نہ پا سکا۔ اسی تمنا میں تھا کہ میرے دائیں بائیں دو ننھے مجاہد معاذؓ اور معوذؓ دو سگے

بھائی تلواریں لیے آ کھڑے ہوئے۔ ؎

اَبھی تو عمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رُو معصوم تصویریں

بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

ان دونوں ننھے مجاہدوں نے آتے ہی پوچھا تو کیا؟ فرماتے ہیں: ؎

نہایت رازداری سے نشان ابوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا بچو! اس بے دین سے تمہارا کیا کام ہے؟ تو بولے: ؎

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

فرماتے ہیں کہ میں ان کی جرأت پر حیران و ششدر رہ گیا اور پھر ان کی شہادت کے خیال سے تڑپ کر رہ گیا مگر ان بچوں کا جواب یہ تھا کہ بیشک موت سامنے ہے ؎

مگر عشاق اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بچو! ابوجہل تک تمہاری رسائی کیسے ہوگی۔ ؎

حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ

بچوں نے کہا ؏

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

آخر حضرت عبدالرحمن نے ابوجہل کا نشان بتایا، تو ؎

خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی لبنے ہوئے پُرجوش تکبیریں

یہ دونوں ننھے مجاہد حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ ابوجہل پر اُس کے لشکر میں جا چھپٹے اور انھوں نے اس پر اپنی اپنی ننھی تلواروں سے بھرپور وار کیا گھوڑے سمیت وہ زمین پر گر پڑا۔ کافروں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ ان دونوں معصوم بچوں پر ٹوٹ پڑے آخر ان دونوں ننھے مجاہدوں میں سے پہلے حضرت معوذؓ شہید ہوئے۔ پھر حضرت معاذؓ کا ایک بازو کٹ گیا لیکن پھر بھی اپنے بہادری کے کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔

المختصر مشرکین میں سے ستر آدمی واصل جہنم ہوئے اور لشکرِ اسلام میں سے چودہ آدمیوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا اس کے بعد مشرکین میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور لشکرِ اسلام مدینہ طیبہ میں فتح و نصرت کے ساتھ تشریف لایا۔

۴۔ فتح مکّہ

۱۹ رمضانُ المبارک

سیرتِ مصطفیٰؐ کا نہایت ہی اہم واقعہ فتح مکہ ہے۔ یہ عظیم الشان فتح ۱۹ رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء کو ہوئی۔ یہ تاریخ کا وہ سنہری باب ہے کہ دنیا میں ہمیشہ آب و تاب سے چمکتا رہے گا۔ ذرا اندازہ کریں کہ اُس وقت یہ دنیائے اسلام کی کتنی عظیم فتح تھی جو کہ اس عظیم ماہ رمضان المبارک میں ہوئی لہذا اس تاریخی فتح سے اس ماہ کی شان اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔

فتح مکہ وہ فتح ہے جس سے آٹھ سال قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور مکہ سے روانہ ہوتے ہوئے آپؐ نے خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری محبت آمیز نگاہ ڈال کر فرمایا تھا کہ اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں

ہر گز تجھے نہ چھوڑتا لیکن آٹھ سال کے بعد آپؐ نے ایک فاتح کی حیثیت سے شہر مکہ میں رمضان المبارک کے ماہِ مقدس میں نزول فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز کیا۔

فتح مکہ کی وجہ کفارِ قریش کی عہد شکنی تھی اور وہ عہد شکنی یہ تھی کہ قریش مکہ کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے کافی جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔ اس حملہ میں قریش کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے انھوں نے بنو خزاعہ کا قتل عام کیا۔ اس حادثہ کے بعد قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار چالیس آدمیوں کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت میں فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لیے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشِ مکہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں وہ یہ تھیں کہ :

۱۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کرو۔ یا

۲۔ بنی بکر کی حمایت چھوڑ دو۔ یا

۳۔ حدیبیہ کا معاہدہ ختم کر دو۔

قریش مکہ نے تیسری شرط قبول کر لی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی خزاعہ کے ساتھ اپنے کیے ہوئے معاہدہ کے مطابق قریش مکہ اور بنی بکر کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا آخر۔ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جاں نثارانِ اسلام کا لشکر ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رمضان المبارک کی وجہ سے تمام صحابہؓ روزوں سے تھے اور سفر کی وجہ سے خاصی تکلیف محسوس ہوئی۔ آخر یہ لشکرِ اسلام منزل بہ منزل سفر طے کرتا ہوا مکہ کے باہر مرالظہران کے مقام پر آ کر قیام پذیر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ آگ کے الاؤ روشن کیے جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ اس وقت ابوسفیان جاسوسی کی غرض سے اور حالات کا اندازہ کرنے کے لیے ادھر آ نکلا۔ اس کے منہ سے نکلا کہ اس شان کا لشکر اور اس طرح کی روشنی تو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی، اس کے بعد حضرت عباسؓ کی وساطت سے

ابوسفیان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور قبولِ اسلام سے مشرف ہوا پھر لشکرِ اسلام مکہ کی طرف بڑھا اس وقت رسول اکرم ﷺ نے حضرت عباس رض کو ہدایت کی کہ ابوسفیان رض کو ایسی جگہ لے جائیں جہاں سے اسلامی فوج کی پیش قدمی کو دیکھ سکیں۔ حضرت عباس رض انھیں ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ ابوسفیان رض لشکر کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر میں داخل ہونے سے قبل صحابہ کرام رض کو کچھ ہدایات جاری کیں۔ وہ یہ کہ:

جو شخص ہتھیار ڈال دے اس کے لیے امان ہے۔
جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اس کے لیے امان ہے۔
جو شخص کعبہ میں داخل ہوجائے اس کے لیے امان ہے۔

اس موقع پر حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان ایک فخر پسند آدمی ہے۔ اس کے لیے کوئی ایسی امتیازی بات فرمادیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہوجائے۔ تو آپ نے فرمادیا کہ:

جو ابوسفیان رض کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لیے بھی امان ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان مکہ میں بلند آواز سے پکار پکار کر اعلان کرنے لگا کہ اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بڑا لشکر لے کر آگئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لیے امان ہے ابوسفیان کی زبان سے یہ کم ہمتی کی بات سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ جل بھن کر کباب ہوگئی اور طیش میں آکر ابوسفیان کی مونچھ پکڑلی اور چلا کر کہنے لگی کہ اے بنی کنانہ اس کم بخت کو قتل کردو۔ یہ کیسی بزدلی اور کم ہمتی کی بات بک رہا ہے۔ ہند کی اس چیخ و پکار سے تمام بنوکنانہ ابوسفیان کے مکان میں جمع ہوگئے اور ابوسفیان نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت غصہ اور طیش کی باتوں سے کام نہیں چل سکتا میں پورے اسلامی لشکر کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہم لوگوں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ یہ حوصلہ افزائی ہے

کہ انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو ابوسفیان کے مکان میں چلا جائے اس کے لیے امان ہے لہذا زیادہ سے زیادہ لوگ میرے مکان میں آکر پناہ لے لیں۔ ابوسفیان کے خاندان والوں نے کہا کہ تیرے مکان میں بھلا کتنے انسان آسکیں گے! ابوسفیان نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کرلیں یا مسجد حرام میں داخل ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں، ابوسفیان کا یہ بیان سن کر کوئی ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا، کوئی مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے قصوا نامی اونٹنی پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے تو وہ منظر بڑا روح پرور تھا۔ چشم فلک نے بہت سے فاتح دیکھے ہوں گے مگر ایسا فاتح اسے کبھی دیکھنے کو نہیں ملا ہوگا۔ کیونکہ جب فاتح داخل ہوتے ہیں تو قتل وغارت کرتے ہوئے، مخالفوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ مگر جب آپؐ فاتح کی حیثیت سے مکے میں ۱۹ر رمضان المبارک کو داخل ہوئے ہیں تو عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ سر مبارک پالانِ شتر پر لگ رہا تھا، زبان پر خدا کی حمد وثنا کے ترانے تھے۔ شہر میں داخل ہو کر پہلا یہ کام کیا کہ خدائے بزرگ وبرتر کے حضور میں سربسجود ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اندرونِ حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ مکہ کے فاتح (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حضرت خلیلؑ کا جانشینِ جلیل ہونے کی حیثیت سے فرضِ اولین تھا کہ یادگارِ خلیل کو بتوں کی نجس اور گندی آلائشوں سے پاک کریں چنانچہ آپ خود بنفسِ نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (حق آگیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی) (بخاری ج ۲ ص ۶۱۴۔ فتح مکہ وغیرہ)

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سب

نکالے جائیں۔ چنانچہ وہ سب بُت نکال باہر کیے گئے۔ انھی بتوں میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مجسّمے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں فال کھولنے کے تیر تھے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو مار ڈالے۔ ان کافروں کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال نہیں کھولا۔ جب تک ایک ایک بُت خانہ کعبہ کے اندر سے نکل نہ گیا آپؐ نے کعبہ کے اندر قدم نہیں رکھا۔ جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہوگیا تو آپؐ اپنے ساتھ حضرت اُسامہ بن زیدؓ، حضرت علیؓ، حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہ حجبیؓ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اس طرح یہ عظیم فتح پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

۵۔ شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ

۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ

شہادتِ حضرت علیؓ بھی رمضان المبارک کا اہم واقعہ ہے آپؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی تھے۔ علاوہ ازیں آغوشِ نبوت میں پل کر جوان ہوئے اس لیے رسول اکرمؐ کی خصوصی شفقت آپ کو میسر آئی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح کئی لحاظ سے آپؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب تھے۔ آپ کی شہادت خوارج کی سازش کا نتیجہ تھی اور شہادت کا واقعہ یوں ہے۔

ابنِ مُلجم کا منصوبہ آپؓ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا تھا اور یمن کا رہنے والا تھا۔ ایک مرتبہ یمن کے لوگوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں تحائف پیش کیے۔ اس نے بھی ایک تلوار جو بہت قیمتی تھی ہدیہ پیش کی۔ آپؓ نے سب لوگوں کے تحفے قبول کر لیے مگر ابن ملجم کی تلوار واپس کر دی اور فرمایا کہ میں اس کو کیونکر لوں۔ کیونکہ تیرا مطلب اسی سے پورا ہوگا۔ یہی تلوار تیرے ہاتھ سے میری پیشانی پر پڑے گی۔

ایک بار ابن ملجم نے اپنی سواری کے لیے حضرت علیؓ سے گھوڑا طلب کیا۔ آپؓ نے فوراً دے دیا۔ اور فرمایا کہ یہی شخص مجھ کو شہید کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپؓ اس کو قتل کر ڈالیے۔ فرمایا اگر میں اس کو مار ڈالوں تو مجھے شہید کون کرے گا۔

ابن ملجم آپؓ کے لشکر میں رہتا تھا اور اس قدر معتقد تھا کہ لڑائیوں میں بھی حضرت علیؓ کے ہمرکاب رہتا۔ اور آپؓ کے دشمنوں سے جنگ کرتا۔ جب نہروانیوں پر آپؓ نے فتح پائی تو وہ فتح کی خبر لے کر کوفہ گیا اور وہاں کے بازاروں اور گلیوں میں مژدۂ فتح سُناتا پھرا۔ اسی دوران اس نے ایک گھر کے اندر سے گانے بجانے کی آواز سُنی وہ دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے چند عورتیں باہر آئیں۔ جو خوبصورت لباس پہنے ہوئے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ تھیں۔ ان میں ایک عورت قطام بنت شجنہ تھی۔ جس کے حُسن و جمال کا شہرہ تمام عرب میں تھا۔ اس کو دیکھتے ہی ابن ملجم عاشق ہو گیا۔ موقعہ پا کر اس کے گھر گیا اور اپنے عشق و محبت کا اظہار کر کے پیغام نکاح دیا۔ وہ عورت خارجیہ تھی، اس کے بھائی اور باپ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے جنگ نہروان میں قتل ہو گئے تھے اس لیے وہ آپؓ کے ساتھ سخت عداوت اور کینہ رکھتی تھی۔ اس نے کہا اگر تو میرا مہر ادا کر دے تو میں تیرے ساتھ نکاح کرنے کو راضی ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تین ہزار درہم نقد، ایک لونڈی مغنیہ اور حضرت علیؓ کا دل۔ ابن ملجم نے کہا کہ پہلی دو شرطوں کا پورا کرنا مشکل نہیں لیکن حضرت علیؓ کو قتل کر کے ان کا دل نکال کر لانا مشکل ہے بلکہ امرِ محال ہے۔ قطام نے کہا کہ میں پہلی دونوں شرطیں چھوڑتی ہوں لیکن تیسری شرط ضروری ہے۔ اگر تو یہ نہیں کر سکتا تو میرے ملنے کی امید دل سے نکال دے۔ آخر ابن ملجم شقی اس شرط کو پورا کرنے پر راضی ہو گیا اور اپنے ہم مذہب شبیب بن بجرہ اشجعی اور وردان خارجی کو بھی اس کام پر تیار کر کے اپنے ہمراہ کیا۔

واقعۂ شہادت سے قبل پیشین گوئی

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تیرھویں رمضان کو منبر پہ چڑھ کر

خدا تعالیٰ کی تعریف کی اور حاضرین کو خوب وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر حضرت امام حسنؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا بیٹا! آج رمضان المبارک کے کتنے دن گزرے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا، تیرہ دن۔ پھر حضرت امام حسینؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا بیٹا! اس مہینے کے اب کتنے دن باقی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا سترہ دن۔ آپؓ نے اس وقت اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ لے جا کر فرمایا کہ اس مہینے میں یہ میری داڑھی خون سے رنگین ہوگی یہ فرما کر اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمایا کہ میں موت کے خوف سے نہیں روتا ہوں بلکہ اللہ کے خوف سے روتا ہوں۔

اس رمضان میں آپؓ کا یہ معمول تھا کہ ایک روز حضرت امام حسنؓ کے مکان پر روزہ افطار فرماتے اور ایک روز حضرت امام حسین کے گھر۔ اور ایک روز حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار کے ہاں۔ اور تین چار لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ اور ہر وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپؓ آمادۂ سفر ہیں اور تاریخ روانگی کا انتظار ہے اور بعض اوقات شوقِ شہادت میں فرماتے کہ میری داڑھی کو خون سے رنگنے والے کو کون سی چیز مانع ہے وہ آتا نہیں ہے۔ کبھی کمال تمنّا سے فرماتے کہ وہ کونسا دن ہوگا جو بدترین اس امّت کا اپنا کام تمام کرے گا۔

واقعہ شہادت چونکہ حضرت علی رضؓ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنی شہادت کا پختہ یقین تھا۔ اس لیے شبِ جمعہ ۱۹ رمضان کو کہ درحقیقت وہی شب شہادت تھی، آپ تمام رات نہ سوئے۔ اور بار بار اُٹھ کر آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے۔ واللہ! جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ہرگز فرق نہیں ہوسکتا۔ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ ہے۔ حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ اس رات کو فرماتے تھے کہ آج میں نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے منتظر ہیں۔ الغرض آپؓ نے بہت سویرے مسجد کا قصد فرمایا۔ بطخیں شور کرنے لگیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ میرے فراق میں روتی ہیں۔ پس جیسے ہی حضرت شاہِ ولایت الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ فرماتے ہوئے

لوگوں کو نماز کے لیے جگاتے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے کہ اچانک ہی شبیب شقی نے آپ پر وار کیا لیکن تلوار طاقِ مسجد پر پڑی اور ٹوٹ گئی۔ پھر وردان نے تلوار چلائی وہ بھی دیوار پر پڑی اور وہ دونوں بھاگ گئے۔ پھر ابن ملجم مردود نے ستون کی آڑ سے نکل کر حضرت علیؓ کے سر مبارک پر جہاں عمرو بن عبد وَد کی تلوار کے زخم کا نشان تھا تلوار ماری۔ آپ نے بلفور ارشاد فرمایا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ لوگ مسجد سے اٹھا کر آپ کو حرم سرا میں لے گئے۔

قاتل کے متعلق فرمان

شبیب اور وردان تو فوراً بھاگ گئے لیکن ابن ملجم شقی ابھی بھاگنا چاہتا ہی تھا کہ حضرت مغیرہؓ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب نے اسے پکڑ لیا۔ تو آپؓ نے اس کے متعلق حضرت امام حسنؓ کو ارشاد فرمایا "یہ قیدی ہے اس کی خاطر تواضع کرو، اچھا کھانا دو، نرم بچھونا بچھاؤ۔ اگر زندہ رہوں گا تو سب سے زیادہ دعویدار میں ہوں گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔"

نیز فرمایا "اگر تم قصاص لینے پر ہی اصرار کرو تو چاہیئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا ہے لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

وصیّت

پھر آپؓ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبد اللہؓ نے حاضر ہو کر کہا۔ خدانخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں، آپؓ نے جواب دیا میں تمھیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو۔

پھر اپنے صاحبزادوں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو بلا کر فرمایا کہ میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمھارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا، ہمیشہ حق کہنا، یتیم پر رحم کرنا،

بیکس کی مدد کرنا، آخرت کے لیے عمل کرنا، ظالم کے دشمن بننا، مظلوم کے حامی ہونا اور کتابُ اللہ پر چلنا۔ خدا کے بارے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہ کرنا۔

آخری لمحات زخم کاری تھا مگر آپ لمحہ لمحہ شدید تکلیف کے باوجود یادِ الٰہی میں گزار رہے تھے۔ دو روز تک آپؓ اسی تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد اس دارِ فانی کو اتوار کی رات بتاریخ ۲۱ ویں رمضان المبارک ۵۶۱ھ مطابق ۲۸ ویں جنوری ۱۱۶۶ء کو بعمر تریسٹھ سال خیر باد کہہ گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شیخ نعیم احمد

تعارف

عالم فقری صاحب اپنے دور کے ممتاز صوفیانہ اور عارفانہ طرزِ تحریر کے اہلِ قلم حضرات سے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا مقصد صرف یہی تعین کر رکھا ہے کہ تحریراً جو بات بھی نوکِ قلم پر آئے اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار ہو۔ اس کی حمد و ثنا کے کلمات طیبات ہوں' اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہی عطا کردہ توفیق سے اس کے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزر جائے۔ اور یہ بات آپکو اللہ کے بندوں کی تذکرہ نگاری سے حاصل ہوئی۔ آپ کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ کی قربت اور معرفت کو تلاش کرتے ہوئے جو زندگی کا حصہ صرف ہو جائے وہی قیمتی ہے۔

آپ کی ولادت ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۵ شوال ۱۳۶۴ھ بروز جمعرات صبح ۸ بجے آپ کے آبائی مکان ۵۲/۵ واقع گلی نمبر ۹ چاہ میراں میں ہوئی جو دربار حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل قریب واقع ہے۔ اس وقت چاہ میراں کو لاہور شہر سے ملحقہ ایک موضع کی حیثیت حاصل تھی۔ دربار شریف کے گرد و نواح میں کھیت تھے جن میں مختلف فصلیں کاشت کی جاتی تھیں۔ اس فطری اور نیم شہری ماحول میں پروان چڑھنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں بچپن ہی سے حقیقت پسندی راسخ ہو گئی۔

آپ کے والد کا نام نامی محمد اسماعیل بن ماہی دین بن ہیرا تھا۔ جنکے آباؤ اجداد موضع تھٹھہ باوا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ کاشتکاری ان کا آبائی پیشہ تھا۔ مگر خاندان کے افراد میں کثیر تعدادی ہوئی تو آپ کے دادا اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور میں آکر آباد ہو گئے۔ یہیں آپ کے والد محمد اسماعیل پیدا ہوئے۔ انھوں نے ساری عمر محنت و مشقت

کر کے گزر اوقات کی۔ آپ کے والد پیر حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے طریقہ نقشبندیہ میں مرید تھے۔ ان کا وصال ۱۹ مئی ۱۹۷۳ء کو ہوا۔ انہیں کوٹ خواجہ سعید کے بستی کالورام کے قریب قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی والدہ کا نام عائشہ بی بی تھا، جو موضع وشوا ضلع امرتسر کی رہنے والی تھیں۔ ان کے والد کا نام بھاگ اور والدہ کا نام کرم بی بی تھا۔ آپکی والدہ پانچ بہنیں اور ایک بھائی تھا۔ صوم وصلوٰۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ تہجد کی نماز بڑی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔ صبح کی نماز کے بعد مجموعہ وظائف کی تلاوت ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ کا وصال ۱۲ جنوری ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ تہجد کے وقت ہوا۔ اور انھیں قبرستان ملحقہ درگاہ حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

آپ بچپن ہی سے بڑے ذہین وفہیم ہیں۔ آپ کو دینی اور دُنیوی علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا، لہذا آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیتے ہُوئے ایم۔ اے اسلامیات ایم۔ اے اُردو اور ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کی۔ مگر اتنی معیاری تعلیم ہونے کے باوجود آپ کو اپنی تعلیمی قابلیت کے مطابق کوئی باوقار ملازمت نہ مل سکی۔ صرف ایک معمولی سے ذریعہ معاش پر آپ نے ۱۹ سال تک گزر اوقات کی۔ ایک روز آپ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکلات پر صبر و تحمل کرنے کا موضوع تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اس پہلو سے بڑے متاثر ہو کر آب دیدہ ہو گئے۔ دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ آج سے حصولِ دنیا کی بجائے حصولِ آخرت کو اختیار کیا جائے خواہ اس راہ میں کتنی ہی صبر آزما مشکلات کیوں نہ آئیں۔ اس دَور میں آپ تلاوتِ کلام پاک میں اگرچہ بہت مصروف رہتے تھے لیکن آپ نے دن رات استغفار کا ذکر شروع کر دیا جسے آپ نے مسلسل تین سال تک بڑی لگن اور محبت سے کیا۔ جس کی بنا پر آپ کے خیالات حصولِ دنیا کی طرف سے بدل کر تلاشِ حق کی طرف مائل ہو گئے۔

جونہی دل اور رُوح میں حصولِ معرفت کا شوق بڑی شدت سے اُٹھا تو آپ نے سوچا کہ باطنی رہنمائی کے لیے رہنما کا ہونا بہت ضروری ہے۔ مگر اس بات سے خاموش ہو جاتے کہ مرشدِ کامل کو کہاں سے تلاش کروں۔ چونکہ درگاہ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ آپ کے

بالکل قریب تھی، اس لیے فارغ وقت میں وہیں جا کر ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ فرضی عبادت کے ساتھ نفلی عبادت بھی بڑی کثرت سے کرتے۔ ایک روز حضرت حاجی انور اختر رحمۃ اللہ علیہ ملے جن سے راہِ حق کے موضوع پر گفت و شنید ہوئی جس سے آپ بڑے متاثر ہوئے۔ اس روز کے بعد آپ ان کی صحبت میں بیٹھنے اٹھنے لگے۔ جہاں سے آپ کو راہِ طریقت کی رہنمائی حاصل ہونی شروع ہو گئی۔

آپ کا خیال ہے کہ جو شخص اپنے پیٹ کی رزقِ حلال سے پرورش کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ کی عبادت اور اطاعت پر کاربند رہتا ہے۔ ایسے ہی جو اولاد رزقِ حلال پر پروان چڑھتی ہے وہ ہمیشہ ماں باپ کی فرمانبردار ہوتی ہے۔ اس چیز کے پیشِ نظر آپ نے ہمیشہ زندگی میں رزقِ حلال کمانے اور کھانے کی کوشش کی۔ عرصہ ۱۹ سال تک آپ نے ایک معمولی سی ملازمت پر گزر اوقات کی۔ اپنے فریضۂ ملازمت کو بڑی محنت اور دیانتداری سے سرانجام دیا اس عرصہ کے دوران آپ ہمیشہ وقتِ مقررہ پر دفتر گئے اور وقتِ مقررہ پر ہی رخصت ہوتے خواہ آپ کا انچارج دفتر میں ہوتا یا نہ ہوتا، آپکے افسرانِ بالا آپ کو اکثر یہ کہتے رہتے کہ آپ نے وکالت کا امتحان پاس کر رکھا ہے آپ معمولی سی ملازمت کو خیرباد کہہ کر وکالت کا پیشہ اختیار کیوں نہیں کر لیتے۔ آخر ان لوگوں نے آپ کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح آپ ۱۹۸۲ء میں ملازمت سے مستعفی ہو کر وکالت کے پیشہ میں آ گئے۔ آپ کا کہنا ہے کہ بظاہر پیشۂ وکالت بہت باوقار لگتا ہے مگر عملاً یہ پیشہ یادِ الٰہی سے غفلت اور راہِ حق سے دوری کا سبب بنتا ہے کیونکہ اس میں وکیل اگرچہ غلط بیانی کرنے پر آمادہ نہ بھی ہو مگر ملوثین مقدمہ اور اہلکارانِ اختیارات بالا غلط بیانیوں پر مجبور کر ہی دیتے ہیں۔ اس طرح روزی دیانت اور صداقت پر مبنی نہیں رہتی۔

ایک مرتبہ آپ کے ساتھ یوں ہوا کہ ابھی آپ اپنے ایک استاد وکیل کے زیرِ تربیت ہی تھے اس نے آپ کو مقدمہ کی ایک فائل دیتے ہوئے کہا کہ فلاں جج کے پاس جاؤ جہاں میری آج مقدمہ میں بحث کی تاریخ ہے، جج صاحب سے کہیں کہ میرے سینئر وکیل جنہوں نے بحث کرنی ہے وہ سیالکوٹ گئے ہیں لہٰذا کوئی آئندہ کی تاریخ دے دیں۔ آپ راستہ بھر

خوفِ الٰہی کے تحت دل میں کانپنے لگے کہ میں غلط بیانی کیسے کروں، اور دل میں اللہ کے حضور یہ دُعا کی کہ جج صاحب مجھ سے کچھ نہ پُوچھیں اور آئندہ کی تاریخ دے دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جونہی آپ گئے اس جج نے متعلقہ مقدمے پر چوہدری صاحب کے بارے پوچھے بغیر آئندہ کی تاریخ دے دی جو آپ نے آکر وکیل موصوف کو بتا دی۔ مگر دل میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی۔ واپس آکر گہری سوچ میں مبتلا رہے کہ اگر میں نے وکالت کے پیشے کو مستقلاً اختیار کر لیا تو میں راہِ ہدایت سے بہت دُور چلا جاؤں گا۔ اللہ نے روزی کا وعدہ تو کر رکھا ہے اس لیے کیوں نہ میں اس پیشہ کو اختیار نہ کروں اور کسی اور طریقے سے رزقِ حلال کما کر اپنی گزر بسر کروں۔ اسی سوچ کے تحت آپ نے اللہ کے بھروسے پر تربیت کی مدت کے دوران ہی اس پیشہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے کتب کی فروخت کو ذریعہ معاش بنا لیا۔

آپ کثرتِ ریاضت اور عبادت کے بے حد قائل ہیں کہ جو عنایت محنت اور مشقت کی بنا پر ملے وہ بڑی قابلِ قدر ہوتی ہے۔ اس نظریہ کے پیش نظر آپ نے کثرتِ زُہد اور تقویٰ کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ یادِ الٰہی کی توفیق بھی اللہ کی عنایت ہے۔ جسے کثرتِ عبادت کی توفیق مل جائے وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دین و دُنیا میں سُرخرو کر دیا ہے۔ عبادت میں کیف و سرور بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے۔

آپ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ یہ چالیس رات کی شب بیداری میں مصروف تھا۔ دن کے وقت فریضۂ ملازمت ادا کرتا اور ساری رات دربار حضرت سیّد میراں حسین زنجانیؒ کی مسجد میں محوِ عبادت رہتا۔ اسی عرصہ کے دوران ایک روز آپ اپنے رُوحانی رہنما کے ساتھ ایک دعوت پر چلے گئے جہاں سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جب آپ شب بیداری کے لیے مسجد میں گئے تو دل میں خیال آیا کہ آج تو پیٹ خوب بھرا ہوا ہے اس لیے نیند کا غلبہ تنگ کرے گا اور ذکرِ الٰہی میں غفلت کا باعث بنے گا۔ آپ کا کہنا ہے کہ اس رات اللہ نے اپنے ذکر و فکر میں اتنی محویت اور سرور دیا کہ جسے بعد ازاں تلاش کرتا رہا مگر وہ سرور نہ مِلا بلکہ عمر بھر اس کی کمی محسوس کرتا ہوں۔

غرضیکہ اس واقعہ سے آپ کا ایمان نہایت مستحکم ہوا کہ اللہ کی نظرِ عنایت ہی سے انسان

راہِ ہدایت کی طرف چلتا ہے۔ القصّہ تلاشِ حق کے لیے آپ کی زندگی میں بے شمار واقعات اور معاملات پیش آئے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر آپ کی مدد فرمائی۔ آپ کی زندگی کے شب و روز بڑی حقیقت پسندی کے تحت گزرتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ یادِ الٰہی اور قلمی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد قُربِ رب العزت اور حصولِ معرفت ہے۔ آپ بڑے سادہ مزاج اور حلیم طبع ہیں۔ وقت کی پابندی اور خوش کلامی کو ہمیشہ مدِ نظر رکھتے ہیں۔ آپ کی طبیعت میں سادگی اس درجہ تک ہے کہ بظاہر آپ کو کوئی پڑھا لکھا بندہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک ملنے والے نے آپ کے خلاف بلاوجہ انتہائی دل دکھ دینے والی باتیں کیں۔ اس کی ہر بات ظالمانہ اور مخالفانہ تھی۔ وہ آپ کو بلاوجہ پریشان کرتا تھا۔ آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے اسکے رویّے کو بڑے صبر اور تحمل سے برداشت کر لیا جب آپکے چند مخلص ساتھیوں کو اس شخص کی دکھ دینے والی باتیں معلوم ہوئیں تو انہوں نے کہا کہ آپ اللہ کے حضور التجا کریں کہ اللہ اُسے ناجائز پریشان کرنے کی سزا دے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کسی کے خلاف کبھی بد دُعا نہیں کرتا۔ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اللہ اُسکی بہتری چاہے۔

آپ کی عادات میں سے کشادہ دلی بہت نمایاں ہے۔ آپ کے پاس ملنے والا جب کبھی کوئی آجاتا ہے، خواہ رات ہو یا دن۔ آپ فارغ ہوں یا مصروف آپ اُسے خوشدلی سے پیش آتے ہیں۔ خواہ وہ جتنی دیر مرضی بیٹھا رہے۔

ایک دفعہ ایک دوست نے عشاء کی نماز کے بعد آپ کے پاس آنے کا معمول بنا لیا۔ وہ اپنی پریشانیاں سنا کر چل دیتا۔ اور آپ سے یہی اصرار کرتا رہتا کہ دُعا فرمایئے میری شادی ہو جائے۔ آپ خاموش رہتے۔ ایک دن وہ رات کے ۲ بجے تک بیٹھا رہا اور کہتا رہا جب تک شادی کی دُعا نہیں کرو گے میں نہیں جاؤں گا۔ آپ بھی بیٹھے رہے حالانکہ آپ کی طبیعت خراب تھی۔ آپ نے کہا کہ کسی کی شادی کا ہونا یا نہ ہونا اللہ کا کام ہے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہی ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد اس کی شادی ہو گئی۔ پھر وہ بہت جلد گھریلو حالات سے تنگ آکر آپ سے کہنے لگا کہ آپ دُعا کریں کہ بیوی میرا پیچھا چھوڑ دے۔ آپ نے

فرمایا بہتر ہے کہ اللہ کی خوشنودی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے گزر اوقات کرو۔ مگر اس نے آپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور بعد میں عرصہ دراز تک بے حد پریشان رہا۔ غرضیکہ دوستوں کے معاملات میں اکثر آپ کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

آپ کا معمول ہے کہ آپ گاہے بگاہے ذکرِ الٰہی کی محافل منعقد کرتے رہتے ہیں۔ اس میں سب سے عمدہ بات جو دیکھی گئی ہے وہ وقت کی پابندی ہے۔ آپ محفل کے شروع کرنے کا وقت جو لوگوں کو بتاتے ہیں اسی پر شروع کرتے ہیں۔ محفلِ ذکر کے بعد حاضرین کے اعزاز میں کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کے ذکر کی محفل میں شامل ہونے والے مہمانوں کو اپنی توفیق کے مطابق عمدہ کھانے سے تواضع کی جائے آپ کا کہنا ہے کہ اللہ کے مہمانوں کی اپنے معمول کے کھانے سے بڑھ کر تواضع کیا کرو۔ اگر کوئی دوست بہت دیر سے آئے جبکہ کھانا اختتام پذیر ہو گیا ہو، تو آپ پھر بھی اس کے لیے نئے سرے سے بڑی توجہ کے ساتھ کھانے کا اہتمام کر دیتے ہیں۔ اور ذاتی طور پر مہمانوں کی خدمت کر کے دلی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ایک دفعہ میں (شیخ نعیم احمد) اور میرے ایک ساتھی آپ کے پاس دوپہر گزرنے کے بعد گھر پر ملنے گئے۔ آپ نے پوچھا کہ آپ نے دوپہر کا کھانا کھایا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے اندر طعام خانہ میں جا کر کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ آپ اسی وقت کافی دُور سے جا کر کھانے کا اہتمام کر کے لائے۔ جب ہمارے سامنے کھانا آیا تو میں نے عرض کیا کہ جناب بازار کھانا لانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جو آ جائے تو میں اس کی خدمت کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے دوست مولانا محمد نواز صاحب نے آپ کو ایک محفلِ نعت میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے بُلایا، تو آپ پیچھے سے جا کر محفل میں دیر تک بیٹھے رہے۔ جب کافی دیر ہو گئی تو کچھ جسمانی نقاہت کے باعث آپ انتظامیہ سے اجازت لے کر مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے محفل سے رخصت ہونے کے بعد منتظم نے سپیکر پر آپ کے محفل میں شامل ہونے کا شکریہ ادا کیا۔ جب لوگوں نے یہ بات سُنی تو سلگ

محفل حیرانی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئی کہ علامہ فقری کون تھے جو محفل سے رخصت ہوئے ہیں۔ غرضیکہ آپ کسی مجلس میں بہت ہی کم جاتے تھے۔ اگر جاتے بھی ہیں تو اتنی سادگی سے عام جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں کہ کسی کو آپ کی نمایاں شخصیت کے بارے میں کچھ احساس ہی نہیں ہوتا۔

آپ بڑے مستقل مزاج ہیں۔ آپ کی مستقل مزاجی کا یہ عالم ہے کہ آپ عرصہ ۱۸ سال سے ایک حجام سے حجامت بنواتے ہیں۔ آپ کبھی اس کی دُکان پر حجامت کی غرض سے چلے جائیں اور وہ پہلے سے لوگوں کی حجامت بنانے میں مصروف ہو تو اُسے یقین ہوتا ہے کہ میرا یہ گاہک مجھ ہی سے حجامت بنوائے گا۔ بات بھی یہی ہے کہ آپ کو خواہ اسکی دکان پر کتنی بار جانا پڑے، آپ اسی سے حجامت بنواتے ہیں۔ ایسے ہی آپ کی مستقل مزاجی کے واقعات اور بھی ہیں۔

آپ بڑے اعتدال پسند ہیں۔ آپ اپنے حلقۂ احباب کو بھی یہی تلقین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعتدال کو بہت پسند فرمایا ہے، بلکہ ہمارا اسلام دینِ فطرت ہونے کی وجہ سے سراپا اعتدال ہے۔ اس غرض کے پیشِ نظر آپ نے کبھی بھی کسی کام میں حد سے بڑھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ آپ اپنے کسی عمل میں بھی رکھ رکھاؤ کے قائل نہیں۔ آپ اکثر یہی کہتے ہیں کہ ضرورت کے مطابق کھالو اور اسراف سے کام نہ لو۔ اس طرح راہِ سلوک میں چلنے والا سالک ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے آپ سے پُوچھا کہ بہت سے لوگ اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس دَور میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اللہ کا کوئی صحیح بندہ نہیں ملتا، تو آپ نے یہ فرمایا کہ کوئی دَور بھی اللہ کے بندوں سے خالی نہیں ہوتا مگر قُربِ قیامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فیضانِ ولایت کو پوشیدہ رکھ دیا ہے۔ بلکہ اللہ کے بندوں کو کوئی صحیح لینے والا نہیں ملتا جو فیضانِ ولایت لے کر بعد میں سنبھال سکے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جاپان کے ایک شخص، جو شعبۂ اردو ٹوکیو یونیورسٹی کا پروفیسر تھا، کے پاس آپ کی کتاب تذکرہ اولیاء لاہور الموسوم "گلزارِ صوفیاء" زیرِ مطالعہ آئی۔ اس

نے جب لاہور کے اولیاء کے حالات پڑھے تو اس سے سوچا کہ میں اولیاء کے مزارات کی زیارت کروں۔ چنانچہ وہ جاپان سے لاہور آیا۔ اس نے حضرت علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) کے آستانے پر حاضری دی۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور ایک جوان بیٹا بھی تھا۔ انہوں نے جب حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا منظر دیکھا کہ اردگرد لوگ بیٹھے اللہ کی یاد میں مصروف ہیں۔ تو ان کے دل میں یہ بات اُٹھی کہ اللہ کے اس بندے نے کیا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے مزارِ اقدس پر روزانہ بہت سے لوگ آتے جاتے ہیں۔ ہمیں بھی وہ راز ملنا چاہیے تاکہ ہم بھی اس پر عمل کر کے اللہ کے بندے بن جائیں۔

گلزارِ صوفیاء سے پتہ لے کر وہ آپ کے پاس آ گئے اور انہوں نے آ کر سوال کیا کہ ہمیں وہ طریقہ بتائیں جس پر عمل کر کے ہم علی ہجویریؒ کی طرح صاحبِ فیض ہو جائیں، تو آپ نے انھیں اسلام کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ جس سے وہ بے حد متاثر ہوئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ اللہ کا بندہ ایک دن میں نہیں بن جاتا بلکہ ساری عمر ریاضت اور عبادت میں گزارنا پڑتی ہے۔ پھر اللہ چاہے تو منزلِ فنا سے بقا میں لاکر فیض جاری کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ پہلے صاحبِ ایمان تو بنیں پھر آپ طریقت کی راہ پر چل سکتے ہیں۔ علامہ صاحب کی باتیں اللہ کی یاد میں خود مٹا دینے والی تھیں۔ آخر وہ آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے۔

سالانہ عُرس حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے موقع پر مزار کے اردگرد بہت رونق ہوتی ہے۔ گلی محلے کے لوگ اپنے گھروں میں مختلف طریقے سے حضرت میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس میں قوالی، نعت خوانی اور کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ علامہ صاحب بھی اپنی رہائشگاہ پر ہر سال میراں حسینؒ کانفرنس کرواتے ہیں۔ جس میں لگ بھگ دو سو عقیدت مند شمولیت فرماتے ہیں